بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب ------------------- وہابی مولوی احسان الہیٰ ظہیر کی کتاب ''البریلویۃ'' کا علمی محاسبہ

مصنف ------------------- **ابو احمد محمد انس رضا قادری بن محمد منیر**

ناشر ------------------- مکتبہ **فیضان شریعت**، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

پروف ریڈنگ ونظر ثانی ------------- **مولانا محمد سعید قادری**

ابو اطہر مولانا محمد اظہر عطاری المدنی

قیمت -------------------

اشاعتِ اول ------------------- جمادی الآخر 1434ھ، اپریل 2013ء

تقسیم کنندہ

مکتبہ بہار شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ اہلسنت، فیصل آباد

☆ کرماں والا بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ فیضانِ عطار، کاموکی

☆ مکتبہ شمس وقمر، بھاٹی چوک، لاہور

☆ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ رضا ورائٹی، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویہ" کا

علمی مُحاسبہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کے "البریلویۃ" میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن
اور عقائد اہل سنت پر لگائے ہوئے الزامات کا تفصیلی جواب

شرک وبدعت، علم غیب، نور و بشر، حاضر و ناظر، اختیارات وتصرفات، ختم و نیاز
عید میلاد النبی وغیرہ کے متعلق اہل سنت کے دلائل اور وہابیوں کے اعتراضات کے جوابات، وہابی مولویوں کی گستاخانہ عبارات، انگریزوں کے چندوں پر کون پلتے تھے بریلوی یا وہابی؟ تحریک پاکستان کی حمایت اور مخالفت کس کس فرقے نے کی؟

ابو احمد محمد انس رضا عطاری
تخصُص فی الفقہ الاسلامی، شہادۃُ العالمیہ،
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

مکتبہ فیضان شریعت، لاہور

❁---فہرست مضامین---❁

انتساب 13
پیش لفظ 14
موضوع کواختیار کرنے کا سبب 29
انداز تحریر 33
موضوع کی اہمیت 34
تقدیم البریلویۃ 35
عرض مترجم 35
تقدیم ازفضیلۃ الشیخ عطیہ سالم 42
مقدمہ (احسان الٰہی ظہیر) 47
باب اول: تعارفِ امام احمد رضاخان بریلوی 56
فصل: تاریخ و بانی 56
امام احمد رضاخان کا اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھنا 57
امام احمد رضاخان کا رنگ 57
امراض میں مبتلا ہونا 59
کیاامام احمد رضاخان ایک آنکھ سے اندھے تھے؟ 59
اعلیٰ حضرت کا حافظہ 61
کیااعلیٰ حضرت کوطاعون ہوا تھا؟ 64
کیااعلیٰ حضرت تیز مزاج اورفحش گو تھے؟ 66
دورانِ تعلیم قرآن کاواقعہ 71
غیرنبی کونبی کے برابر یاافضل جاننا 73
دیوبندیوں کےنزدیک امتی عمل میں اپنے نبی سے بڑھ سکتا ہے 75
اعلیٰ حضرت کودردسراوربخاررہنا 75
ظہیرصاحب کاعلم ابجد پر اعتراض 76
معصوم ومحفوظ میں فرق 77
اعلیٰ حضرت کی زیارت 79
کیااعلیٰ حضرت کا استاد قادیانی تھا؟ 82
امام احمد رضاخان کا پہلافتویٰ 82
علامہ عبدالحق سے اعلیٰ حضرت کا نہ پڑھنا 85
دنیاوآخرت میں روشن چہرے سنّیوں کے ہیں 88
بدمذہبوں کوزجر کرنا 93
وقتِ بلوغت 96
فصل: خاندان 98
کیااعلیٰ حضرت شیعہ خاندان سے تھے؟ 98
اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان کاردِّ شیعیت 98
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کاالزام 102
اعلیٰ حضرت کوشیعہ ثابت کرنے کیلئے پیش کئے گئے دلائل کے جوابات 105
ظہیر صاحب کی ناقص عربی 113
اعلیٰ حضرت پر بلاوجہ تکفیر کرنے کاالزام 116
امام بارہ کی ابجدی ترتیب 119
بارہ امام 120
عربی غلطیاں 121
فصل: ذریعہ معاش 126
اعلیٰ حضرت زمیندارخاندان سے تعلق رکھتے تھے یانہیں؟ 126
اعلیٰ حضرت کاکسی سے پیسے نہ مانگنا 127
فصل: عادات اورطرزِگفتگو 130
حقہ اورپان کاشرعی حکم 130
قدم بوسی کاشرعی حکم 133
فصل: اسلوب بیان 136
گمراہوں کوخبیث ومردود کہنا 136
دیوبندی، وہابیوں کےنزدیک رب تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے 137

اعلیٰ حضرت کی علمیت 142
اعلیٰ حضرت کی فصاحت وروانی 144
فصل: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات 147
دوسروں کی تحریر اپنے نام پر جاری کرنے کا الزام 152
فصل: وھابیوں کا مسلمانوں پر جھاد اور انگریز غلامی 157
انگریزوں کے خلاف جہاد پر وہابی علماء کے فتوے 161
وہابی علماء کا برٹش وفادار رہنے کی ترغیب 162
وہابیوں پر انگریزوں کی کرم نوازیاں 162
اعلیٰ حضرت کی انگریزوں سے نفرت 164
بریلویوں کو برٹش غلام ثابت کرنے پر پیش کئے گئے دلائل کے جوابات 166
بریلویوں کا گاندھی کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت کرنا 170
ہندوستان دار الاسلام ہے 176
جہاد کی شرائط 177
وہابیوں سے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ 179
فصل: وصالِ اعلیٰ حضرت 183
میرا دین ومذہب 183
اعلیٰ حضرت کی بدمذہبوں سے دور رہنے کی نصیحت 184
ایصالِ ثواب کرنے کی تلقین 185
اعلیٰ حضرت کے جنازے پر مسلمانوں کی تعداد 186
فصل: شانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان 188
فرشتوں کا مومن کے جنازہ میں شرکت کرنا اور جنازہ اٹھانا 188
نبی کریم ﷺ کو کسی عاشق کے وصال کا علم ہونا 189
شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے اعلیٰ حضرت کے متعلق تاثرات 192
اعلیٰ حضرت صحابہ کرام کے مظہر 192
ولی کی کرامت معجزہ نبی سے ہے 193
اللہ عزوجل کی حجت سے کیا مراد ہے؟ 194
اعلیٰ حضرت کا گرتے والا واقعہ 197
اعلیٰ حضرت کے حکمت بھرے الفاظ پر اعتراض کا جواب 197
اعلیٰ حضرت کے متعلق علماء کے تاثرات 200
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا 202
ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم 203
میرا سینہ ایک صندوق ہے 204
خود کو بطور عاجزی کتا کہنا 204
تذکرہ علمائے اہل سنت بزبان ظہیر 206
باب: عقائدِ اھل سنت وجماعت 211
فصل: شرک 211
وہابیوں کا خودساختہ شرک 211
گمراہ فرقوں کی نشانی 213
عقائد کے درجات 215
فصل: غیر اللّٰہ سے فریاد رسی 218
وہابیوں کے نزدیک موجودہ مسلمان ابوجہل سے بڑے کافر 220
وہابیوں کے نزدیک غوث وداتا کہنا شرک ہے 221
اولیاء اللہ سے کیوں مانگا جاتا ہے؟ 222
اللہ عزوجل کے بعض بندے حاجت روا ہیں 223
یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر کہنا 224
فوت شدگان کا تصرف فرمانا 224
حضور علیہ السلام ہی بہتر عطا کرنے والے ہیں 225
جبرائیل علیہ السلام حاجت روا ہیں 226
دعائے سیفی 226
نماز غوثیہ 227
شیئا للہ یا شیخ عبد القادر 229
سیدی احمد زروق مغربی کا مرید کی پریشانی دور کرنا 231
گمشدہ چیز کی تلاش پر سیدی احمد یا ابن علوان کہنا 232

مریدوں کا اپنے مرشدوں کو پکارنا 233
جو جس ہستی سے منسلک ہو وہ ہستی دستگیر ہے 235
مشائخ اپنے پیروکاروں کی نگہبانی فرماتے ہیں 235
کاموں میں متحیر ہوں تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو 236
نیک مُردوں سے مدد ملتی ہے 237
حضرت موسیٰ کاظم کی قبر تریاق اکبر 237
حضرت محمد بن فرغل اور سید بدوی کے تصرفات 238
غیر اللہ سے مدد کو شرک ثابت کرنے پر وہابی دلائل اور ان کے جوابات 239
﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کی تفسیر 245
لفظ ﴿یَدْعُوْنَ﴾ کی تفسیر 252

فصل: انبیاء و اولیاء کے اختیارات 255

اختیارات کے متعلق وہابی عقائد 259
رب تعالیٰ کو معزول و معطل جاننا 260
اختیارات کی نفی پر وہابی دلائل اور اسکے جوابات 261
حضور علیہ السلام مالک کل ہیں 264
حضور علیہ السلام زمین و آسمان میں تصرف فرماتے ہیں 269
سب کے ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہیں 269
ہر مسلمان اپنے آپ کو حضور علیہ السلام کی ملک جانے 271
روز قیامت حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے تصرفات 272
حضرت علی المرتضیٰ دوزخ تقسیم کرنے والے ہیں 275
تصرفاتِ اولیاء کرام 276
اولیاء کا لفظ "کُن" سے تصرف 282
شانِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ 283
تصرفِ غوث پاک اور تقدیر 289
آسمان سے زمین تک ابدال کی ملک ہے 291
اولیاء کی وساطت سے خلق کا نظام قائم ہے 292
رات بھر میں سارے جہان کا گشت 294
راہِ سلوک میں تصرفات کا مقام سترہواں (17) ہے 294
مناقبِ اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کے جوابات 296
﴿قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾ کی تفسیر 302

فصل: سماع موتی 311

قبر میں جزا و سزا روح اور جسم دونوں پر ہے 312
میت غسل دینے والے کو پہچانتی ہے 312
میت کو ایذا ہونا 312
صاحبِ قبر آنے والے کو پہچانتا ہے 313
مُردے سنتے ہیں 314
مُردوں کا بولنا 316
حضور علیہ السلام کا روضہ مبارک سے دست بوسی کروانا 319
مسلمانوں کی روحوں کے تصرفات 319
پاکیزہ روحیں 320
حضور علیہ السلام کے مزار مبارک پر موجود فرشتے کی طاقت 321
روح کے متعلق وہابی عقیدہ 321
صاحبِ مزار کے متعلق وہابی عقائد 323
انبیاء و اولیاء کے جسموں کا قبروں میں سلامت رہنا 323
خارجیوں کا قبر و حشر میں کُتے کی شکل ہونا 325
اولیاء کا قبروں میں علم و ادراک 326
پاک جانیں جب بدن سے جدا ہوتی ہیں 328
اولیاء کی برکتیں بعد وصال بھی جاری ہیں 328
اولیاء کو قریب اور بعید کی چیزیں برابر دکھائی دیتی ہیں 329
خطاب اسی کو کیا جاتا ہے جو سنتا ہو 330
جب اولیاء دور سے سن لیتے ہیں تو پھر مزارات پر جانے کا فائدہ؟ 332
اولیاء کی دعا سے عذاب قبر سے نجات 333
یا غوث کہنا جائز ہے 334
انبیاء کرام کو ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے 335
انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں 338
حضور علیہ السلام دفن کے وقت زندہ تھے 339

حضورعلیہ السلام کا قیامت تک قبر مبارک میں یارب امتی امتی کہنا 340
شفاعت کا منکر قابل شفاعت نہیں 341
علماء اہل سنت گمراہوں کا رد فرماتے رہیں گے 342
حضورعلیہ السلام اپنی امت کے اعمال دیکھتے ہیں 342
روضہ مبارک سے پانچ وقت اذان کی آواز آنا 343
صدیق اکبر کے لئے روضہ پاک سے آواز آنا 344
اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں 345
اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں 345
مزاراتِ اولیاء سے برکات حاصل کرنا 347
اولیاء دار فانی سے دار بقاء میں منتقل ہوتے ہیں 349
اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے 349
انبیاء وشہداء واولیاء اپنے جسموں اور کفنوں کے ساتھ زندہ ہیں 350
صاحبِ قبر کا ایذا پر گلہ کرنا 353
اسماعیل دہلوی کا پاکیزہ روحوں کے فیوضات کا اعتراف کرنا 354
حضورعلیہ السلام کا روحانی طور پر اپنے امتی کے جنازے میں شرکت کرنا 355
مُردوں کی نفی سماعت پر وہابی دلائل اور ان کے جوابات 356
بندوں کو مدد کے لئے پکارنے کا حکم 358
غیر اللہ سے مدد پر تفسیر روح المعانی کا تحریف شدہ کلام 361
عبدالحق محدث دہلوی کا سماع موتی کے منکر کو بے دین کہنا 363
نفی سماع موتی پر مترجم کا باطل استدلال اور اس کا تحقیقی جواب 364
فصل : عقیدہ علم غیب 370
حضورعلیہ السلام کو مومن ومنافق کی پہچان تھی 370
حضورعلیہ السلام کے علم پر طعن کرنے والے منافق ہیں 371
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب بتانے میں بخیل نہیں 372
حضورعلیہ السلام کا قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دینا 372
حضورعلیہ السلام کا زمین وآسمان کے ہر علم کو جاننا 373
قیامت تک کے حالات کو مثل ہتھیلی دیکھنا 374
اپنے نیک وبد امتیوں کو جاننا 375
ما کان وما یکون کا علم عطا ہونا 375
اپنی امت کے ہر حال، ان کی ہر نیت، ہر ارادے سے باخبر ہونا 378
حضورعلیہ السلام کے علمِ غیب کا منکر ہونا 378
نفی علم غیب والی آیات واحادیث ذاتی غیب پر مبنی ہیں 379
وہابیوں کا علم غیب کے متعلق عقیدہ 380
غیب کی تعریف ومفہوم 383
اولیاء کرام کا علم غیب 384
نفی علم غیب پر وہابی دلائل اور اسکے جوابات 385
نبوت کے معنی غیب جاننا ہیں 388
نبی کریم ﷺ کو تمام علوم جزی وکلی حاصل ہوئے 389
لوح وقلم کا علم 389
حضورعلیہ السلام کو ہر چیز کا علم عطا ہوا ہے 391
حضورعلیہ السلام کے واسطے کائنات بنی 392
آپ علیہ السلام پتھر کے دل کا حال بھی جانتے ہیں 393
آپ کی سواری کا علم 394
صحابہ کرام کا حضورعلیہ السلام کے علمِ غیب کے متعلق عقیدہ 395
علم غیب اور علوم خمسہ 398
حضورعلیہ السلام مخلوق کے اگلے پچھلے حالات جانتے ہیں 407
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے دوسروں کا علم 408
حضورعلیہ السلام ہمیں دیکھ رہے ہیں 409
حضورعلیہ السلام کا علم وصال کے بعد بھی اسی طرح ہے 410
آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں عطا کردیں 411
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو جانتے ہیں 411
ساتوں قطب کا علم غیب جاننا 412
ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے جان لیا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ 414
غوث پاک کا گائے کے بچے کے متعلق غیبی خبر دینا 415
میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہے 416
مریدوں کا حال جاننا 418

عنوان	صفحہ
کامل کا دل آئینہ ہے	419
مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے	419
حیوانات اور علمِ غیب	420
علم غیب ذاتی و عطائی	421
﴿ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ کی تفسیر	423
اپنے وصال کا علم ہونا	425
کیا شانِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرنا غلو ہے؟	425
حضور علیہ السلام کا علم غیب کے متعلق شعر پڑھنے سے منع کرنے کی وضاحت	426
حضرت عائشہ کا علمِ غیب کے متعلق کلام	428
فصل : نوروبشر	434
حضور علیہ السلام نور ہیں	434
نور کا سایہ نہیں ہوتا	437
نفی نور پر وہابی دلائل اور اس کے جوابات	442
نورِ مصطفیٰ ﷺ سے تخلیق صحابہ کرام	445
ساری مخلوق آپ ﷺ کے نور سے ہے	446
ذات کریم صورت محمدی ﷺ کو دیکھتی رہی	448
خطبہ نور	448
حدیث نور	450
کسی حدیث کو امت کا قبول کر لینا بڑی دلیل ہے	454
ظہیر صاحب کا لوگوں کو اہل سنت سے بدظن کرنے کی کوشش کرنا	459
جنت، چاند، سورج، ستارے، علم وعقل آپ کے نور سے ہیں	460
سارے جہان کی زندگی حضور ﷺ سے ہے	461
آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا	464
مؤمنین میرے فیضِ نور سے ہیں	465
حضور علیہ السلام کو خدا کہنا	466
حدیث نور متشابہات سے ہے	466
حضور علیہ السلام کو بشر کہنا	467
فصل : حاضر و ناظر	473
حضور علیہ السلام کا ایک وقت میں کئی مقامات پر ہونا	473
اولیاء کرام کا ایک وقت میں متعدد مقامات پر ہونا	481
انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے اجسام وارواح کا باہمی تعلق	482
امت کے اعمال پر نگاہ رکھنا	483
ارواح کا متمثل ہو کر کسی جگہ ظاہر ہونا	484
نبی علیہ السلام کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں ہے	485
ختم رمضان اور نعت خوانی پر آپ علیہ السلام کی تشریف آوری	485
آپ علیہ السلام نے قصہ آدم علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا	485
جاگتی آنکھوں سے دیدارِ مصطفیٰ ﷺ	486
حضور علیہ السلام کا جمال دکھا کر عزت و بزرگی عطا فرمانا	487
کافر کا ایک وقت میں کئی مقامات پر ہونا	488
وہابیوں کے نزدیک ہندو و دیگر دیوتا انبیاء تھے	489
ہر زمانہ کے واقعات پر آپ علیہ السلام حاضر ہیں	490
نفی حاضر و ناظر پر وہابی دلائل اور اس کے جوابات	490
ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود ہونے اور ہو سکنے میں فرق	493
اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا	500
حضور ﷺ تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں	501
اولیاء کرام کا روحانی طور پر موجود ہونا اور مدد فرمانا	502
اختتام باب	503
وہابی عقائد کی جھلکیاں	504
باب : تعلیماتِ اہلِ سنت وجماعت	508
فصل : بدعت	508
وہابی عادتیں	510
فصل : مزارتِ اولیاء کرام	512
وہابیوں کا جعلی پیروں کی حرکات اہل سنت کے کھاتے میں ڈالنا	515
اولیائے کرام کے مزارات پر قبہ بنانا	517
وہابیوں کا قبروں کو شہید کرنے پر حضرت علی کے فرمان کو دلیل بنانا	525
حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کی قبریں کیسی تھیں؟	528

عنوان	صفحہ
قبر کو پختہ کرنا	533
انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا مطلب	538
وہابیوں کا قبے بنانے کے متعلق تحریفی کلام پیش کرنا	543
مزاراتِ اولیاء پر چادر ڈالنا	544
قبر پر چراغ جلانا	545
مزاراتِ اولیاء پر ڈھول باجے	550
بلاوجہ قبور پر چراغ جلانا	552
مزاراتِ اولیاء پر نذرونیاز	553
قبر پر چراغاں کی منت	558
قبر کو بطورِ رسم کپڑے سے چھپانا	559
حضور علیہ السلام کی دعا کا مطلب کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا	560
وہابیوں کے نزدیک کچھوا حلال، ختم کا کھانا حرام	561
مزاراتِ اولیاء پر مانگی جانے والی دعا	561
عُرسِ اولیاء	563
عرس کو ناجائز ثابت کرنے کی وہابی دلیل اور اس کا جواب	564
مزارات کے قریب نماز پڑھنا باعث برکت ہے	565
قبر کو چومنا	566
نذرِ اولیاء کے سبب وہابیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز مشرک	570
قبروں کا طواف	571
شعائر اللہ کیا ہیں؟	574
طوافِ قبور ناجائز ہے یا شرک؟	577
عرس کی وجہ تسمیہ	578
منکرینِ عرس کے پیچھے نماز	579
ولایت نبوت سے افضل نہیں ہوسکتی	583
وہابیوں کا ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہ کہنا	584
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرس کا ثبوت	585
فصل : عید میلاد النبی ﷺ	587
میلاد النبی ﷺ منانا اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے	591
انسانی فطرت ہے کہ بندہ خاص دن نہیں بھولتا	593
میلاد کا ثبوت انبیاء و ملائکہ علیہم السلام سے	594
میلاد النبی ﷺ مستحب ہے یا واجب؟	596
ذکر میلاد کے وقت قیام	597
اگر محافل میلاد ناجائز ہیں تو وہابی جلسے کیوں جائز ہیں؟	598
میلاد شریف میں رلا دینے والے قصے بیان کرنا	598
وہابیوں کا صحابہ و علمائے اسلاف کو بدعتی ٹھہرانا	599
وہابی اعتراض کہ میلاد شریف صحابہ کرام نے کیوں نہیں منایا؟	604
وہابیوں کے نزدیک روضہ پاک کی زیارت کی نیت سے سفر ناجائز ہے	608
قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت	613
کعبہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف کرنا	614
میلاد النبی ﷺ کی ابتداء	614
وہابیوں کے نزدیک میلاد منانا عیسائیوں سے مشابہت ہے	618
ذکرِ میلاد پر قیام کے متعلق علمائے اسلاف کے اقوال	621
وہابیوں کے نزدیک تو آدابِ اولیاء بھی شرک ہے	624
ہم یہ نہیں کہتے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میں آتے ہیں	625
کیا کسی کی تعظیم میں کھڑے ہونا ناجائز ہے؟	628
کیا حضور علیہ السلام کا یوم پیدائش 12 ربیع الاول نہیں	628
فصل : قل خوانی و ایصال ثواب	632
دن مخصوص کر کے ختم دلانا	637
ختم قرآن کا ثبوت	638
وہابیوں کے پیشواؤں سے تیجہ اور چالیسویں کا ثبوت	641
کیا تیجہ اور دسواں فقہ حنفی میں ناجائز ہے؟	643
کیا اہل سنت کے نزدیک قل وغیرہ فرض ہے؟	648
گیارہویں شریف	649
جمعرات کو صدقہ و خیرات کرنا اور روحوں کا گھر آنا	652
شکم پروری کونسا فرقہ کرتا ہے؟	654
اجرت پر قرآن خوانی	655

فصل : تبرکات اور وھابی نظریات 658
وہابیوں کے نزدیک صالحین کے تبرکات بھی شرک ہیں 661
کون دولت سمیٹ رہا ہے؟ 665
اولیاء کے تبرکات شعائر اللہ 666
آپ علیہ السلام کی طرف نسبت رکھنے والی چیز کی تعظیم 666
تبرکات کی زیارت پر نذرانہ 667
تبرکات کے لئے سند کی حاجت ہے یا نہیں؟ 672
تبرکات کو بوسہ دینا 674
مزاراتِ اولیاء کی تصاویر کو بوسہ دینا 676
نقشِ نعلین شریف اور وہابی نظریات 676
نقشِ نعلین میں بسم اللہ لکھنا 686
تبرکات رکھنے والوں کی مالی مدد کرنا 687
فصل : متفرقات 690
قضا نمازوں کا حیلہ اسقاط 690
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنا 695
وہابیوں کا انگوٹھے چومنے والی احادیث میں تحریف کرنا 699
عہدنامہ 704
نمازِ جنازہ کے بعد دعا 717
کتبِ فقہ میں نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت کی وجہ 719
قبر پر اذان 721
قبر پر اذان کے متعلق فقہاءِ احناف کے اقوال 726
باب : ردّ وھابیت 732
فصل : احکامِ تکفیر 732
کلمہ گو کافر کب ہوتا ہے؟ 732
قرآن کو ناقص یا اس کی ایک آیت کا انکار کرنا 733
حرام کو حلال سمجھنا 733
وہ بات کہنا جو اللہ عزوجل کی شایانِ شان نہ ہو 734
دعویٔ نبوت 734
انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنا 735
عالم و سیدزادے کی توہین کرنا 735
کرسمس ڈے جیسے کفار کے تہواروں کی تعظیم کرنا 736
کافر کو کافر کہنا و جاننا ضروریاتِ دین سے ہے 736
معروف شخص کی گمراہی کو روکنا 737
بدمذہب اور مرتد میں فرق 738
اعلیٰ حضرت نے گمراہ فرقوں کے خلاف قلمی جہاد کیوں کیا؟ 738
ظہیر صاحب کا میاں مٹھو بننا 740
ظہیر صاحب کا غلط عقائد بریلویوں کی طرف منسوب کرنا 740
وہابیوں کا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ اور احادیث سے اختلاف 742
وہابیوں کے نزدیک متعہ جائز 743
وہابی شیعوں کے نقشِ قدم پر 744
وہابیوں کے نزدیک مشت زنی جائز ہے 745
وہابیوں کے نزدیک ساس سے زنا کرنے پر عورت حرام نہیں ہوتی 745
شریعتِ وہابیہ میں سگی نانی و دادی سے نکاح جائز 746
وہابیوں کے نزدیک نماز میں قہقہہ لگانے سے نماز نہیں ٹوٹتی 746
وہابیوں کے نزدیک رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے 747
وہابیوں کے ہاں سنتِ مؤکدہ کے ترک پر مواخذہ نہیں 747
وہابیوں کو آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ نہیں ہوگا 748
کوئی نہیں جانتا کہ آسمان پر ستارے کتنے ہیں؟ 748
وہابیوں کا پاخانہ اور جماع کے دوران ذکر اللہ کو جائز کہنا 749
وہابیوں کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا 749
حیض کی مدت 750
وہابیوں کے نزدیک ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں جائز 750
وہابیوں کے نزدیک پاخانہ کرتے وقت قبلہ کو منہ اور پیٹھ کرنا جائز 751
وہابی شریعت کی اصل 751
وہابیوں کا کہنا کہ حضور علیہ السلام بھی وہابی تھے 752
بریلوی علماء پر شعراء و ماہرینِ تعلیم کی تکفیر کا الزام 753
کیا اعلیٰ حضرت نے عبدالباری فرنگی محلی کی تکفیر کی؟ 754

عبدالحئی لکھنوی کے اعلیٰ حضرت کے متعلق تاثرات 758
وہابی شروع سے ہی صحابہ وائمہ کرام کو اپنے سے کم علم سمجھتے تھے 760
دین میں زیادتی سے کیا مراد ہے؟ 761

فصل : وھابی مولویوں کی گستاخیاں 764

شاہ اسماعیل دہلوی کے باطل عقائد 764
اسماعیل دہلوی کے جہاد کی اصل حقیقت 768
نذیر حسین دہلوی کے نظریات 769
شاہ اسماعیل دہلوی کی 70 کفریہ عبارات 773
اسماعیل دہلوی کے متعلق علمائے اہل سنت کے فتاوی 779
تقویۃ الایمان کی عبارات کے تحت کئی وہابی پیشوا مشرک ٹھہرے 780
کوئی وہابی تعویذ کو جائز کہتا ہے اور کوئی ناجائز وشرک 784
کتاب تقویۃ الایمان اصل میں تفویۃ الایمان ہے 785
بغیر صحیح عقائد کے علم واعمال باطل ہیں 787
اعلیٰ حضرت نے ہر وہابی کو کافر نہیں کہا 790
وہابیوں سے نکاح ومیل جول ناجائز ہے 793
ہندوؤں کی نذر ونیاز کا کھانا 798
غیر اللہ کی نذر 800
خارجی جہنم کے کتے ہیں 800
وہابیوں سے مصافحہ کرنا 801
ثناء اللہ امرتسری کے کفریہ عقائد 803
ابن تیمیہ، ابن حزم، ابن قیم اور شوکانی کے نظریات 805
ابن عبدالوہاب نجدی کا پرچم گمراہی 808
ابن عبدالوہاب نجدی کا درود وسلام سے بغض 809
گستاخ کافروں سے زیادہ بدتر وخطرناک ہیں 810
وہابیوں کی ابتداء وانتہاء 811
ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق دیوبندی مولوی کے تاثرات 813
وہابیوں کا مکہ ومدینہ پر حملہ 813
وہابیوں کی مسلمانوں پر پابندی اور مشرکوں کو مرحبا 815
بدمذہب کا احترام کرنا 816
باطل فرقوں کی نشانی 816
وہابی اور دیوبندیوں کے عقائد ایک ہیں 817
قاسم نانوتوی کی کفریہ عبارت 818
رشید احمد گنگوہی کی گستاخیاں 821
اشرف علی تھانوی کا کفر 824
دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارتوں میں ہیرا پھیری 825
کیا اعلیٰ حضرت نے شبیر احمد عثمانی کی تکفیر کی؟ 828
بدمذہبوں کے پیچھے نماز 828
کسی کی وہابیت چیک کرنے کا طریقہ 829
بدمذہبوں سے میل جول 830
ندوۃ العلماء کے عقائد ونظریات 833
بدمذہبوں کی عبادات 836
وہابیوں کو اہل سنت کی مساجد میں آنے سے روکنا 837
وہابی کی نماز جنازہ پڑھنا 838
وہابیوں کے لیے ہدایت کی دعا کرنا 839
جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہو 839
وہابیوں کے سلام کا جواب 840
بدمذہب ومرتد سے نکاح 841
وہابیوں سے پڑھنا یا فتویٰ لینا 843
بدمذہب کا ذبیحہ 844
خارجیوں کے متعلق اسلاف کا عقیدہ 844
وہابیوں کی کتابیں پڑھنا اور تقاریر سننا 845

فصل: حج کے ملتوی ہونے کا فتوی 854

بریلوی علماء نے حج ملتوی کرنے کا فتویٰ کیوں دیا تھا؟ 855

فصل :اکابرین تحریکِ پاکستان کے متعلق بریلوی علماء کے نظریات 858

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے متعلق اہل سنت کا مؤقف 859

ظفر علی خاں کے اشعار 863
ابوالکلام آزاد کے عقائد ونظریات 863
سرسید احمد خاں کے باطل عقائد 866
محمد علی جناح صاحب کے متعلق اہل سنت کا مؤقف 868
عطاء اللہ شاہ بخاری 869
ضیاء الحق 869
پاکستان کی حکومت وہابیوں کے نزدیک کافر ہے 870

فصل: امام احمد رضا خان کے فتاوی جات 872

ترکی ٹوپی جلانا 872
انگریزی ٹوپی پہننا 872
علوی کو علیوی کہنا 873
علماء کی بدگوئی وتحقیر کرنا 874
امام ابوحنیفہ کے قیاس کا منکر 875
غیر خدا کو سجدہ تحیت کرنا 875
حضور علیہ السلام کو معبود کہنا 878
سبحانی ما اعظم شانی کہنا 879
عالم کو عویلم کہنا 881
کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر ہوں 881
کسی مسلمان کو کافر کہا اور وہ کافر نہ ہو 883
اعلیٰ حضرت تکفیر مسلم میں بہت محتاط تھے 883
ڈاکٹر محمد اقبال کا دیوبندیوں کی کفریہ عبارات کے متعلق کلام 884
شاہ اسماعیل دہلوی کے متعلق اعلیٰ حضرت کا مؤقف 884
سید اگر گمراہ ومرتد ہو؟ 885

فصل: کراماتِ اولیاءِ اللہ 888

کراماتِ اولیاء کا ثبوت 888
کرامات اولیاء کا منکر گمراہ ہے 889
وہابیوں کا کرامات اولیاء کو قصے کہانیاں کہنا 891
غوث پاک کا بارہ برس کی ڈوبی کشتی نکالنا 892
وہابیوں کا شیعوں سے اتحاد اور بخاری جلا دینے پر اتفاق 894
سال بھر کی راہ سے مرید کے پکارنے پر جواب 895
حضرت محمد فرغل کا قبر میں تصرف فرمانا 896
شیخ کا اپنی کھڑاؤں سے مدد کرنا 896
مرشد کو پکارنے پر مرید کا چوروں سے بچ جانا 897
فقیر کا دو کان الٹا دینے کی دھمکی دینا 897
رب تعالیٰ کی تلاش 899
اولیاء کرام کی جانوروں پر حکومت 900
سیدی احمد سجلماسی والا واقعہ 902
شیخ کا مریدوں کی نگہبانی کرنا 904
عبد الوہاب شعرانی اور کنیز والا واقعہ 904
اولیاء کرام کا چھپے حال جان لینا 907
بزرگانِ دین کے تبرک سے علم وحکمت ملنا 908
خارجیوں کے قرآن سے باطل استدلال کے متعلق حضرت علی کا فرمان 909
انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا دیکھنا وسننا 910
حضور علیہ السلام کا روضہ مبارک سے دست بوسی کروانا 912
صاحبِ مزار کو مزار پر آنے والوں کا علم ہونا 912
شہداء کا بھائی کی شادی میں شریک ہونا 913
اولیاء اللہ کی کرامات 914
مُردوں کو زندہ کرنا 915
حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت 917
اولیاء کے افعال اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتے 917
پیر کے ہوتے ہوئے کسی اور کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا 918
جانوروں کا اولیاء کرام کا ادب کرنا 918
اولیاء کرام کے صدقے سے قبر کا عذاب دور ہونا 919
ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے پر میت سے عذاب دور ہونا 920
وہابیوں کی الزام تراشیاں 920
مرید کو یا جنید یا جنید پڑھنے کا کہنا 921

اولیاءکرام کی نظرِکرم سے مراتب ملنا 926
حق فرقے کی پہچان 927
وہابی کا حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کرنا 928
حرفِ آخر 933

انتساب

سیدی ومرشدی مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے نام جنہوں نے بدمذہبوں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں رَد فرما کر مسلکِ اہل سنت وجماعت کی آبیاری فرمائی اوراس کو گمراہ لوگوں کی تحریف سے محفوظ فرمایا۔

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

پیش لفظ

سنن ابوداؤد، المعجم الاوسط للطبرانی اور المستدرک للحاکم کی صحیح حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **((إن اللـــه یبعـــث لهـذه الأمة علـــی رأس كـل مـائة سـ ینها))** ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو امت کیلئے ان کے دین کی تجدید کرے گا۔

(سنن أبی داود، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائة، ج4، صفحه109، المکتبة العصریة بیروت)

پچھلے مُجَدِّدِین رحمہم اللہ کی سیرت کو دیکھا جائے تو کسی نے فقہ کی تجدید کی، کسی نے تصوف کی، کسی نے اس وقت کے گمراہ فرقے کا رَدّ کیا اور کسی نے دین اکبری جیسے فتنے کو باطل ثابت کیا تو انہیں مُجَدِّد کہا گیا۔ چودہویں صدی کہ جس میں فتنوں کی بھرمار تھی، اس میں ایک نہیں کئی فتنے تھے، کہیں مسئلہ ختم نبوت و فتنہ قادیانیت تھا، کہیں گمراہ فرقے تھے، کہیں جعلی پیر تو کہیں ہندو مسلم اتحاد کا فتنہ تھا۔ اس دور میں اللہ عزوجل نے مجدد امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کو پیدا فرمایا جنہوں نے اسلامی تعلیمات کی صحیح عکاسی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **"ما ظهر أهل بدعة إلا أظهر الله فيهم حجة على لسان من خ**ــــــــــــ**لقه"** ترجمہ: جب بھی گمراہ لوگ ظاہر ہوں گے تو اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا اس کی زبان پر حجت ظاہر فرمادے گا۔ (یعنی وہ ان گمراہوں کے نظریات کو باطل ثابت کرے گا۔)

(کنز العمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد1، صفحہ 385، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

جب انگریزوں سے آزادی کے لئے تحریکِ خلافت وجود میں آئی جس میں ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی تھی گاندھی کو اپنا لیڈر بناکر مسجد کے منبروں پر بٹھایا جارہا تھا، اس کی جے بولی جارہی تھی بلکہ اسے رسول تک کہا جارہا تھا۔ اس وقت امام احمد رضا نے سب سے پہلے دو قومی نظریہ پیش کیا اور ہندو اتحاد کو ترک کرنے پر زور دیا۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا، مشرک لیکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جاکر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کرکے لیکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھاکر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز، دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا، مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا، آگ سے پھونکا، ان میں جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا، ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی ریزولیوشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری

جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھا دے گا، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا۔ یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے، یہ سب افعال و اقوال ضلال بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل و قابل اعدائے دین حمید و دشمنانِ رب مجید ہیں ﴿اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَعِبًا وَّلَھْوًا ○ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا ○ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ترجمہ: جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا، اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 133، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب بعض مسلمان سیاسی مولویوں نے گاندھی کو اپنا لیڈر بنا کر ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی چھوڑنے کا کہا تو آپ نے اس کا بھی ردّ فرمایا اور گائے کی قربانی جاری رکھنے کو واجب کہا چنانچہ فرماتے ہیں: "گائے کی قربانی ہندوستان میں اعظم شعائر اسلام سے ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔ اور ہم نے اپنے فتاوی میں ثابت کیا ہے کہ یہاں اس کی قربانی واجب ہے اور بلحاظ ہنود اس کا ترک ناجائز، کسی دینی کام کے لئے کفار سے چندہ لینا اول تو خود ہی ممنوع اور سخت معیوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "انا لا نستعین بمشرک ہم کسی مشرک سے مدد نہیں" لیتے۔ ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی کتابی کافر سے قربانی کا ذبح کرانا مکروہ ہے اگرچہ کتابی کا ذبیحہ جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے "کرہ ذبح الکتابی "کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے "لانھا قربۃ ولا ینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین" کیونکہ یہ عبادت ہے اور دینی امور میں کافر سے مدد لینا مناسب نہیں۔۔۔ تو مشرک سے مسلمان مجاہدوں کے لئے چندہ لے کر اس کی نگاہ میں اسلام کو معاذ اللہ محتاج و ذلیل ٹھہرانے کے لئے اس کے مذہب باطل کو اپنے دین پر فتح دینا اور اسلام کا ایک بڑا شعار بند کر دینا اسی کا کام ہوسکتا ہے جو سخت احمق اور اسلام کا نادان دوست یا صریح منافق اور اسلام کا چالاک دشمن ہو، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 566، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب گاندھی نے مسلمانوں کو پستی کی طرف لیجانے کی ایک اور چال چلی کہ مسلمان انگریزوں سے ترک موالات کرلیں ان کی نوکریاں چھوڑ دیں تو مسلمان ایسا کرنے پر دن بدن پست ہوتے گئے اور ہندو مضبوط، اس پر امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فرمایا: "بفرض غلط و بفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے، حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں اور جو دعوی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو، منافقانہ میل پر پھولے ہو، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا۔ لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال کل دولتیں دنیاوی جمیع اعزاز جملہ وجاہتیں صرف

ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انہیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف وخطر کچا ہی چبائیں، یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی، یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ **ہندو کیوں ملے ہیں اس کا راز:** میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت وگاندھی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا، اس کا اعادہ موجب افادہ۔ مسلمانوں کا رب جل وعلا فرماتا ہے ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ**﴾ اے ایمان والو! کسی کا فر کو اپنا ہم راز نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے، ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے کھل چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے۔ بیشک ہم نے تمہیں صاف صاف نشانیاں بتا دیں اگر عقل رکھتے ہو۔

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ﴿**وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا**﴾ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے، خیر خواہی درکنار کبھی بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، پھر انہیں یار وانصار بنانا ان سے وداد واتحاد منانا ان کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے؟ اور ضرور ہے ﴿**وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ**﴾ مگر تمہیں نگاہ نہیں۔ آؤ اب ہم تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور ان کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں، دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

اول: اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم: یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم: یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں۔ **اولا:** جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔ **ثانیا:** جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرا دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہو ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں، بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد ومزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔ **ثالثا:** جب یہ بھی نہ بنی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کر دو۔ امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کام دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ وہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوق اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں، قُرقیاں ہوں گی تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے، نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف تلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے،

دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ'وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔''ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالیٰ۔۔۔۔'' (فتاوی رضویہ جلد14، صفحہ535، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت انگریزوں سے آزادی تو چاہتے تھے لیکن وہ اس آزادی کے لئے ہندو گاندھی کو مسلمانوں کا لیڈر بنانے پر راضی نہ تھے، یہی دوقومی نظریہ کی بنیاد تھی۔آپ نے ہندو سازشوں کو بہترین انداز میں بے نقاب کیا۔امام احمد رضا خان کی اس حکمت عملی کا اعتراف کرتے ہوئے نامور سائنسدان پاکستان کے قابل فخر شخصیت ڈاکٹر عبدالقدیر خاں صاحب نے ایٹمی دھماکوں سے چند دن قبل 24 مئی 1998ء کو درج ذیل بیان جاری کیا:''آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کرکے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا۔استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔اس پرآشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جس کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کردیا۔امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تھی۔آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفاشعاری کا نشان مجسم تھی۔'' (پمفلٹ وبل، صفحہ2,3، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

مولانا کوثر نیازی صاحب لکھتے ہیں:''امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمیں کو خوب دیکھ رہے تھے۔انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائداعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے۔دیکھا جائے تو دوقومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرت مقتدی۔پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔''

(امام احمد رضا خان بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، صفحہ15، 14، معارف نعمانیہ لاہور)

چودھویں صدی کا سب سے بڑا فتنہ گمراہ فرقے تھے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ان فرقوں کے عقائد کے رد میں کئی تصانیف فرمائیں۔ان میں رد قادیانیت اور رد شیعہ پر کئی رسائل تصنیف فرمائے۔رد قادیانیت پر درج ذیل رسائل تحریر فرمائے:۔

(1)المبین ختم النبیین (حضور کے خاتم النبیین ہونے کے واضح دلائل)

(2)السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (جھوٹے مسیح پر وبال اور عذاب)

(3)قہر الدیان علی مرتد بقادیان (قادیانی مرتد پر قہر خداوندی)

(4)جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ (دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء)

(5)الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (قادیانی مرتد پر خدائی خنجر)

اس طرح رد شیعیت پر کئی رسائل لکھے جن میں چند درج ذیل ہیں:۔

(1) ردّ الرفضۃ (تبرائی رافضیوں کا ردِ بلیغ)

(2) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (ملعونوں کی اذان کے بارے میں نیزے چبھونے والے دلائل)

(3) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھندو بیان الشھادۃ (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

ان فرقوں میں ایک وہابی فرقہ تھا جو دیوبند اور غیر مقلدوں پر مشتمل تھا۔ دیوبند عقائد کے لحاظ سے وہابی ہیں اور فقہ حنفی کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، جبکہ غیر مقلد وہابی کسی ایک امام کے مقلد نہیں جو مسئلہ جس فقہ کا اچھا اور آسان لگتا ہے اسے لے لیتے ہیں۔ رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے فتاوی رشیدیہ میں صاف کہا ہے: ''عقائد میں سب متحد ہیں مقلد اور غیر مقلد (یعنی دیوبندی اور وہابی) البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔'' پھر ایک جگہ ابن عبد الوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں کے متعلق لکھتے ہیں: ''محمد بن عبد الوہاب کے عقائد عمدہ تھے وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔'' (فتاوی رشیدیہ، مسائل متفرقہ، صفحہ 235، قرآن محل، کراچی)

دیوبندی حنفی ہونے کے ساتھ ساتھ اہل سنت و جماعت ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں، جبکہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے کہ فرقہ اہل سنت مخصوص افراد پر مشتمل نہیں بلکہ مخصوص عقائد پر مشتمل ہے۔ جس کا عقیدہ اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہوگا، وہ خود کو لاکھ سنی کہے وہ بدمذہب ہے۔ لہٰذا دیوبندی اگر حنفی بھی ہوں لیکن جب ان کے عقائد اہل سنت والے نہیں بلکہ وہابیوں والے ہیں تو یہ قطعاً اہل سنت نہیں ہیں۔

ہندوستان میں وہابیت کا بیج اسماعیل دہلوی نے بویا۔ دیوبندی اور وہابی اسماعیل دہلوی کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی جس میں مسلمانوں کے کئی جائز و مستحب افعال کو شرک کہا۔ جبکہ گنگوہی صاحب اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔'' (فتاوی رشیدیہ، کتاب الایمان والکفر، صفحہ 41، قرآن محل، کراچی)

وہابی ابن عبد الوہاب کے پیروکار تھے اور وہ خارجی تھا۔ اس کے خارجی ہونے کی علمائے کرام نے صراحت فرمائی ہے چنانچہ وہابیوں کی حرمین شریفین پر قتل و غارت پر کلام کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الجہاد، باب البغاۃ میں زیرِ بیان خوارج میں فرماتے ہیں "کما وقع فی زماننا فی اتباع (ابن) عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانو ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقد وا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقاد ھم مشرکون و استباحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللّٰہ تعالی شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثالث وثلثین و مائتین والف " ترجمہ: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسے ہمارے زمانے میں پیروانِ ابن عبد الوہاب میں سے ہوئے۔ وہ جنہوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر غلبہ حاصل کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہلسنت کا قتل اور ان کے علماء کو شہید کرنا مباح ٹھہرالیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کیے اور بارہ سو تینتیس کو لشکرِ مسلمین کو ان پر فتح بخشی۔

(رد المحتار، کتاب الجہاد، باب البغاۃ، جلد4، صفحہ262، دار الفکر، بیروت)

خارجی فرقہ کی تاریخ بہت پرانی ہے یہ فرقہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک سمجھتا ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت صحابہ کرام تابعین کو بھی مشرک سمجھتے تھے اور ان کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ یہ خارجی اس بات پر گمراہ ہوئے کہ جب واقعہ صفّین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو حاکم بنایا تو خارجیوں نے کہا علی نے شرک کیا۔ حاکم صرف رب کی ذات ہے۔ اور دلیل میں یہ آیت پڑھتے تھے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ (سورۃ الانعام، سورت6، آیت 57)

پھر یہ خارجی قرآن پاک کی آیات کو توڑ موڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرک ثابت کرتے تھے۔ کنز العمال میں ہے "عن علی أنه أتاه رجل من الخوارج فقال ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ أليس كذلك؟ قال بلى فانصرف عنه ثم قال ارجع أي قال إنما نزلت في أهل الكتاب" ترجمہ: ایک خارجی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور یہ آیت پیش کی: سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیریاں اور روشنی پیدا کی اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ پھر کہا: کیا ایسا نہیں ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: کیوں نہیں۔ جب خارجی جانے لگا تو حضرت علی نے اسے واپس بلایا اور کہا یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی تفسیر، سورۃ الأنعام، جلد2، صفحہ 520، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

یعنی خارجی نے پہلے حضرت علی کو مشرک ثابت کرتے ہوئے یہ آیت پیش کی، پھر آپ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے، اسے مجھ پر منطبق نہ کرو۔ خارجی حضرت علی کو معاذ اللہ مشرک ٹھہراتے ہوئے آپ کے سامنے نعرے لگاتے تھے۔ تاریخ طبری میں ہے "عن كثير بن بهز الحضرمي، قال قام علي في الناس يخطبهم ذات يوم، فقال رجل من جانب المسجد لا حكم إلا لله، فقام آخر فقال مثل ذلك، ثم توالى عدة رجال يحكمون، فقال علي الله أكبر، كلمة حق يلتمس بها باطل" ترجمہ: کثیر بن حضرمی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو مسجد کی ایک جانب سے ایک خارجی شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا "لا حُكْمَ الا لِلّٰه" پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے بھی ایسا کہنا شروع کر دیا۔ اس طرح پے در پے کئی خارجی یہی نعرہ لگاتے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کے اس رویے پر فرمایا اللہ اکبر یہ کلمہ تو ٹھیک ہے لیکن اس سے جو (شرک کا) استدلال ہے وہ باطل ہے۔ (تاریخ الطبری، الجزء الخامس، جلد5، صفحہ 73، دار التراث، بیروت)

جس طرح آج مسلمانوں کو مشرک ثابت کر کے شہید کیا جاتا ہے، مزاروں کو شہید کرنے کو ثواب عظیم سمجھا جاتا ہے اور اس کو حصول جنت کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے، خارجی بھی ایسے ہی عقائد کے حامل تھے۔ جب جنگ نہروان کے وقت حضرت علی نے انہیں سمجھایا کہ تم لوگوں کا یہ سمجھنا کہ ہمیں قتل کرنا تمہارے لئے حلال ہے درست نہیں۔ ہم کلمہ پڑھنے والوں کا خون کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ اس وقت خارجیوں نے ایک دوسرے کو کہا "لا تخاطبوهم، ولا تكلموهم، وتهيئوا للقاء الرب، الرواح الرواح إلى الجنة" ترجمہ: ان کی

بات سنو نہ ان سے کلام کرو، اپنے رب سے ملاقات کرنے کی تیاری کرو۔ چلو چلو جنت کی طرف چلو۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، جلد5، صفحہ 85، دار التراث، بیروت)

صحابی رسول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی وجہ سے خارجیوں کو کہ وہ قرآن مجید کی تحریف کرتے ہیں بدترین مخلوق جانتے تھے چنانچہ بخاری میں ہے "کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللّٰہ وقال انّھم انطلقو الی ایاتٍ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین" ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اُٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دی۔ (صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین، باب قتل الخوارج، جلد9، صفحہ16، دار طوق النجاۃ)

وہابیوں نے شرک وبدعت کی اپنی ہی خود ساختہ تعریف بنائی ہوئی ہے۔ اس تعریف کے مطابق سوائے ان کے تمام مسلمان بدعتی و مشرک ہیں۔ یہ توحید وسنت کی آڑ میں اپنے عقیدے کی ترویج چاہتے ہیں۔ ان ہی کے فرقے کو چھوڑ کر عبد اللہ چکڑالوی جو منکر حدیث تھا اس نے خود ساختہ توحید پرستی کی انتہا کر دی، اس نے تو حدیث ماننے کو شرک کہہ دیا۔ چنانچہ آئینہ پرویزیت میں وہابی مولوی عبد الرحمٰن کیلانی لکھتا ہے: ''عبد اللہ چکڑالوی: آپ ضلع گورداسپور کے موضع چکڑالہ میں پیدا ہوئے اور اس نسبت سے چکڑالوی کہلاتے ہیں۔ آپ ایک الگ فرقہ مسمی اہل القرآن کے بانی ہیں۔ آپ کا تبلیغی مرکز لاہور تھا۔ آپ پہلے اہل حدیث اور متبع سنت تھے۔ بعد میں حجیت حدیث سے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ اسے شرک فی الکتاب قرار دینے لگے۔ وہ کہتے ہیں: پس کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کے احکام کو مانا جاتا ہے اسی طرح کسی اور کتاب یا شخص کے قول یا فعل کو دین اسلام میں مانا جائے خواہ فرضا جملہ رسل وانبیاء کا قول یا فعل ہی کیوں نہ ہو، شرک موجب عذاب ہے۔۔۔ یعنی دین میں اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم ماننا بھی اعمال کو باطل کرنیوالا باعث ابدی ودائمی عذاب ہے۔ افسوس شرک فی الحکم میں آج کل اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ ترجمۃ القرآن، صفحہ 98۔''

(آئینہ پرویزیت، صفحہ 119، مکتبۃ السلام، لاہور)

وہابیوں کے نزدیک نبی یا کسی بزرگ کی تعظیم کرنا یا اس چیز کی تعظیم کرنا جو بزرگوں سے نسبت رکھنے والی ہو شرک ہے چنانچہ تقویۃ الایمان میں ہے: ''گردوپیش (حرم کے اردگرد) کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر، پیغمبر یا بھوت وپری کے مکانوں کے گردوپیش کے جنگل کا ادب کرے تو اس پر شرک ثابت ہے۔''

(تقویۃ الایمان، مقدمۃ الکتاب، صفحہ 8، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

لہٰذا ان کے نزدیک پکی توحید یہ ہے کہ نبی کی تعظیم عام انسانوں سے بھی کم کرو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے متعلق اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: ''جو بشر کی سی تعریف ہو (وہ کرو) اس میں بھی اختصار (کمی) کرو۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس فی رد الاشراک، صفحہ 44، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

وہابیوں کے نزدیک غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے اور جو اس سے باز نہیں آتا اس کا قتل جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے وہابیوں کے عقائد کا شدومد سے رد فرمایا اور صحیح تعلیماتِ اہل سنت کو عام کیا چنانچہ فرماتے ہیں: ''یامعشر المسلمین یہ فرقہ غیر

مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہب اربعہ کو چور اہلتا ئیں ائمہ ہدی کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمانوں کو کافر مشرک بنائیں، قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر، بیگانہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال خدا کو حرام، کہیں ان کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی واظہر ۔۔۔۔اصل اس گروہ ناحق پژدہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے "عن نافع عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہما قال ذکر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال (**اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللّٰہ وفی نجدنا قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللّٰہ وفی نجدنا** فاظنّہ قال فی الثالثۃ **ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان**)" نافع سے ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔حضور نے دوبارہ وہی دُعا کی الٰہی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں، الٰہی! ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں۔صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔۔۔۔اس خبرِ صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق عبد الوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ "پدر اگر نتواند پسر تمام کند" (باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کردے گا) تیرھویں صدی میں حرمین شریفین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اُٹھا نہ رکھا ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ حاصل اُن کے عقائد زائغہ (ٹیرھے) کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔اسی بناء پر انہوں نے حرمِ خدا وحریمِ مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذاً باللہ دار الحرب اور وہاں کے سُکّانِ کرام ہمسائیگانِ خدا اور رسول کو (خاکم بدہانِ گستاخاں) کافر ومشرک ٹھہرایا اور بنامِ جہاد خروج کر کے لوائے فتنہ عظمٰی پر شیطانیت کبریٰ کا پرچم اُڑایا۔۔۔۔

غرض یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع ومردود ہو کر اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں قدم جمائے، بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک، یہاں یہ طائفہ بحکم ﴿الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا﴾ (وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے)۔خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا، دوسرے نے "قدم عشق پیشتر بہتر" (عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے۔) کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ انہیں گمراہ یہ اُنہیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنت وعداوت اہلِ حق میں پھر ملت واحدہ رہے، ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہوتا ہے۔) ان کے امام

وہابی وثائی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کو مشرک کافر بنانے کو حدیث صحیح مسلم "لا یذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزی (الی قولہ) یبعث اللّٰہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الی دین اٰبائھم "مشکوٰۃ کے باب "لا تقوم الساعۃ شرار الناس" سے نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجودہ پر جمادی جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعزّی کی پھر سے پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھا لے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہو جائے گی۔ اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا (یعنی وہ ہوا چل گئی۔) انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی تو واجب ہُوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تُو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے؟ تم سب بھی انہیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، سچ آیا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "حبک الشیء یعمی ویصم" محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔

شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا۔ غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرائے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے، اور اس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوٰۃ کے اُسی "باب لا تقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس" میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلافصل دوسری حدیث مفصل۔ اسی صحیح مسلم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنٰی واضح ہوتے اور اُس میں صراحۃً ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغاز بُت پرستی کا منشا کیا ہوگا؟۔۔۔

واقعی یہ لوگ اُن پُرانے خوارج کے ٹھیک ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی وتیرے، خارجیوں کا داب تھا کہ اپنا ظاہر اس قدر متشرع (خود کو مولوی) بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابندِ شرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ عجب دام در سبزہ تھا مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنیں وچناں برزم خبیث، پھر ان کے اکثر مکلّبین ظاہری پابندی شرع میں خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہلسنّت کان کھول کر سُن لیں دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا "تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم" تم حقیر جانو گے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال کو اُن کے اعمال کے مقابل۔ باہمہ ارشاد

فرمایا"ویقرؤون القرآن لیجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ "رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے پر گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔۔۔"

(فتاوی رضویہ جلد6، صفحہ656۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مجدد کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ احسن انداز میں دین کو تازہ کرے اور جو غیر شرعی باتیں اس میں داخل ہوئی ہوں اسے دور کرے۔ اس لحاظ سے بدمذہبوں کے برے عقائد کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا اور اسے قرآن وسنت کے خلاف ثابت کرنا امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن پر لازم تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا((إذا ظھرت البدع ولعن آخر ہذہ الأمۃ أولھا فمن کان عندہ علم فلینشرہ فإن کاتم العلم یومئذ ککاتم ما أنزل اللہ علی محمد)) گمراہی ظاہر ہو اور بعد میں آنے والے پہلوں پر لعنت کریں۔ (جیسے صحابہ کرام، اہل بیت اور ائمہ کرام پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے) اس وقت جس کے پاس علم ہو وہ اپنا علم (ان گمراہوں کے خلاف) واضح کرے۔ اس وقت اگر اس نے اپنا علم چھپایا تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے اس کو چھپایا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رب تعالٰی نے نازل فرمایا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، الباب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد1، صفحہ316، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

الغرض امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ایک مجدد کی ذمہ داری کو بہت احسن انداز میں سرانجام دیا اور امت مسلمہ کو کثیر اسلامی مواد فراہم کیا، جو قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، جدید علوم پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان پاکستان سمیت پوری دنیا میں امام احمد رضا خان کی شخصیت وعلمیت پر فی الوقت 24 پی۔ایچ۔ڈی اور کثیر ایم۔فل ہو چکے ہیں اور مزید جاری ہیں۔ ایک پی۔ایچ۔ڈی آپ نے جو سائنس کے موضوع پر لکھا ہے اس پر ہو رہی ہے۔

لیکن اہل سنت کی مظلومیت یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سرکاری اداروں خصوصا یونیورسٹیوں پر وہابیوں نے اپنا تسلط جما کر امام احمد رضا خان کی شخصیت کو بالکل نظر انداز کردیا اور اپنے عقیدے کے علماء کو مجاہد وعلم وحکمت کے پیکر بنا دیا۔ وہ اسماعیل دہلوی جو انگریزوں کے پیسوں پر سکھوں سے لڑنے نکلا اور مسلمان پٹھانوں کے ہاتھوں مارا گیا، وہ مجاہد بن بیٹھا۔ آج ہر فرقے والے دعویدار ہو گئے کہ ہم نے پاکستان بنایا ہے۔ جس مفکر اسلام نے دین اسلام کی آبیاری کی بدمذہبوں نے اسے بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، اس کے خلاف کتابیں لکھ کر ہندوستان وسعودیہ وغیرہ میں یہ ظاہر کرنے کی مذموم کوشش کی گئی کہ یہ ایک نئے مذہب **"بریلوی"** کا بانی تھا ایک پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ میں سعودیہ گیا تو وہاں ایک پروفیسر سے ملاقات ہوئی اس نے امام احمد رضا خان کے بارے میں کہا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنے کو جائز کہتے تھے۔ میں نے کہا نہیں وہ تو اسے ناجائز کہتے تھے۔ سعودی پروفیسر نے کہا کہ ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنے کو جائز کہتے ہیں۔

درحقیقت بریلوی کوئی نیا مذہب نہ تھا بلکہ ہندوستان میں جب دیگر فرقے خود کو توحید پرست، قرآن وسنت کا پیکر ظاہر کرنے کی کوشش میں تھے اور اپنے عقائد کو قرآن وحدیث سے باطل استدلال کر کے ثابت کررہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر اعتراض کررہے تھے، ختم نبوت کے معنی میں تحریف کررہے تھے، مذہب اہل سنت کو بدلنے کی کوشش کررہے تھے۔ اس وقت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ان کے باطل عقائد کا قرآن وحدیث اور عقائد اہل سنت سے رد فرمایا اور دین اسلام کی تجدید کی، جس کی وجہ سے ان کے متبعین کو بدمذہب بریلوی کہنا شروع ہوگئے۔ ورنہ بریلوی کوئی نیا دین نہ تھا۔ کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ بریلویوں کے عقائد اہل سنت کے خلاف ہیں۔ جس طرح حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی ایک نسبت ہے اور عقائد سب کے اہل سنت والے ہیں۔ اسی طرح بریلوی بھی ایک نسبت ہے جو برصغیر میں سُنّیت کی پہچان ہے۔ فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "مذہب حق اہل سنت و جماعت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے۔ اسی لئے ضرورت کے لحاظ سے ہر زمانہ میں مذہب حق کو امتیاز کے لئے الگ الگ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں مثلاً صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں جب معتزلہ ظاہر ہوئے تو اُس وقت کے تمام صحابہ وتابعین جن میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت حسن بصری جیسے جلیل القدر صحابی وتابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، سب نے مل کر معتزلہ کے باطل عقائد کا رَد کیا، لیکن حضرت ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے اصحاب نے بڑی سختی سے رَد کرتے ہوئے ان کے خلاف کتابیں تحریر کیں، جس کی وجہ سے اہل سنت کو معتزلہ سے ممتاز کرنے کے لئے اشعری کہا گیا۔

اسی طرح موجودہ دور میں بھی اولیاء کرام ودیگر علمائے عظام نے بدعقیدہ فرقوں کا رَد کیا اور مذہب اہل سنت کی خدمات انجام دی ہیں، لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے بڑی سختی سے ان کا رَد کیا اور ان کے باطل عقائد کے خلاف بے شمار کتابیں تصنیف فرما کر اولیاء کرام کے عقائد ونظریات کو عام کیا، اس لئے مذہب حق اہل سنت کو تمام باطل فرقوں، قادیانی، دیوبندی، وہابی اور مودودی وغیرہم سے ممتاز کرنے لئے "**مسلک اعلیٰ حضرت**" خاص وعام میں رائج ہوا، جسے عامۃ المسلمین نے پسند بھی کیا اور حدیث شریف میں ہے "**ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن**" یعنی جس کو عامۃ المسلمین اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔"

(فتاوی فقیہ ملت، جلد2، صفحہ429، شبیر برادرز، لاہور)

مبلغِ اسلام حضرت علامہ سیّد محمد مدنی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "غور فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے، از اوّل تا آخر مقلد رہے، ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی، نیز سلف صالحین وائمہ ومجتہدین کے ارشادات اور مسلکِ اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لئے بھی "سبیل مومنین صالحین" سے نہیں ہٹے۔ اب اگر ایسے کے ارشاداتِ حقانیہ اور توضیحات وتشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں سلفِ صالحین کی رَوش کے مطابق یقین کرنے والوں کو "بریلوی" کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت وسنیت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیا گیا؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل

بریلوی کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کرلیا گیا؟“

(سیّد محمد مدنی، شیخ الاسلام، تعلیم، دورِ حاضر میں بریلوی ، اہل سنت کا علامتی نشان، صفحہ 10، 11، مکتبہ حبیبیہ، لاہور)

امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں الازہری مدظلہ عالیہ سے ایک انٹرویو کے دوران جب سوال کیا گیا کہ پاکستان میں بعض لوگ اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں اور بعض اپنے آپ کو دیوبندی، کیا یہ اچھی بات ہے؟ اس کے جواب میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں: ”بریلوی کوئی مسلک نہیں ۔ ہم مسلمان ہیں، اہلسنت و جماعت ہیں ۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، حضور کے اصحاب کا ادب کرتے ہیں، حضور کے اہلبیت سے محبت کرتے ہیں، حضور کی امت کے اولیا اللہ سے عقیدت رکھتے ہیں، فقہ میں امامِ اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہیں ۔ ہم اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے، ہمارے مخالف ہمیں بریلوی کہتے ہیں ۔“ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، صفحہ 14، فروری 1988ء)

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں پر کاربند رہے، مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا لکھتے ہیں: ”تیسرا فریق وہ تھا جو شدّت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا، اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے ۔“ (حیات شبلی، صفحہ 46، بحوالہ تعریب تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ 22)

ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں: ”یہ جماعت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے ۔ مگر دیوبندی مقلدین (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم یافتگانِ مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں بریلوی کہتے ہیں ۔“

(تراجم علمائے حدیث ہند، صفحہ 376، مطبوعہ سبحانی اکیڈمی، لاہور)

مشہور رائٹر شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں: ”انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی ۔“

(موج کوثر، صفحہ 70، طبع ہفتم 1966ء)

وہابیوں کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ”امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسّی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے ۔“

(شمع توحید، صفحہ 40، مطبوعہ سرگودھا)

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی کے القاب میں سے ایک لقب ہی عالم اہل السنۃ تھا ۔ اہل سنت و جماعت کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سُنی کانفرنس کا رکن بننے کے لئے سُنی ہونا شرط تھا، اس کے فارم پر سُنی کی یہ تعریف درج تھی: ”سُنی وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہوسکتا ہو، یہ وہ لوگ ہیں، جو ائمہ دین، خلفاء اسلام اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے شیخ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو ۔“

(خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، صفحہ 85،86، مکتبہ رضویہ، لاہور)

اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان ہی عقائد وافکار کو نشانہ بنا رہے ہیں جو زمانہ قدیم سے اہل سنت والجماعت کے چلے آ رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ کھلے الفاظ میں اہل سنت کے عقائد کو مشرکانہ اور غیر اسلامی قرار دے سکیں، باب عقائد میں آپ دیکھیں گے کہ جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرکانہ قرار دیا گیا ہے، وہ قرآن وحدیث اور متقدمین علمائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہیں، کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی پیش نہیں کیا جا سکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو اور متقدمین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔

موضوع کو اختیار کرنے کا سبب

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر" میں ایک حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((المؤمن أربعة أعداء مؤمن يحسده ومن... وشيطان يضله وكافر يقاتله)) یعنی چار دشمن ہیں: مومن اس سے حسد کرتا ہے، منافق اس سے بُغض رکھتا ہے، شیطان اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کافر اسے قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر، حرف اللام، جلد3، صفحہ 26، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی بدمذہبوں نے منافقوں والا کردار ادا کیا۔ ان کی اسلامی خدمات کو چھپانے کی کوشش کی اور ان پر انگریزوں کی غلامی، آزادی کی مخالفت کے الزام لگائے اور اسے جھوٹ اور تحریفوں کے ذریعے ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی۔ کوئی بھی نیا فرقہ اس وقت پروان نہیں چڑھتا جب تک وہ دو چیزیں نہ اپنائے۔ ایک یہ کہ قرآن وحدیث کو توڑ موڑ کر اپنے عقیدے کو صحیح ثابت کرے اور دوسرا یہ کہ اہل سنت فرقہ کو گمراہ ثابت نہ کر دے۔ وہابی خود کو توحیدی واہل حدیث ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی توڑ موڑ تو کرتے ہیں، اب ان کے لئے یہ بڑا مسئلہ تھا کہ اہل سنت کو کیسے گمراہ ثابت کیا جائے؟ چنانچہ وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر نے اہل سنت کو گمراہ ثابت کرنے کے لئے پاکستانی صدر ضیاء الحق کے دور میں ایک کتاب بنام "البریلویۃ" عربی زبان میں لکھی جس میں اس نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن پر بہتان لگائے، بریلویوں کو گمراہ ومشرک ثابت کرنے کے لئے عبارتوں میں تحریفات کیں۔ جب اس کا بہترین جواب شرف ملت مولانا عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تو بجائے اس کے کہ وہابی اپنی غلطیوں سے رجوع کریں بلکہ ایک وہابی نے البریلویۃ کا ترجمہ اور مزید حاشیہ لگا دیا جس میں ایک آدھ جگہ پر عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اعتراض کر کے اپنے دیگر وہابیوں کو یہ جتلا دیا کہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی جواب دیدیا گیا ہے۔ یہی آج کل رائج ہے کہ ہر بدمذہب فرقہ اپنے خلاف لکھی گئی کتاب کا بالتفصیل جواب نہیں دیتا ادھر اُدھر کی مار کر اپنے فرقے والوں کو یہ تسلی دیتا ہے کہ جواب ہو گیا ہے۔

"البریلویۃ" کافی عرصہ سے دنیا کے کئی ممالک میں کئی زبانوں میں جاری ہے اور لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہی ہے۔ پاکستان کی حکومت نے اس کتاب پر کوئی پابندی نہیں لگائی، بلکہ کئی سالوں بعد اس کا اردو ترجمہ کر کے اس کی تشہیر کی جا رہی ہے، انٹرنیٹ کی ویب

سائیٹس پر یہ کتاب عام کی جارہی ہے، اس کے سوفٹ ویئر بنائے جارہے ہیں۔یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ دیوبندی مولوی خالد مانچسٹر اور الیاس گھمن اور دیگر وہابی مولویوں نے اسی کتاب ''البریلویہ'' سے مواد لے کر اپنی کتب میں شامل کیا ہے اور اہل سنت بریلوی مسلک کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس لئے راقم الحروف نے ضروری سمجھا کہ اس پوری کتاب کا بالتفصیل جواب دے کر مسلمانوں کو غلط فہمی سے بچایا جائے۔اس سے پہلے البریلویہ کا کئی علمائے اہل سنت نے جواب دیا ہے لیکن زیادہ تر پہلے باب کا جواب دیا گیا ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر مبنی تھا۔الحمد للہ عزوجل! فقیر نے علمائے اہل سنت کے توسل سے اس پوری کتاب کو متن کی صورت میں اوپر رکھ کر نیچے ہر اعتراض کا جواب احسن انداز میں دینے کی کوشش کی ہے۔ان شاء اللہ عزوجل! علمائے اہل سنت ضرور اسے پسند فرما کر مجھ جیسے ادنیٰ غلام اہل سنت کو دعاؤں سے نوازیں گے۔

ہوسکتا بعض مسلمانوں کو یہ موضوع اچھا نہ لگے، چونکہ آج کل صلح کلیت کی ہوا ہے، اسی ظاہری دیندار شخص کو پسند کیا جاتا ہے جو ہر فرقے سے اتحاد کئے پھرتا ہے بلکہ اب تو عیسائیوں سے اتحاد کرنے والے بھی ہو گئے ہیں۔میڈیا میں بھی بعض ایسے ہی مذہبی لوگوں کی موجیں ہیں جو یہ کہتے ہیں سب بھائی بھائی ہیں۔آئندہ وقت میں ایسے ہی جاہل حب جاہ کے مارے مذہبی لبادہ اوڑھے بظاہر کامیاب نظر آئیں گے۔جبکہ درحقیقت ایسی سوچ فرقہ واریت اور لوگوں کے صحیح عقائد کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔میڈیا میں جو تجزیہ کار مسلمان سیاستدانوں کی عزت اچھالے، اس پر الزام تراشی کرے تو اسے حق گوئی سمجھا جاتا ہے، اللہ عزوجل کی نعمت سمجھا جاتا ہے، لیکن جب کوئی سنّی عالم بدعقیدہ لوگوں کی نشاندہی کرے جو کہ حقیقت میں حق گوئی ہے تو اسے شدت پسند ٹھہرادیا جاتا ہے۔

کئی لوگ ریڈی میڈ صوفی بن کر یہ کہتے نظر آتے ہیں، کسی کو بُرا نہ کہو، ہر کلمہ پڑھنے والا ٹھیک ہے، جب اسی صوفی کے کسی مرید کو بدمذہب یہ کہہ دے کہ یہ پیری فقیری ناجائز ہے تو صوفی صاحب کے پاس اتنا بھی علم نہیں ہوتا کہ اپنے ہی مرید کو مطمئن کر سکے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک ہر دور میں علماءِ دین اپنے دور کے گمراہوں کے عقائد و اعمال کا منہ توڑ جواب دیتے آئے ہیں۔کئی احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعقیدہ لوگوں کے متعلق وعیدیں ارشاد فرمائیں حالانکہ وہ کلمہ گو تھے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو گمراہ فرقوں قدریہ (جو تقدیر کے منکر تھے) اور مرجیہ (جو کہتے تھے کہ جیسے کافر کو کوئی نیکی مفید نہیں ایسے ہی مسلمان کو کوئی گناہ مضر نہیں جو چاہے کرے۔) کے متعلق فرمایا **((صنفان من أمتی لیس لهما فی الإسلام نصیب المرجئة والقدریة))** ترجمہ: میری امت کے دو گروہ ہیں۔جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں مرجیہ اور قدریہ۔

(جامع ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء فی القدریة، جلد4، صفحہ543، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

ایک حدیث میں آیا **((لو ان صاحب بدعة مكذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بين الركن والمقام لم ينظر الله في شئ من امره حتى يد[illegible]))** بدمذہب تقدیر کا منکر خاص حجر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے درمیان محض مظلوم و صابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثوابِ الٰہی عزوجل ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے۔ (العلل المتناہیہ، حدیث 215، جلد1، صفحہ 140، نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

فقط تقدیر کے منکر ہونے پر اللہ عزوجل جیسی رحمٰن ورحیم ذات نظر رحمت نہ فرمائے اور موجودہ دور کے بعض مسلمان گستاخ رسول اور گستاخ صحابہ سے محبتیں کرتے پھرتے ہیں اور پھر معاذ اللہ یہ کفر بولتے ہیں، سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے۔ شریعت نے گمراہوں سے نفرت کرنے کا حکم دیا ہے کہ یہ گمراہ دین اسلام کی اصل شکل کو بگاڑتے ہیں۔ ان گمراہوں سے نفرت کرنا ثواب اور ان سے محبت کرنا گناہ ہے۔ حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک روایت کرتے ہیں "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((من أعرض عن صاحب بدعۃ بغضا لہ فی اللہ، ملأ اللہ قلبہ أمنا وإیمانا، ومن انتہر صاحب بدعۃ آمنہ اللہ یوم الفزع الأکبر، ومن أہان صاحب بدعۃ رفعہ اللہ فی الجنۃ مائۃ درجۃ ومن سلم علی صاحب بدعۃ أو لقیہ بالبشر أو استقبلہ بما یسرہ، فقد استخف بما أنزل اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)) اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا جو اللہ عزوجل کے لئے گمراہ شخص سے بغض رکھے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن وایمان سے بھر دے گا۔ جو گمراہ کو ڈانٹے اللہ عزوجل قیامت والے دن اسے امن عطا فرمائے گا۔ جو گمراہ شخص کی بے عزتی کرے اللہ عزوجل جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے گا۔ جو گمراہ شخص کو سلام کرے یا اس سے مسکراتے ہوئے ملے یا اس کا استقبال کرے کہ وہ خوش ہو تو اس نے محمد پر نازل کردہ کی تحقیر کی۔

(تاریخ بغداد، باب العین، جلد 11، صفحہ 545، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

امام غزالی جیسے صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے گمراہوں کے عقائد کے رَدّ کو باعث ثواب فرمایا ہے چنانچہ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں" اما المبتدع الذی یدعو الی البدعۃ ویزعم ان ما یدعو الیہ حق فھو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظھار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد۔" ترجمہ: گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس کا شر زیادہ موثر ہے، ایسے شخص کو برا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعث اجر وثواب ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الالفۃ والاخوۃ، بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ، جلد 02، صفحہ 169، دار المعرفۃ، بیروت)

بلکہ ایک حدیث میں رحمۃ للعالمین نے گستاخ صحابہ پر لعنت کا حکم دیا چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((إذا رأیتم الذین یسبون أصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم)) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا جب تو ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو ان سے کہو: اللہ عزوجل تمہارے شر پر لعنت کرے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فیمن سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 5، صفحہ 697، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

لیکن موجودہ دور میں ایسی روایات بیان کرنے کو فرقہ واریت کہہ دیا جاتا ہے۔یہ کہا جاتا ہے جو جہاں لگا ہے اسے لگا رہنے دو۔اگر ایسا کہنے والے کے گھر چوری ہورہی ہو تب یہ نہیں کہے گا جو جہاں لگا ہے لگا رہنے دو،لیکن افسوس ہے دین کے چوروں کو کچھ نہیں کہتا۔دوگز کی زمین چھن جانے پر ساری زندگی اپنے سگے بہن بھائیوں سے قطع تعلقی کر لیتا ہے،لیکن گمراہوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ ہورہا ہوتا ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ گمراہوں کے خلاف قتل وغارت شروع کردو،ہم تو بس یہ کہتے ہیں جو بھی قرآن وسنت کے خلاف عقیدہ بنائے گا،اس کا جواب دینے کو اچھا سمجھا جائے اور جو گمراہ اہل سنت کے خلاف لکھتے ہیں ان کے جواب دینے کو تحفظ عقائد اہل سنت سمجھا جائے،اسے تفرقہ نہ سمجھا جائے،تفرقہ یہ نہیں کہ کوئی سنی کسی بدمذہب کے اعتراض کا جواب دے،بلکہ تفرقہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے عقائد سے ہٹ کر الگ کوئی نیا عقیدہ بنالیا جائے اور لوگوں کو ہیرا پھیری سے اپنے عقیدہ کی طرف مائل کیا جائے۔

انداز تحریر

احسان الٰہی ظہیر صاحب کی کتاب "البریلویہ" کو تنگ اور چھوٹے فونٹ میں لکھا گیا ہے۔"البریلویہ" کتاب کی عبارت کے شروع میں یہ نشان ﴿ اور عبارت کے آخر میں یہ نشان ﴾ ہوں گے۔اس عبارت کے بعد نیچے بڑے فونٹ میں اس کا جواب موجود ہوگا۔

بریلویہ کی کتاب میں عبارتوں کے آگے جو نمبر لگے ہیں،یہ ان عبارتوں کے حوالہ جات ہیں۔فصل کے آخر میں ان حوالہ جات کی تفصیل ہے۔ان حوالہ جات میں البریلویۃ کا ترجمہ کرنے والے وہابی مولوی عطاء الرحمٰن ثاقب صاحب نے جگہ جگہ حاشیے بھی لگائے ہیں۔ان حاشیوں کے نیچے میرا جواب ہوگا۔

اس کتاب کو لکھنے میں کئی ذرائع استعمال کئے گئے ہیں،کتابوں کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ ویب سائیٹس سے بدمذہبوں کے متعلق مواد اکٹھا کیا،پہلے دور کے اخبارات کا مواد شامل کیا،کئی سنی علماء کی کتب سے عبارات وحوالہ جات اس میں شامل کئے،کئی نایاب جزئیات شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" سے لئے ہیں جو انہوں نے "البریلویہ" کے جواب میں لکھی تھی۔بہرحال اپنی طرف سے حوالہ جات میں پوری احتیاط برتی گئی ہے اگر کسی حوالے میں کوئی غلطی ہوتو قارئین رہنمائی فرمادیں۔

موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس میں اکثر دلائل امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی کتب سے ہی دیئے گئے ہیں۔دوسری کوشش کی گئی ہے کہ وہابی اعتراضات کے جوابات ان کی اپنی کتب اور وہابیوں اور سنیوں کے متفق علمائے اسلاف جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی،شاہ ولی اللہ،شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ کی کتب سے دیئے جائیں۔یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ حقیقت میں سنی

حنفی صحیح العقیدہ ہیں، لیکن وہابی زبردستی ان کو اہل حدیث ثابت کرتے ہیں۔

یہ کتاب **الحمد للہ عزوجل! مجموعہ عقائد ومعاملاتِ اہل سنت** ہے کہ ہر وہ موضوع جو عام طور پر زیر بحث آتا ہے اس میں اہل سنت کے حق ہونے پر تفصیلاً دلائل پیش کئے ہیں تاکہ ہر سنی کو اس کتاب سے رہنمائی مل سکے اور مسلک اہل سنت پر استقامت ملے۔

اس کتاب سے قارئین کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ بدمذہب کس طرح قرآن وحدیث کو گھما پھرا کر اور علمائے اہل سنت کی عبارات میں تحریف کر کے مسلمانوں کو اہل سنت سے بدظن کرنے اور اپنے فرقے میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر قاری کو یہ سمجھ جانا چاہئے کہ بدمذہبوں کی کتابیں پڑھنے، ان کی تقاریر کو سننے سے ہر ممکن طور پر بچنا چاہئے کہ یہ انتہائی خطرناک ہیں۔

المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو احمد محمد انس رضا قادری
26 جمادی الاولیٰ 1434ھ 08 اپریل 2013ء

چونکہ بہت ہی کم عرصہ میں اس کتاب کے ترجمہ اور طباعت کا کام مکمل ہوا ہے اس لیے لازماً اس ایڈیشن میں علمی یا فنی کوتاہیاں قارئین کرام کونظر آئیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز اگلے ایڈیشن میں انہیں دور کرنے کی مکمل کوشش کی جائے گی۔ قارئین اپنی آراء سے آگاہ فرمائیں۔

قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن سے نقل کیا گیا ہے۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ اس میں قدرے ابہام ہے اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کی بھی کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

عطاء الرحمٰن ثاقب
ادارہ ترجمان السنۃ لاہور
14 رمضان المبارک 1408ھ، یکم مئی 1988ء

مترجم صاحب جھوٹ و بہتان اور تحریف پر مبنی کتاب کے بارے سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس کولازوال تصنیف کہہ رہا ہے اور دعا کررہا ہے اللہ عزوجل اسے ہمارے لئے نافع بنائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وہابیوں کے لئے اسی طرح کی کتابیں نفع بخش ہوگئی ہیں۔

کسی کتاب کا ترجمہ کرنے والا امین ہوتا ہے کہ جیسی عبارت ہو اسے اسی طرح ترجمے میں نقل کیا جائے، کسی عبارت کو چھوڑ دینا یا کوئی عبارت اپنے پاس سے اس میں اس طرح شامل کرلینا کہ پڑھنے والا سمجھے کہ مصنف ہی نے یہ عبارت لکھی ہے، بددیانتی وخیانت ہے۔ احسان الٰہی ظہیر نے جو جھوٹ و بہتان اور تحریفات کی ہیں وہ تو آگے آئیں گی۔ ذرا اس مترجم صاحب کی چند علمی خیانتیں ملاحظہ ہوں:۔

خیانت:۔ البریلویۃ کی اصل عبارت یہ تھی "انها حديدة من حيث النشأة والاسم ومن فرق شبه القارة من حيث التكوين والهيئة ولكنها قديمة من حيث الافكار والعقائد ومن الفرق المنتشرة الكثيرة في العالم الاسلامي باسماء مختلفة ۔۔۔" ترجمہ: یہ جماعت (بریلوی) اپنی پیدائش اور نام اور برصغیر کے فرقوں میں سے اپنی شکل وشباہت کے لحاظ سے اگرچہ نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔ اس طرح کے عقائد رکھنے والے مختلف فرقوں کے نام سے اسلامی شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ (البریلویۃ صفحہ 7، ادارۃ ترجمان السنۃ لاہور)

آگے احسان الٰہی ظہیر نے اعتراف کیا ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں پائے جانے والے تمام قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی، رفاعی، وہی عقائد وتعلیمات رکھتے ہیں جو بریلویوں کے ہیں۔ لیکن مترجم صاحب نے ان سب کا ترجمہ چھوڑتے ہوئے فقط یہ لکھ دیا: "اس گروہ کے عقائد بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں تصوف کے نام پر رائج ہیں۔" (بریلویت صفحہ 23، ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور)

پوری عبارت کا ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ مترجم صاحب نے بریلویوں کو ایک نیا فرقہ ثابت کرنا تھا۔ اگر یہ پوری عبارت لکھ دی جاتی تو اس کے منصوبہ پر پانی پھر جاتا۔ مترجم صاحب نے ترجمہ کرتے وقت ایسی کئی بری حرکات کی ہیں۔ تقریباً ہر حوالے کے بعد مترجم نے

۞ــــ تقدیم البریلویۃ ــــ۞

البریلویہ کے شروع میں وہابی مولویوں نے اس کتاب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ سب سے پہلے اس کا ترجمہ کرنے والے کا بیان ہے، پھر اس پر ایک تقریظ ہے اور پھر احسان الٰہی ظہیر کا مقدمہ ہے۔

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''البریلویہ'' جس کا اردو نام ''بریلویت، تاریخ وعقائد'' ہے۔ یہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی لازوال تصنیف ہے۔ دعا ہے کہ اللہ اسے ہمارے لیے نافع بنائے۔ (آمین)

شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی یہ تصنیف بھی باقی تصانیف کی طرح قوت استدلال اور اسلامی حمیت و غیرت کا آئینہ دار ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ بریلوی تعلیمات کی نشر واشاعت اور مقبولیت میں اگر چہ بہت کمی آئی ہے مگر اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ جدید طبقہ مذہب سے دور ہوتا چلا گیا۔ جدید طبقے نے جب اسلام کے نام پر خرافات اور بدعات کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے تحقیق کی بجائے یہ گمان کرلیا کہ شاید مذہب اسلام اسی کا نام ہے۔ چنانچہ بریلوی افکار نے نئی نسل کو اسلام سے دور کرکے الحاد ولادینیت کی آغوش میں پھینک دیا۔

ان حالات میں کسی ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی جو نئی نسل اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کو یہ بتلاتی کہ وہ شرکیہ امور اور خرافات وبدعات جنہیں وہ اپنے گردو پیش دیکھ رہے ہیں ان کا ارتکاب اگر چہ مذہب کے نام پر ہو رہا ہے مگر کتاب وسنت کی پاکیزہ تعلیمات کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ بہت دیر سے آپ کی تمام کتب کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا مطالبہ ہو رہا تھا تاکہ دوسرے ملکوں کی طرح پاکستان کے عوام بھی ان کتب سے استفادہ کرسکیں۔ بالآخر ادارہ ترجمان السنہ نے آپ کی کتب کے اردو تراجم شائع کرانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس سلسلے میں آپ کی تصنیف ''البریلویہ'' کا اردو ترجمہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ امید ہے ان شاء اللہ العزیز اس کتاب کا مطالعہ بہت سے احباب کے لیے راہ راست پر آنے کا ذریعہ ہوگا اور یہ بات مصنف مرحوم کے درجات کی بلندی کا باعث ہوگی۔

علامہ صاحب رحمہ اللہ اس کتاب میں ایسا باب بھی شامل کرنا چاہتے تھے جو رضا خانی فقہ کے چند ایسے مسائل پر مشتمل تھا جو محض ذہنی تلذذ کے لیے فرض کیے گئے تھے۔ مگر تہذیب وشائستگی کا تقاضا تھا کہ انہیں اس کتاب کا حصہ نہ بنایا جائے۔ آپ فرماتے تھے کہ عربی زبان ان فحش مسائل کی متحمل نہیں ہے۔ وہ تمام حوالہ جات میرے پاس محفوظ ہیں۔

اردو ترجمہ کرتے وقت میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کے ذکر کی ضرورت محسوس ہوئی تو اگلے ایڈیشن کے مقدمے میں انہیں ذکر کردیا جائے گا۔ ترجمہ کرتے وقت میں نے عربی عبارات کا ترجمہ کرنے کی بجائے بریلوی حضرات کی اصل کتابوں کی عبارتوں کو ہی نقل کردیا ہے تاکہ ترجمہ در ترجمہ سے مفہوم میں تبدیلی نہ آئے۔

اپنا کلام شامل کیا ہے۔

خیانت:۔ مسئلہ حاضر وناظر میں ظہیر صاحب نے بریلویوں کا عقیدہ یوں ظاہر کیا تھا "ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حاضر و ناظر فی کل مکان و زمان مع القول لایجوز استعمال لفظة الحاضر علی الله عز وجل "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مکان وزماں میں حاضر وناظر ہیں اور اللہ عزوجل کے لئے حاضر کا لفظ جائز نہیں ہے۔

(البریلویہ، صفحہ 111، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

مترجم صاحب نے یہاں آدھی عبارت کا ترجمہ کیا اور آدھی کا ترجمہ چھوڑ دیا جو یہ بنتا تھا: "ساتھ اس قول کے کہ اللہ عزوجل کے لئے لفظ حاضر کا استعمال جائز نہیں۔" یہ اب مترجم صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ اس عبارت کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ کہیں یہ ظہیر صاحب کے غلط عقیدے کو چھپانے کے لئے تو نہیں کیا؟

خیانت:۔ ایک جگہ احسان الٰہی ظہیر کی اصل عبارت یوں تھی "ولکن البریلویین یصرون علی بناء القباب علی القبور "حقیقۃً اس عبارت کا ترجمہ یہ بنتا ہے: "لیکن بریلوی قبروں پر قبے بنانے پر مُصر ہیں۔" (البریلویہ، صفحہ 118، ادارۃ ترجمان السنہ، لاہور)

اس عبارت کا ترجمہ مترجم نے تحریف کے ساتھ یوں کیا: "مگر بریلوی قوم کو اصرار ہے کہ قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر قبے وغیرہ بنانا ضروری ہیں۔" یہاں مترجم صاحب نے لفظ ضروری اپنے پاس سے ڈال دیا تا کہ عام مسلمان بریلویوں سے بدظن ہوں۔

خیانت:۔ ایک جگہ احسان الٰہی ظہیر نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا "واما قول الوهابية ان تقبیل القبور شرك فهو من غلوهم ومبالغاتهم "ترجمہ: وہابیہ کا کہنا کہ قبور کو چومنا شرک ہے یہ ان کا غلو ومبالغہ ہے۔

(البریلویہ، صفحہ 123، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

مترجم صاحب نے اس عبارت کو پہلے اپنے محل میں نقل کیا۔ پھر آگے طواف کی بحث میں اس عبارت کو دوبارہ تحریف کے ساتھ اپنے پاس سے شامل کر دیا اور چومنے کی جگہ لفظ طواف لکھ دیا۔ عبارت کا ترجمہ یوں کیا: "طواف کو شرک ٹھہرانا وہابیہ کا گمان فاسد اور محض غلو و باطل ہے۔" (بریلویت، صفحہ 172، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

خیانت:۔ ایک جگہ اصل عبارت البریلویہ کی یوں تھی جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی گئی "الحج لغیر الله تعالی، وذلك أن یقصد مواضع متبركة مختصة بشركائهم یكون الحلول بها تقربا من هؤلاء فنهی الشرع عن ذلك وقال النبی صلی الله علیه وسلم:لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد" (اس کا مطلب یہ تھا) غیر اللہ کے لئے حج کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ بتوں کے ساتھ مختص جگہوں کو ان کی موجودگی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہوئے، ان کا قرب چاہتے ہوئے وہاں جانے کا قصد کرے، شریعت میں اس کی ممانعت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور طرف سواریاں نہ باندھو۔

(البریلویہ، صفحہ 128، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ تحریف کر کے یوں کیا: "شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی

قبر کی طرف خصوصی طور پر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور قبروں پر ہونے والی بدعات بہت بری ہیں۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو میلہ نہ بننے کی دعا فرمائی تھی۔" (بریلویت، صفحہ175، ادارہ ترجمان السنہ لاہور)

یہاں دیکھیں دونوں ترجموں میں کتنا فرق ہے! یا تو مترجم صاحب کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں آیا یا یہ ہے کہ مترجم صاحب نے جان بوجھ کر خیانت و تحریف کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ترجمہ کر دیا۔ دونوں صورتوں میں مترجم صاحب ترجمہ کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

خیانت:۔ کئی جگہ مترجم نے ظہیر صاحب کی کئی ایسی عبارتیں چھوڑ دیں جو مسلمانوں کو وہابیوں سے بدظن کر سکتی تھیں جیسے احسان الٰہی ظہیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام آدمی ثابت کرنے کے لئے یہ روایت لکھی تھی کہ آپ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا تھا میں اللہ عزوجل کے حضور تیری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ یہ حدیث ایک خاص موقع پر بطور ترہیب تھی جبکہ دوسری جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسبت کی شان بیان فرمائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا **((مابال اقوام یزعمون ان قرابتی لاتنفع کل سبب ونسب منقطع یوم القیمۃ الا نسبی وسببی فانھا موصولۃ))**
ترجمہ: کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی۔ ہر علاقہ و رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، جلد8، صفحہ398، دار الفکر، بیروت)

امالی ابن بشران میں ہے "عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **((سألت ربی عز وجل أن لا یدخل أحدا من أہل بیتی النار فأعطانیھا))**" ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو بھی جہنم میں داخل نہ فرمانا تو رب تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔ (یعنی میری دعا قبول فرمالی۔) (امالی ابن بشران، جلد 1، صفحہ148، دار الوطن، الریاض)

وہابی اس طرح کی احادیث کا ذکر نہیں کرتے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات کی نفی ثابت کرنے کے لئے فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت نقل کرتے ہیں، ظہیر صاحب نے بھی فقط یہی روایت نقل کی تھی، مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔

خیانت:۔ پھر ایک جگہ احسان الٰہی ظہیر نے میلاد شریف کو ناجائز و بدعت ثابت کرنے کے لئے مدخل لابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل کی "ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من مولد وقد احتوى على بدع ومحرمات" (اس کا ترجمہ یوں بنتا تھا) من جملہ ان بدعات میں سے جن کو لوگ بہت بڑی عبادت اور شعار دین سمجھ کر کرتے ہیں ایک وہ افعال ہیں جو ربیع الاول کے مہینہ میں ولادت حضور کے موقع پر لوگ کرتے

ہیں اور بے شک یہ افعال کئی بدعتوں اور حرام کاموں پر مشتمل ہیں۔ (البریلویۃ صفحہ 131 ادارۃ ترجمان السنۃ لاہور)

مترجم صاحب نے بڑی چالاکی سے اس عبارت کو چھوڑ دیا اور اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احسان الٰہی ظہیر نے یہ عبارت پوری نقل نہیں کی تھی کیونکہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت کے آگے ان بدعات کا ذکر کیا تھا جو میلاد شریف میں کی جاتی ہیں جیسے گانے باجے۔ پھر اس کے آگے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منانے کی ترغیب دی تھی بلکہ ایک پوری فصل میلاد النبی کی شان پر بنام "فصل فی خصوصیۃ مولد الرسول بشھر ربیع الأول" لکھی۔ احسان الٰہی ظہیر کی پیش کردہ عبارت کے ساتھ ہی فرماتے ہیں

"فمن ذلك استعمالهم المغانى ومعهم آلات الطرب من الطار المصرصر والشبابة وغير ذلك مما جعلوه آلة للسماع ومضوا فى ذلك على العوائد الذميمة فى كونهم يشتغلون فى أكثر الأزمنة التى فضلها الله تعالى وعظمها ببدع ومحرمات ولا شك أن السماع فى غير هذه الليلة فيه ما فيه فكيف به إذا انضم إلى فضيلة هذا الشهر العظيم الذى فضله الله تعالى وفضلنا فيه بهذا النبى صلى الله عليه وسلم الكريم على ربه عز وجل۔۔فكان يجب أن يزاد فيه من العبادات والخير شكرا للمولى سبحانه وتعالى على ما أولانا من هذه النعم العظيمة۔۔ألا ترى أن صوم هذا اليوم فيه فضل عظيم لأنه صلى الله عليه وسلم ولد فيه فعلى هذا ينبغى إذا دخل هذا الشهر الكريم أن يكرم ويعظم ويحترم الاحترام اللائق به وذلك بالاتباع له صلى الله عليه وسلم فى كونه عليه الصلاة والسلام كان يخص الأوقات الفاضلة بزيادة فعل البر فيها وكثرة الخيرات" یعنی اس مہینے گانے باجوں اور آلات سماع کا جو استعمال کیا جاتا ہے وہ بدعت و حرام ہے کہ جب عام راتوں میں اس کا استعمال جائز نہیں تو پھر اس عظیم شہر جس میں اللہ عزوجل نے اپنے نبی علیہ السلام کے سبب ہم پر کرم فرمایا اس میں کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ تو اس مہینے واجب ہے کہ عبادات میں زیادتی کی جائے اور اللہ عزوجل کا اس نعمت عظیمہ پر شکر ادا کیا جائے۔ جس دن نبی کریم پیدا ہوئے اس دن روزہ رکھنا فضل عظیم ہے۔ تو جب ربیع الاول شروع ہو اس مہینے کا اکرام کیا جائے اور یہ اکرام تب ہی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت کی پیروی کی جائے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زائد اوقات میں نیکیاں اور خیرات کی کثرت کرتے تھے۔

(المدخل، فصل فی مولد النبی والبدع المحدثۃ فیہ، جلد 2، صفحہ 2، دار التراث، بیروت)

یعنی جو ظہیر صاحب نے میلاد کے ناجائز ہونے پر مدخل کی عبارت نقل کی وہ میلاد شریف کے ناجائز ہونے پر نہیں تھی بلکہ میلاد شریف میں ہونے والی غیر شرعی حرکات پر تھی، مگر اس نے اسے مکمل نقل نہیں کیا اور دوسری بددیانتی مترجم صاحب نے کی کہ ظہیر صاحب کی بددیانتی پر پردہ ڈالتے ہوئے یہ آدھی عبارت بھی نکال دی۔ یہ تو جھلکیاں ہیں آگے ان کے تفصیلی کارنامے آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم از فضیلۃ الشیخ عطیہ سالم

(جج شرعی عدالت مدینہ منورہ و مدرس وخطیب مسجد نبوی شریف)

حمد وصلاۃ کے بعد! مجھے فضیلۃ الاستاذ احسان الٰہی ظہیر (رحمہ اللہ) کی کتاب "البریلویۃ" پڑھنے کا موقع ملا۔ کتاب پڑھ کر مجھے اس بات پر شدید حیرت ہوئی کہ مسلمانوں میں اس قسم کا گروہ موجود ہے جو نہ صرف فروعات میں شریعت اسلامیہ اور کتاب وسنت کا مخالف ہے بلکہ اس کے بنیادی عقائد ہی اسلام سے متصادم ہیں۔

اگر اس کتاب کے مصنف کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلم نہ ہوتی تو ہمیں یقین نہ آتا کہ اس قسم کا گروہ پاکستان میں موجود ہے۔ اس کتاب کے جلیل القدر مصنف نے اس گروہ کے عقائد و افکار سے نقاب اٹھا کر یہ ثابت کیا ہے کہ کتاب وسنت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس فرقہ کو چاہئے کہ وہ ان عقائد سے توبہ کریں اور توحید و رسالت کے تصور سے آشنا ہوکر اپنی عاقبت سنوارنے کی طرف توجہ دیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہمیں اندازہ ہوا ہے کہ ان عقائد کی بنیاد قرآن وحدیث کے بجائے توہم پرستی اور خیالی وتصوراتی قسم کے قصے کہانیوں پر ہے۔ مصنف جلیل الشیخ احسان الٰہی ظہیر (رحمہ اللہ) نے اس گروہ کے پیروکاروں کو ہدایت و راہنمائی اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دے کر حقیقی معنوں میں اس گروہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قابل قدر کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین!

جہاں تک مصنف (رحمہ اللہ) کے اسلوب تحریر کا تعلق ہے تو وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری ان کے ادبی ذوق اور قوت دلیل سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف کی اس موضوع پر خدمات ومساعی قابل تحسین ہیں۔ جس طرح سے علمی، تحقیقی اور پرزور انداز کے ساتھ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اس کی بنا پر تصنیفات، تعلیمی درسگاہوں اور تحقیقی مراکز میں حوالے اور سند کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

مصنف (مرحوم) کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ انہیں اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری بہت سی زبانوں پر بھی دسترس حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے قادیانی، بابی، اسماعیلی، شیعہ، بہائی اور بریلوی فرقوں پر جو مواد پیش کیا ہے، وہ نہایت مستحسن اور اسلامی علمی وتحقیقی مکتوبات میں قابل قدر اضافہ ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد چند امور کی توضیح ضروری ہے: اس فرقے کے مؤسس کے حالات زندگی سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی یہ تحریک علمی ہے نہ فکری اور نہ ہی ادبی۔ ان کی ساری سرگرمیوں سے صرف انگریزی استعمار کو فائدہ پہنچا۔ اس تحریک کے علاوہ دوسری تحریک جو انگریز کے مفاد میں تھی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک تھی۔

جناب احمد رضا بریلوی کا وہابیوں کی مخالفت کرنا، ان پر کفر کے فتوے لگانا، جہاد کو حرام قرار دینا، تحریک خلافت اور

تحریک ترک موالات کی مخالفت کرنا، انگریز کے خلاف جد وجہد میں مصروف مسلم راہنماؤں کی تکفیر کرنا، اور اس قسم کی دوسری سرگرمیاں انگریزی استعمار کی خدمت اور اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے تھیں۔

اس ضمن میں یہ بات بھی اہم اور قابل توجہ ہے کہ جناب احمد رضا صاحب کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ انگریز کی طرف سے اس قسم کی تحریکوں کے ساتھ تعاون کرنا بھی بعید از عقل نہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ اس تحریک کے پیچھے استعمار کا خفیہ ہاتھ تھا غیر منطقی بات نہیں ہے۔ اور اگر اس قسم کی تحریکوں کے بانیوں کو انگریزی حکومت کے زوال کا پہلے سے علم ہوتا تو وہ یقیناً اپنے موقف کو تبدیل کر لیتے۔ لیکن ان کا خیال اس کے برعکس تھا۔ اس فرقے کے پیروکار ایک طرف تو اس قدر افراط سے کام لیتے ہیں کہ ان کا اولیائے کرام اور نیک لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدائی اختیارات کے مالک اور نفع ونقصان پر قدرت رکھنے والے ہیں، نیز دنیا وآخرت کے تمام خزانے انہی کے ہاتھ میں ہیں اور دوسری طرف تفریط کا شکار ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو شخص اپنی زندگی میں نماز روزے کا تارک رہا ہو، اس کے مرنے کے بعد اس کے اعزاء واقارب اس کی نمازوں، روزوں کا فدیہ دے کر اور "حیلہ اسقاط" پر عمل کر کے گناہ معاف کروا کے اسے جنت میں داخل کروا سکتے ہیں۔

اس قسم کے عقائد کا دور جاہلیت میں بھی وجود نہ تھا۔ بریلوی حضرات نے اپنے سوا تمام پر کفار ومرتدین ہونے کا فتویٰ لگایا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے فقہی بھائی دیوبندیوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ اور ان کے نزدیک ہر وہ شخص کافر ومرتد ہے جو ان کے امام وبانی کے نظریات سے متفق نہ ہو۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب کے ایک مستقل باب میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

جناب احمد رضا صاحب نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ پر کفر کے فتوے لگائے ہیں، ان کا جرم یہ تھا کہ وہ لوگوں کو کتاب وسنت کی دعوت اتباع، نیز بدعات وخرافات سے اجتناب کی دعوت دیتے تھے، غیر اللہ کی عبادت ایسے شرکیہ عقائد سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے اور پوری امت کو "لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ" کے پرچم تلے متحد کرنا چاہتے تھے۔

اس دور میں بھی اتحاد واتفاق کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم ان تمام عقائد ونظریات کو ترک کر دیں جو قرآن وحدیث کے مخالف ہوں نیز جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے دور کے بعد کی ایجاد ہوں اور اسلامی قواعد وضوابط سے متصادم ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا، نیک بندوں کو قادر مطلق سمجھنا، انہیں اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں شریک کرنا، قبروں پر جا کر اپنی حاجات طلب کرنا اور اس قسم کے باطل عقائد اسلام کے تصور توحید کے مخالف ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان سے اجتناب کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی تمام اختیارات کا مالک سمجھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت پر غور کرنے اور سلف صالحین کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مسلمان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کے قول وفعل میں مطابقت پائی جاتی ہے، یہی کتاب وسنت کی تعلیم ہے اور یہی عقل

سلیم کا تقاضا ہے۔اس کے برعکس آج کل یہ فیشن بن چکا ہے کہ الفاظ کی دنیا میں اتحاد اور یک جہتی کی تلقین کی جاتی ہے اور جیسے ہی کسی مخالف کا ذکر آیا، ہر قسم کی احتیاط بالائے طاق رکھ کر شدید سے شدید تر فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ایسا فتویٰ اگر تحقیق اور دیانت پر مبنی ہو تو بیشک قابلِ قبول ہوگا، لیکن اگر محض جانبداری، ظن وتخمین اور سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہو تو وہ ہرگز لائقِ قبول نہ ہوگا۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ((کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع)) جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔ (صحیح مسلم،باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع،جلد1،صفحہ10،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

شیخ عطیہ سالم نجدی نے البریلویۃ کی تقدیم میں ایسا سنگین فیصلہ صادر کرتے وقت کسی تحقیق وجستجو کی ضرورت محسوس نہیں کی، بلکہ ایک مخالف کے بیان پر آنکھیں بند کر کے بے دھڑک فیصلہ دے دیا ہے، انہیں خود اعتراف ہے:''اگر اس کتاب کے مصنف کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلم نہ ہوتی تو ہمیں یقین نہ آتا کہ اس قسم کا گروہ پاکستان میں موجود ہے۔'' علمی دنیا میں ایسی تحقیقات کا کیا مقام ومرتبہ ہوگا کہ ایک شخص اپنے کنوئیں سے باہر جھانکنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرے۔اربابِ علم ودانش پر مخفی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (سورۃ الحجرات،سورۃ49،آیت6)

وہابیوں میں جس طرح دو چار حدیثیں پڑھنے والا مجتہد بن جاتا ہے، لگتا ہے اسی طرح قاضی بننے کے لئے بھی علم ہونا ضروری نہیں بلکہ وہابی ہونا ضروری ہے۔ایسے بندے کو قاضی بنا دیا ہے جس نے ایک کی بات مان کر نہ صرف اس پر اعتماد کیا بلکہ اس کی شان میں چند پھول بھی بکھیر دیئے۔اہلِ حدیث ہونے کا دعویٰ ہے تو ترمذی شریف کی یہ حدیث نہ پڑھی تھی "عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((اذا تقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر)) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس دو آدمی فیصلہ کے لئے آئیں تو دوسرے کی سنے بغیر پہلے کے حق میں فیصلہ نہ کرنا۔ (الترمذی،ابواب الاحکام،باب ما جاء فی القاضی لا یقضی بین الخصمین۔۔جلد3،صفحہ610،مصطفی البابی الحلبی،مصر)

عطیہ سالم نجدی صاحب کی کم علمی کا حال ملاحظہ ہو کہ حیلہ اسقاط یعنی میت کی طرف سے نماز وروزے کا فدیہ دینے والے مسئلہ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر رہے ہیں جبکہ ان کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے نہیں بتایا کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے آپ نے انہی سے نقل فرمایا ہے۔درمختار میں ہے"لو مات وعلیہ صلوٰت فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولولم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ الفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم" درمختار میں ہے اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس پر نمازیں ہیں اور وہ اپنے کفارہ کی وصیت کر جاتا ہے تو ہر نماز کے عوض فطرہ کی طرح گندم کا نصف صاع دیا جائیگا۔وتر اور روزہ کا بھی

یہی حکم ہے اور یہ اس کے تہائی مال سے دیا جائے گا اور اگر میت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو وارث نصف صاع قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر فقیر نصف وارث کو دے، اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا عوض ہو جائے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب قضاء الفوائت، جلد2، صفحہ73، دار الفکر،بیروت)

مگر وہابی قرآن وحدیث اور فقہ میں فقط اپنے مطلب کی بات دیکھتے ہیں۔مزید عطیہ صاحب کی حقیقت سے دوری دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کو کافر کہا ہی نہیں اور یہ عطیہ صاحب سنی سنائی باتوں پر کہہ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کی تکفیر کی۔عطیہ صاحب کو یہ بھی نہیں پتہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم مرزا غلام قادر بیگ قادیانی نہیں تھے،عطیہ صاحب ظہیر صاحب کی کتاب پڑھ کر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے ایک مسلمان کو قادیانی ٹھہرا رہے ہیں۔عطیہ سالم نجدی صاحب نے ظہیر صاحب کی تقلید میں جو انگریز غلامی اور بلاوجہ تکفیر کے الزامات لگائے ہیں،ان کا آگے تفصیلی جواب دیا جائے گا۔عطیہ صاحب کی اس غیر شرعی تقریظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہابی ائمہ کرام کی تقلید تو نہیں کرتے لیکن اپنے جیسوں کی نہ صرف تقلید کرتے ہیں بلکہ ان کے جھوٹ پر ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ (احسان الٰہی ظہیر)

الحمدللہ الّذی لاالٰہ الّا ھو وحدہ والصّلاۃ والسلام علی نبیہ محمّد خاتم الانبیاء لانبی بعدہ وعلی آلہ و اصحابہ ومن تبع مسلکھم واقتدی بھدیھم الی یوم الدّین و بعد! دوسرے بہت سے غیر اسلامی فرقوں پر کتب تصنیف کرنے کے بعد میں برصغیر پاک وہند میں کثیر تعداد میں پائے جانے والے گروہ "بریلویت" پر اپنی یہ تصنیف قارئین کے مطالعہ کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

اس گروہ کے عقائد بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں تصوف کے نام پر رائج ہیں۔ غیر اللہ سے فریاد رسی اور ان کے نام کی منتیں ماننا جیسے عقائد سابقہ دور میں بھی رائج و منتشر رہے ہیں۔ بریلوی حضرات نے ان تمام مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی رسوم وروایات کو منظم شکل دے کر ایک گروہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ تمام عقائد اور رسمیں ہندو ثقافت اور دوسرے ادیان کے ذریعہ سے مسلمانوں میں داخل ہوئیں اور انگریزی استعمار کی وساطت سے پروان چڑھی ہیں۔ اسلام جد وجہد کا درس دیتا ہے مگر بریلوی افکار وتعلیمات نے اسلام کو رسم ورواج کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ نماز روزے کی طرف دعوت کی بجائے ان کے مذہب میں عرس وقوالی، پیر پرستی اور نذر ونیاز دے کر گناہوں کی بخشش وغیرہ ایسے عقائد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ میں بریلویت کے موضوع پر قلم نہیں اٹھانا چاہتا تھا، کیونکہ میں سمجھتا تھا بریلویت چونکہ جہالت کی پیداوار ہے اس لیے جوں جوں جہالت کا دور ختم ہوتا چلا جائے گا توں توں بریلویت کے افکار بھی ختم ہوجائیں گے۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ بریلوی حضرات بدعات اور شرکیہ امور کی نشر واشاعت میں متحد ہوکر جد وجہد میں مصروف ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے حال ہی میں "حجاز کانفرنس" کے نام سے بہت سے اجتماعات بھی منعقد کرنا شروع کر دیئے ہیں، جن میں وہ کتاب وسنت کے متبعین کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں اور انہیں "گستاخان رسالت" اور دوسرے القاب سے نواز رہے ہیں، تو مختلف غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے اور جدید طبقے کو یہ باور کرانے کے لیے کہ اسلام توہم پرستی اور دوسرے جاہلانہ افکار سے بری ہے اور کتاب وسنت کی تعلیمات عقل وفطرت کے عین مطابق ہیں۔ عوام کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے میں نے ضروری سمجھا کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو "بریلویت" اور "اسلامی تعلیمات" کے درمیان فرق کو واضح کرے۔ تاکہ شریعت اسلامیہ کو ان عقائد سے پاک کیا جاسکے جو اسلام کے نام پر اس میں داخل ہوگئے ہیں۔ حالانکہ شریعت اسلامیہ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

بریلوی حضرات نے ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو ان کے افسانوی قصے کہانیوں پر یقین نہیں رکھتا اور ان کی بدعات کو اسلام کا حصہ نہیں سمجھتا۔ ہمارے ملک کے عوام حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو "گستاخ" سمجھتے رہے، جو حقیقی معنوں میں اسلامی عقائد کے حامل اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ اسلام پر ہی ایمان رکھتے تھے۔ اور یہ

باتِ حق کی نشر و اشاعت کے راستے میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ تھی۔ میں نے جب بریلوی حضرات کی کتب کا مطالعہ کیا تو میں نے دیکھا کہ ان کی کتب و تصانیف میں ہماری معلومات سے کہیں بڑھ کر غیر اسلامی عقائد موجود ہیں۔ شرک و بدعت کی ایسی ایسی اقسام ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے دورِ جاہلیت کے مشرکین بھی نا آشنا تھے۔

بہرحال مجھے امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ العزیز شرک و بدعت کے خاتمے اور توحید و سنت کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرے گی۔ جو لوگ اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے ہیں انہیں یہ نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس وقت تک امتِ مسلمہ کے مابین اتحاد نہیں ہو سکتا جب تک عقائد و نظریات ایک نہ ہوں۔ عقیدہ ایک ہوئے بغیر اتحاد و اتفاق کی امید رکھنا عبث ہے چنانچہ ہمیں امت کے سامنے صحیح اسلامی عقیدہ پیش کرنا چاہئے تاکہ جو لوگ اسے قبول کرتے چلے جائیں وہ امتِ واحدہ کی شکل اختیار کر لیں اور اگر ہم معمولی سی بھی مخلصانہ جدوجہد کر لیں تو یہ سمجھنا قطعاً مشکل نہیں کہ کون سا عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہے؟

آخر میں میں اس سلسلے میں ان تمام حضرات کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلے میں مجھ سے تعاون فرمایا۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں مقدمے کی یہ سطور آدھی رات کے وقت مسجدِ نبوی شریف میں بیٹھ کر تحریر کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

احسان الٰہی ظہیر
مدینہ 23، مارچ 1983ء
12 جمادی الاخریٰ 1403ھ

اوپر احسان الٰہی ظہیر نے بریلویوں کو نہ صرف مشرک بلکہ مشرکانہ روایات کو فروغ دینے والا کہا ہے جبکہ آگے احسان الٰہی ظہیر صاحب نے کہا ہے کہ ہم بریلویوں کی طرح کفر کے فتوے نہیں لگاتے۔ پھر ظہیر صاحب اس ناجائز کوشش کے متعلق یوں کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔" آگے جب احسان الٰہی ظہیر کے جھوٹ و بہتان سامنے آئیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ وہابی حق بات کو سمجھتے ہیں یا نہیں؟

ظہیر صاحب نے اس پورے مقدمے میں کئی جھوٹ و بہتان باندھے ہیں، خود وہابیوں کو توحید پرست، قرآن و سنت کا پیروکار کہا ہے اور بریلوی مسلک کو جاہل، گمراہ و مشرک ٹھہرایا ہے۔ اس پوری کتاب کو پڑھ کر قارئین کو پتہ چل جائے گا کہ عاشق کون ہے اور گستاخ کون ہے؟ ظہیر صاحب نے جہاں پوری کتاب میں اہلِ سنت کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا وہاں کئی احادیث و روایات کو خرافات اور جھوٹا بھی کہا۔ سرِ دست اس کی چند مثالیں ذکر کرتا ہوں:۔

ایک جگہ ظہیر نے لکھا "والمخترعات التی لم ینزل اللہ بھا من سلطان ولم یرد فیھا ثبوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :انھم یقولون :ان یکتب ھذا الدعاء لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الہ الا اللہ لہ الملک والحمد،لا الہ الا

اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم او بسم اللہ الرحمن الرحیم ،ویوضع علی صدر المیت ثم من کتب ھذا الدعا ء وجعل بین صدر المیت و کفنہ فی رقعۃ لم ینلہ القبر ولا یر منکر ونکیرا'' (اس عبارت کاترجمہ جومترجم صاحب نے کیاوہ یہ ہے):بریلوی خرافات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جس نے (لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔۔۔) یہ ساری دعالکھ کرمیت کے کفن میں رکھ دی وہ قبر کی تنگیوں سے محفوظ رہے گا اور منکرنکیر اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ (البریلویہ صفحہ148،ادارۃ ترجمان السنۃ،لاہور)

جس کوظہیر اورمترجم خرافات کہہ رہے ہیں وہ حدیث پاک ہے۔یہ حدیث فتاوی رضویہ میں امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے یوں نقل فرمائی:'' امام ترمذی حکیم الٰہی سیّدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادرالاصول میں روایت کی کہ خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا((من کتب ھذا الدعاء وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر ولا یری منکرا ونکیرا وھو لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم))یا کسی پرچہ پرلکھ کرمیت کے سینہ پرکفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو،نہ منکرنکیرنظرآئیں،اوروہ دعا یہ ہے ''لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔'' (فتاوی رضویہ جلد9،صفحہ108،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرنے والے وہابیوں کا حال دیکھیں کہ حدیث کوخرافات کہہ دیتے ہیں۔احسان الٰہی ظہیر نے جس مقام سے امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حوالے سے لکھا ہے وہاں صاف الفاظ میں یہ پوری حدیث موجود ہے۔لیکن احسان الٰہی ظہیر نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کولکھنا گوارانہ کیا اورحدیث کے کلام کواحمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا کلام ٹھہرا کربطور اعتراض پیش کردیا۔پھرمترجم نے ترجمہ بھی غلط کیا ہوا ہے۔کئی الفاظ کاترجمہ ہی نہیں کیا اورآخر میں صحیح ترجمہ تھا کہ منکرنکیرنظرنہ آئیں گے،مترجم صاحب نے ترجمہ کیامنکرنکیر اس کے پاس نہیں آئیں گے۔

انبیاءعلیہم السلام اوراولیاءکرام سے مدد مانگنے کوشرک ثابت کرتے ہوئے ظہیر صاحب لکھتے ہیں''ان البریلویین قالوا بقول لم یأت الاسلام الا للرد علیہ وھو (ان للہ عبادا اختصھم بحوائج الناس یفزعون الیھا بحوائجھم)''(مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا)بریلوی حضرات اسلام کے عطاکردہ تصورتوحید کے برعکس غیراللہ سے فریادطلبی کواپنے عقائد کاحصہ سمجھتے ہیں۔ان کاعقیدہ ہے:اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے۔لوگ گھبرائے ہوئے ان کے پاس اپنی حاجتیں لاتے ہیں۔ (البریلویہ،صفحہ56،ادارۃ ترجمان السنۃ،لاہور)

جبکہ ہمارا یہ خودساختہ عقیدہ نہیں بلکہ حضورعلیہ السلام کافرمان ہے چنانچہ طبرانی کی حدیث پاک ہے''عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم((ان اللہ تعالیٰ عبادا اختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم حوائجھم اولئک الآمنون من عذاب اللہ))ابن عمر سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اللہ

تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ نے انہیں خلق کی حاجت روائی کے لئے خاص فرمایا ہے۔لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں،یہ بندے عذاب الٰہی عزوجل سے امان میں ہیں۔

(المعجم الکبیر،باب العین،زید بن أسلم، عن ابن عمر، جلد12، صفحہ358،مکتبہ ابن تیمیہ،القاہرۃ)

ایک موقع پر ظہیر صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام جو انہوں نے احادیث کی روشنی میں نقل کیا اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں "واما ان النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیقولون: انہ قبل دفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان حیا یتکلم کما صرح بذلک القوم،فیقول البریلوی:ان رسول اللہ علیہ وسلم لما نزل بہ الصحابۃ الی قبرہ کان یتکلم ویقول امتی امتی" (اس کا تحریفی ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا) نبی کریم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب صحابہ کرام نے دفن کیا تو آپ زندہ تھے چنانچہ جناب بریلوی ارشاد کرتے ہیں:"قبر شریف میں اتارتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم "امتی امتی" فرمارہے تھے۔" (البریلویہ صفحہ80،ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

حالانکہ یہ کلام اعلیٰ حضرت نے حدیث کی روشنی میں فرمایا ہے چنانچہ مدارج النبوۃ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لئے کان قریب کیا تو آپ فرمارہے تھے **"رب امتی رب امتی"** یا اللہ!میری امت،یا اللہ میری امت۔" (مدارج النبوۃ جلد2، صفحہ442، مطبوعہ، سکھر)

ظہیر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کرتے ہوئے ایک حدیث پاک کو بطور اعتراض یوں بیان کرتے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال **((علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی))**"(تحریفی ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا)بریلویت کے ایک اور پیروکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا علم میری وفات کے بعد اسی طرح ہے جس طرح میری زندگی میں تھا۔ (البریلویہ، صفحہ91،ادارۃ ترجمان السنہ،لاہور)

حالانکہ اس حدیث کو مستند عالم دین علی بن عبد اللہ بن أحمد الحسنی الشافعی (المتوفی 911ھ) اپنی کتاب "وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ" میں نقل کرتے ہیں "وقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم **((علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی))** السمنوری"ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہے جیسا میری حیات میں ہے۔اس حدیث کو حافظ منذری نے روایت کیا۔ (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ،الباب الثامن،الفصل الثانی،جلد4، صفحہ179، دار الکتب العلمیہ،بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں یہی حدیث روایت کرتے ہیں:"میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا میری زندگی میں۔" (جذب القلوب،باب چہاردہم در زیارت النبی ﷺ،صفحہ199،نولکشور،لکھنؤ)

لیکن مترجم نے بغیر دلیل اپنی ضد میں اس حدیث کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ الناسخ عالم پر بہتان باندھا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام

پر جھوٹ باندھا ہے ۔وہابیوں کی یہی عادت ہے کہ وہ اپنے عقیدے کے خلاف حدیث کوفوراً جھوٹی کہہ دیتے ہیں ۔

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے قرآن پڑھ کر اس کو ایصال کا طریقہ ارشاد فرمایا پھر اس پر حدیث پاک بطور دلیل پیش کی ۔احسان الٰہی ظہیر اس حدیث کو واہیہ نا قابلِ استدلال ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں "یقرأ ماتیسر له من الفاتحة والاخلاص سبعا او ثلاثا ثم یقول یا الله اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم۔ واستدل علی ذلك بهذه الروایة الواهیة"من مر علی المقابر وقرأ قل هو الله احد احدی عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر عدد الاموات" ترجمہ:فاتحہ اورسورۃ اخلاص میں جو آتی ہو وہ تین یا سات مرتبہ پڑھے ۔پھر یوں دعا کرے ،یا اللہ!جو ہم نے تلاوت کی اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں فلاں کو پہنچا۔اسے (احمد رضا خان) نے اس حدیث واہیہ سے استدلال کیا۔جو کسی قبرستان کے پاس سے گزرے اورسورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے ۔ (البریلویہ،صفحہ135،ادارۃ ترجمان السنۃ،لاہور)

جبکہ یہ روایت کثیر مستند کتب میں موجود ہے چنانچہ دارقطنی وطبرانی ودیلمی تفسیر روح البیان تفسیر مظہری ،عمدۃ القاری،مرقاۃ المفاتیح اورامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں روایت کیا"أخرج أبو محمد السمرقندی فی فضائل (قل هو الله أحد) عن علی مرفوعا من مر علی المقابر وقرأ (قل هو الله أحد) إحدی عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات أعطی من الأجر بعدد الأموات " ترجمہ:حضرت ابومحمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے قل ہو اللہ احد کے فضائل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا حدیث پاک نقل کی کہ جو کسی قبرستان کے پاس سے گزرے اورسورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے تو تمام مُردوں کے برابر اجر پائے ۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور،صفحہ303،دار المعرفۃ،بیروت)

خود وہابیوں کے مولوی اَبوالعلامحمد عبد الرحمٰن مبارکپوری نے "تحفۃ الاحوذی" میں اسی روایت کو نقل کیا پھر اس طرح کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں"وهذه الأحادیث وإن كانت ضعیفة فمجموعها یدل علی أن لذلك أصلا" ترجمہ:یہ تمام روایات اگر چہ ضعیف ہیں لیکن ان کا مجموعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی اصل ہے۔

(تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی،باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت،جلد3،صفحہ275،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

سنن الدارمی کی روایت ہے"عن سعید بن عبد العزیز قال لما كان أیام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی صلی الله علیه وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وكان لا یعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة یسمعها من قبر النبی صلی الله علیه وسلم"ترجمہ:حضرت سعید ابن عبد العزیز سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ(یزید نے واقعہ کربلا کے بعد مدینہ پر جو حملہ کیا تھا) کا زمانہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں تین دن نہ اذان کہی گئی نہ تکبیر کہی گئی اور سعید ابن مسیب مسجد سے نہ ہٹے،وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایک گنگناہٹ سے جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے ۔

(سنن الدارمی،کتاب دلائل النبوۃ،باب ما أکرم اللہ تعالی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ،جلد1،صفحہ227،دار المغنی ،السعودیہ)

یہ روایت حیات النبی کی دلیل ہے ۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی محدثین نے نقل فرمائی اور اسے موضوع نہیں

کہا اور علمائے اہلسنت اسے مستند کتب سے نقل کرتے ہیں جبکہ ظہیر صاحب اس روایت کو غلط اور سنی علماء کا کلام ٹھہراتے ہوئے بطور اعتراض یوں کہتے ہیں "ویقول الآخر ان الناس لما فارقوا المدینة فی وقعة الحر ایاما ثلاثة ولم یدخل احد المسجد النبوی الشریف کا ن یسمع الاذان من قبر النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی الاوقات الخمسة" (اس کا ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا ہے) ایک اور بریلوی امام تحریر کرتے ہیں: "تین روز تک روضہ شریف سے برابر پانچ وقت اذان کی آواز آتی رہی۔"

(البریلویہ صفحہ 81، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شفا شریف کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: "قد خرج اهل الصحیح والائمة ما اعلم به اصحابه صلی الله تعالی علیه وسلم مما وعدهم به من الظهور علی اعدائه (الی قوله) وقتل علي وان اشقاها الذی یخضب هذه من هذه ای لحیته من رآسه وانه قسیم النار یدخل اولیاءه الجنة واعدائه النار" ترجمہ: بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ بد بخت ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولا علی قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل ومن ذالک مااطلع علیه من الغیوب، جلد 1، صفحہ 283,284، المکتبۃ العصریۃ الصحافیۃ)

ظہیر صاحب اس روایت کا ذکر کئے بغیر اسے اعلیٰ حضرت کا کلام ٹھہراتے ہوئے اسے بطور اعتراض یوں لکھتے ہیں اور اس کا ترجمہ مترجم صاحب تحریف سے بھرا یوں کرتے ہیں "ماروا ها ان رسول الله قال ان علیا قسیم النار یدخل اولیاء الجنة واعداءه النار" پھر اپنے تشیع کا ثبوت دیتے ہوئے اور تقیہ کا لبادا اتارتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں: حضرت علی قسیم دوزخ ہیں یعنی اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ (البریلویہ، صفحہ 81، ادارۃ ترجمان السنہ، لاہور)

یعنی اعلیٰ حضرت نے حضرت علی کے متعلق شفا شریف کی حدیث نقل کی ہے اور یہ وہابی اس حدیث کو امام احمد رضا خان کا کلام ٹھہرا کر انہیں شیعہ ثابت کر رہے ہیں۔ قارئین ان اہل حدیث کہلانے والوں کی حدیث دانی سے تو بخوبی واقف ہو گئے ہونگے۔ اہلسنت پر کسی طرح اعتراض ہونا چاہئے بس اسی دھن میں بغیر کسی تحقیق کی پرواکئے ہر دوسری حدیث کو کسی سنی عالم دین کا قول کہہ کر حاطب لیل کی طرح اس پر اندھادھن اعتراض کرتے جا رہے ہیں۔ علم غیب کی نفی پر بے تکے دلائل اور علماء اہل سنت کے دلائل کا بغیر دلیل انکار کرتے ہوئے ظہیر صاحب اعلیٰ حضرت کا کلام بطور اعتراض یوں لکھتے ہیں "ان اصحاب النبی صلی الله علیه وآله وسلم جازمون با طلاعه علی الغیب" (اس کا تحریفی ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا ہے) "خود امام بریلویت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات پر جھوٹ باندھتے ہوئے فرماتے ہیں: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔"

(البریلویہ صفحہ 88، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

یہاں اعلیٰ حضرت پر یہ بہتان لگایا جا رہا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ذات پر جھوٹ باندھا یعنی خود سے یہ کہہ دیا

ہے جبکہ اعلیٰ حضرت نے یہ کلام شرح زرقانی سے نقل کیا ہے چنانچہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اصحابہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب "ترجمہ: صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد10، صفحہ113، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ صرف جھلکیاں دکھائی ہیں، اس پوری کتاب میں احسان الٰہی ظہیر صاحب کی علمی بددیانتیاں آپ کو واضح کریں گے کہ کس طرح ظہیر صاحب نے عبارتوں میں ہیرا پھیری کر کے ''البریلویۃ'' کتاب لکھی۔ ظہیر صاحب کی علمی بددیانتی کا خود ان کے وہابی مولویوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی لکھتا ہے: ''یہ شکایت اُس (ظہیر) کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، صفحہ6، شمارہ13 اگست 1984ء)

''البریلویہ'' کا پورا جواب پڑھ کر قارئین جان جائیں گے کہ نیا فرقہ بریلوی ہے یا وہابی ہے؟ بریلوی عقائد ونظریات قرآن وحدیث کے مطابق ہیں یا وہابی؟ کون انگریزوں کا ایجنٹ تھا؟ بات بات پر کفر کے فتوے بریلوی لگاتے ہیں یا وہابی ذرا ذرا سی بات کو شرک و بدعت کہتے ہیں؟ وہابیوں کا ''البریلویہ'' کتاب کے متعلق دعویٰ کرنا کہ ''اس کتاب کو پڑھ کر کئی سنی وہابی بن جائیں گے۔'' جبکہ ہم قارئین کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان شاء اللہ عزوجل جب آپ اس پوری کتاب کا جواب پڑھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ اس کتاب ''البریلویہ'' میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کوئی بات نہیں کی گئی، صرف جھوٹ و بہتان ہی شامل کیا گیا ہے۔ اگر کوئی وہابی بھی طلبِ حق کے لئے اس کتاب کے جواب کو پڑھے گا تو ان شاء اللہ عزوجل وہ وہابی عقائد ونظریات کو چھوڑ دے گا۔ اگر کوئی کٹر وہابی بھی اس کتاب کو پڑھے گا تو اس کا دل اتنا ضرور کہے گا کہ ظہیر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر ہمیں کئی سالوں سے بے وقوف ہی بنایا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول :تعارفِ امام احمد رضا خان بریلوی رَحِمَہُ اللہ

ظہیر صاحب نے اس باب کا نام "بریلویت" رکھا تھا، جس میں انہوں نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ذات پر جھوٹے الزامات لگائے۔ اس باب میں ان الزامات کا جواب دیا جائے گا۔

فصل: تاریخ و بانی

بریلویت پاکستان میں پائے جانے والے احناف کے مختلف مکاتب فکر میں سے ایک مکتبِ فکر ہے۔ بریلوی حضرات جن عقائد کے حامل ہیں، ان کی تاسیس وتنظیم کا کام بریلوی مکتبِ فکر کے پیروکاروں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی نے انجام دیا۔ بریلویت کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔1

جناب احمد رضا ہندوستان کے صوبے اتر پردیش (یوپی) (2) میں واقع بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔3

بریلوی حضرات کے علاوہ احناف کے دوسرے گروہوں میں دیوبندی اور توحیدی قابل ذکر ہیں۔

بریلویت کے مؤسس وبانی راہنما علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نقی علی اور دادا رضا علی کا شمار احناف کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔4

ان کی پیدائش 14 جون 1865ء میں ہوئی۔5۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ والدہ نے ان کا نام امن میاں رکھا۔ والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا۔6

لیکن جناب احمد رضا ان اسماء میں سے کسی پر بھی مطمئن نہ ہوئے اور اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔ 7 اور خط وکتابت میں اسی نام کا استعمال کثرت سے کرتے رہے۔

امام احمد رضا خان کا اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھنا

یہ ظہیر کا بہتان ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کسی اور نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔ آپ کا نام احمد رضا ہی تھا اور آپ نے عبدالمصطفیٰ نام نہیں رکھا تھا بلکہ یہ بطور لقب تھا۔ عبدالمصطفیٰ بطور عَلَم (ذاتی نام) رکھنا آپ کے نزدیک مکروہ تھا چنانچہ

فرماتے ہیں: ''فقیر کے اس بارے میں تین رسالے ہیں جو میرے مجموعہ فتاوٰی میں ہیں۔ ایک دربارہ غلام مصطفٰی اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسرا در بارہ عبد المصطفٰی اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ تو صیفًا بلا شبہہ جائز اور اجلہ صحابہ سے ثابت۔ کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔'' (فتاوی رضویہ جلد 24، صفحہ 669، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوٰی رضویہ میں عبد المصطفٰی بطور لقب رکھنے پر کثیر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ابن بشران امالی اور ابو احمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا حمد و درود کے بعد فرمایا ''ایھا الناس انّی قد علمت انکم کنتم تونسون منّی شدّۃ وغلظۃ وذٰلک انی کنت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وکنت عبدہ وخادمہ'' ترجمہ: لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گزار تھا۔

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع عام زیرِ منبر حاضر ہے، سب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 705، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان کا رنگ

> ﴿ جناب احمد رضا کا رنگ نہایت سیاہ تھا۔ ان کے مخالفین انہیں اکثر چہرے کی سیاہی کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ ان کے خلاف لکھی جانے والی ایک کتاب کا نام ہی ''الطین اللازب علی الاسود الکاذب ''یعنی'' کالے جھوٹے کے چہرے پر چپک جانے والی مٹی'' رکھا گیا۔8
>
> اس بات کا اعتراف ان کے بھتیجے نے بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں: ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ گہرا گندمی تھا۔ لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔''9 ﴾

کسی کے کالے رنگ ہونے پر اس کے علم و فضل پر طعن کرنا نری حماقت ہے۔ خود ظہیر جتنا سفید تھا سب کو پتہ ہے۔ (اگر کسی نے ظہیر صاحب کا رنگ اور خشخشی داڑھی والی شکل دیکھنا ہو تو انٹرنیٹ میں You Tube پر دیکھ سکتا ہے۔) ظہیر صاحب کا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا، جھوٹ ہے۔ دن رات کی محنت سے وہ چمک نہیں رہتی جو ابتداء میں ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا؟۔ امام احمد رضا خان ہرگز کالے رنگ کے نہیں تھے بلکہ سفید رنگ بارعب شخصیت تھے۔ ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں: ''منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیۂ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ داڑھی اس وقت سفید ہو چکی

تھی، مگر نہایت خوبصورت تھی۔'' (مقالاتِ یوم رضا حصہ 3، صفحہ 17، رضا اکیڈمی، لاہور)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں: ''ان کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری (عاجزی و انکساری) کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔''

(افتتاحیہ خیابانِ رضا، صفحہ 17، عظیم پبلی کیشنز، لاہور)

پھر ظہیر صاحب نے یہ اپنے پاس سے ہی کہہ دیا کہ لوگ ان کے سیاہ چہرے پر طعن کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے کے حوالہ سے جو ظہیر صاحب نے کہا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ کو گہرا گندمی کہا، یہ بھی جھوٹ ہے۔ انہوں نے چمکدار گندمی لکھا تھا۔ ظہیر صاحب کو چمکدار گندمی کی صحیح عربی نہیں آئی تو انہوں نے "اسمر اللون" لکھ دیا۔ اعلیٰ حضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خان بریلوی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: ''ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ ابتداء سے وصال تک مسلسل محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔'' (اعلیٰ حضرت بریلوی، صفحہ 20، مکتبہ نبویہ، لاہور)

امراض میں مبتلا ہونا

﴿ جناب احمد رضا نحیف و نزار تھے۔(10) درد گردہ اور دوسری کمزور کر دینے والی بیماریوں میں مبتلا تھے۔(11) کمر کی درد کا شکار رہتے۔12 ﴾

کثیر دینی خدمت کے سبب امراض کا شکار رہنا کوئی عیب نہیں۔ گردوں کی تکلیف تھی لیکن جب آپ مکہ سے مدینہ کے سفر کی طرف چلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے صدقے رب تعالیٰ نے گردوں کے درد سے ہمیشہ کے لئے شفاء دے دی چنانچہ ملفوظات میں ہے: ''24 صفر 1324ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جاں (یعنی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ) کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال (یعنی جھٹکوں) سے کیا حال ہوگا! و لہٰذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی بلکہ جدہ سے براہِ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا۔ مگر ان کے کرم کے صدقے! ان سے استعانت عرض (یعنی مدد کی درخواست) کی اور ان کا نام پاک لے کر اونٹ پر سوار ہوا۔ ہال (جھٹکے) کا ضرر پہنچنا درکنار وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی، دفعۃً دفع ہو گئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔ یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ 2، صفحہ 215، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

﴿ اسی طرح سر درد اور بخار کی شکایت بھی عموماً رہتی۔13 ﴾

ظہیر صاحب نے البریلویہ میں کہا تھا کہ انہیں شدید درد سر رہتا تھا۔ مترجم صاحب نے لفظ شدید کا ترجمہ ہی نہیں کیا کیونکہ اصل حوالے میں لفظ شدید نہیں تھا بلکہ ظہیر صاحب نے بطورِ جھوٹ اپنی طرف سے شامل کیا تھا۔ ملفوظات میں صرف اس قدر ہے: ''الحمد للہ! کہ مجھے اکثر حرارت و دردِ سر رہتا ہے۔'' (ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 119، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

کیاامام احمد رضاخان ایک آنکھ سے اندھے تھے؟

﴿ ان کی دائیں آنکھ میں نقص تھا۔ اس میں تکلیف رہتی اور وہ پانی اتر آنے سے بے نور ہوگئی تھی۔طویل مدت تک علاج کراتے رہے مگر وہ ٹھیک نہ ہوسکی۔14

ایک مرتبہ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا۔انہوں نے سالن کھالیا مگر چپاتیوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ان کی بیوی نے کہا کہ کیابات ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے نظر ہی نہیں آئیں۔حالانکہ وہ سالن کے ساتھ ہی رکھی ہوئی تھیں۔15 ﴾

آنکھ سے بے نور ہونا بھی کوئی علمی عیب نہیں۔مسجد نبوی کے ایک خطیب بھی نابینا ہیں۔یہاں بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ایک آنکھ بے نور ہوگئی تھی۔آپ کی دونوں آنکھیں الحمد للہ درست تھیں۔دراصل آپ کی داہنی آنکھ میں ایک چھوٹا سا حلقہ پڑ گیا تھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آپ کی آنکھ چند سالوں بعد موتیا کے سبب بے نور ہو جائے گی۔لیکن آپ نے موتیا کے مریض کو دیکھ کر وہ دعا پڑھی تھی جس کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مریض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے والا اس مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔لہٰذا اس دعا کی برکت سے آپ موتیا کے مرض سے ساری زندگی محفوظ رہے۔پورا واقعہ آپ یوں فرماتے ہیں: ''جمادی الاولیٰ 1300ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال (یعنی مسلسل) دیکھنا ہوا۔گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔بائیں آنکھ بند کرکے داہنی سے دیکھا تو وسطِ شے مرئی (یعنی نظر آنے والی چیز کے درمیان) میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔یہاں اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر علاج چشم میں بہت سربرآوردہ تھا۔سینڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔میرے استاذ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے۔علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا: ''کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست (یعنی خشکی) آ گئی ہے۔پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔'' مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے، فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے (یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدا نا کردہ) پانی اتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی۔) میں نے التفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزول آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا۔ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔انہوں نے بیس برس کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔الحمد للہ کہ بیس درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا، نہ بعونہ

تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائم معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جارہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ میں اگر انہی واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے تو ایک دفتر ہو۔"

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 70، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

ظہیر صاحب کی تحریف دیکھیں کہ ملفوظات کے حوالے سے لکھ دیا کہ ساری زندگی وہ بے نور آنکھ ٹھیک نہ ہوسکی جبکہ اوپر واضح انداز میں بتایا گیا کہ آنکھ بے نور نہیں ہوئی تھی فقط تھوڑا سا حلقہ تھا جو مزید نہیں بڑھا۔ ان کی بددیانتی ملاحظہ ہو۔ باقی چیا تیاں نظر نہ آنا آنکھ کے بے نور ہونے کی دلیل نہیں۔ کیا ایک آنکھ والے کو روٹی نظر نہیں آتی؟ کسی سوچ میں گم ہونے کی وجہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔

اعلیٰ حضرت کا حافظہ

﴿ جناب بریلوی نسیان میں مبتلا تھے۔ ان کی یادداشت کمزور تھی۔ ایک دفعہ عینک اونچی کرکے ماتھے پر رکھ لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ان کے ماتھے پر ہے۔ کافی دیر تک پریشان رہے، اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آ کر رک گئی۔ تب پتہ چلا کہ عینک تو ماتھے پر تھی۔ 16 ﴾

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن قوی حافظے کے مالک تھے اور ان کے قوی حافظے کی مثال فتاویٰ رضویہ میں موجود ہزاروں مسائل ہیں جو بے شمار جزئیات پر مشتمل ہیں۔ ایک مفتی کے فتوے میں موجود دلائل اس کی علمیت وحافظے کی عکاسی کرتے ہیں کہ مفتی اپنے علم وحافظے کے سبب دلائل نقل کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے حافظے وذہانت کے متعلق فرماتے ہیں: "میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا۔ جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بلفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 112، کنسیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

آپ کے قوت حافظہ کا عالم یہ تھا کہ تیس دنوں میں پورا قرآن حفظ فرما لیا چنانچہ جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضور (اعلیٰ حضرت) نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشین کر لینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لئے پہلے روز کا کاشانہ اقدس سے آتے وقت سورۃ بقرۃ شریف تلاوت میں تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا۔ جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ

اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ252، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب دارالافتاء میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہوجاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتاء (سوال) آیا، دارالافتاء میں کام کرنے والوں نے پڑھا اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا اور جواب جزئیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا۔ فقہاء کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجیب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے ردالمحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاوی ہندیہ میں، خیریہ میں، یہ یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل وکمال نے علماء کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ255، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

وہابیوں کے رد میں آپ نے علمائے حرم کے کہنے پر مکہ معظمہ میں دو دن میں علم غیب پر پوری کتاب ''الدولة المکية'' لکھ دی۔ باقی ظہیر کا عینک والی بات سے نسیان کا استدلال کرنا عجیب بات ہے۔ جو لوگ عینک استعمال کرتے ہیں انہیں بخوبی تجربہ ہوگا کہ بعض اوقات عینک ماتھے یا سر پر کھڑی کر کے کام کرتے ہوئے ذہن سے نکل جاتا ہے کہ عینک کہاں ہے۔ مجھے امید ہے کہ عینک استعمال کرنے والے ظہیر کے اس بیوقوفانہ اعتراض پر ہنس رہیں ہوں گے۔

دنیا میں کئی مشہور سائنسدانوں، علمائے حضرات کے متعلق اس طرح کے واقعات کتابوں میں مذکورہ ہیں کہ وہ ذہن کسی اور طرف مرکوز ہونے کے سبب اس طرح کی بھول کرتے ہیں۔ مسند احمد اور مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث پاک ہے "عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال إن رجالا من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم حين توفي النبي صلى الله عليه و سلم حزنوا عليه حتى كاد بعضهم يوسوس قال عثمان وكنت منهم فبينا أنا جالس في ظل أطم من الآطام مر علي عمر رضي الله عنه فسلم علي فلم أشعر أنه مر ولا سلم فانطلق عمر حتى دخل على أبي بكر رضي الله عنه فقال له ما يعجبك أني مررت على عثمان فسلمت عليه فلم يرد علي السلام وأقبل هو وأبو بكر في ولاية أبي بكر رضي الله عنه حتى سلما علي جميعا ثم قال أبو بكر جاءني أخوك عمر فذكر أنه مر عليك فسلم فلم ترد عليه السلام فما الذي حملك على ذلك قال قلت ما فعلت فقال عمر بلى والله لقد فعلت ولكنها عبيتكم يا بني أمية قال قلت والله ما شعرت أنك مررت ولا سلمت قال أبو بكر صدق عثمان" ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہوگئے۔ حضرت عثمان غنی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس دوران کہ میں ایک ٹیلے کے سائے میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق میرے پاس سے گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہ چلا۔ جناب عمر فاروق نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری شکایت کی ۔پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر فاروق کے سلام کا جواب نہ دیا؟ میں نے کہا میں نے تو ایسا نہ کیا۔عمر فاروق بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے خبر نہیں کہ تم گزرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ9، المکتب الإسلامی، بیروت)

خود امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس طرح کا واقعہ ہو جانے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ردالمحتار میں ہے ہماری بات کی بعض کے اس قول سے تائید ہوتی ہے کہ عاقل وہ ہے جس کا کلام اور افعال درست ہوتے ہیں ماسوائے نادر موقع کے۔دیکھو! تصریح کرتے ہیں کہ اگر نادر البعض کلمات وحرکات قانون عقل سے خارج بھی صادر ہوں، تو عاقل ہی کہا جائے گا۔آگے چل کر فرماتے ہیں "فالذی ینبغی التعویل علیہ فی المدھوش ونحوہ اناطۃ الحکم بغلبۃ الخلل فی اقوالہ وافعالہ الخارجۃ عن عادتہ"

قابل اعتماد بات یہ ہے کہ مدہوش اور اس جیسوں کا حکم ان سے خلل کے غلبے کی وجہ سے عادۃً صادر ہونے والے اقوال وافعال پر لگے گا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ بعض اوقات کسی خیال کے استغراق یا تکلیف کی شدت یا فرحت کی کثرت یا اور کسی صورت سے وہ بات بیخودی کی اس سے صادر ہو جاتی ہے کہ جب خیال کرتا ہے تو خود ہی اسے تعجب ہوتا ہے، پھر کیا اس سے یہ لازم آ سکتا ہے کہ اسے مسلوب الحواس ٹھہرا دیں اور اس کے تصرفات کا نفاذ نہ مانیں، اور یہاں طول عہد مرض ایک قرینہ قویہ بھی ہے کہ اس کی پریشانی میں اگر نادراً کسی ایسے فعل کا وقوع ہو جائے تو کچھ جائے تعجب نہیں ۔"فی ردالمحتار عن ھشام ابن کلبی قال حفظت مالم یحفظ احد ونسیت مالم ینسہ احد حفظت القرآن فی ثلثۃ ایام واردت ان اقطع من لحیتی مازاد علی القبضۃ فنسیت فقطعت من اعلاھا"

ردالمحتار میں ہشام بن کلبی سے منقول ہے اس نے کہا میں نے ایسا حفظ کیا جو کسی نے نہ کیا اور میں بھولا کہ اس طرح کوئی نہ بھولا ۔ میں نے قرآن پاک تین دن میں حفظ کر لیا اور میں نے اپنی داڑھی کی مٹھی سے زائد مقدار کو کاٹنے کا ارادہ کیا لیکن بھول کر مٹھی کے اوپر سے بھی کاٹ دی۔

دیکھو ایسا صحیح الضبط قوی الدماغ آدمی جس نے روزانہ دس دس پارے قرآن مجید کے یاد کر کے تین روز میں کلام اللہ شریف پورا حفظ کر لیا، اس سے ایسی خطاءِ عظیم واقع ہوئی کہ جس پر وہ خود کہتے ہیں مجھ سے وہ بھول ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی، اب کیا اس نادر بات پر ان کی قوت بالکل زائل اور مسلوب الحواس حاصل پائی جائے گی؟ بالجملہ جب تک غالب افعال واقوال ایسے ہی نہ ثابت کئے جائیں۔ ہرگز بکار آمد نہیں کہ فقہائے کرام عدم اعتبار نادر کی تصریح فرما چکے ۔واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ620، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت کو کیا طاعون ہوا تھا؟

﴿ ایک دفعہ وہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور خون کی تے کی۔17 ﴾

یہ بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے۔حیات اعلیٰ حضرت میں صاف لکھا ہے کہ آپ کو طاعون نہیں ہوا تھا کیونکہ آپ نے پہلے ہی طاعون زدہ کو دیکھ کر دعا پڑھی ہوئی تھی چنانچہ پورا واقعہ بیان کرتے ہوئے مفتی ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی اور بکری کا قورمہ تھا۔گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی،وہ باصرار لے گئے۔اعلیٰ حضرت فرماتے تھے ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔میرے ساتھ تشریف لے گئے۔وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں، یہی کھانا تھا۔سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے،بہتر ہے کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔میں نے کہا میری عادت نہیں (یعنی میز بانوں کو فرمائش کرنا عادت نہیں)۔وہی پوریاں، کباب کھائے۔اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا تھا اور اسی پر اکتفا کرتا۔بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔یہاں تک کہ قراءت سریہ بھی میسر نہ تھی۔سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قراءت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا۔اسلئے انہیں جواب نہ دے سکا۔حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔نہ مجھے طاعون ہے اور نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔اس بلا سے محفوظ رہے گا۔وہ دعا یہ ہے "الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا" ہوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔الحمد للہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔۔۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔آخر شب میں کرب بڑھا،میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی "اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب" (اے ہمارے رب! تیرا حبیب سچا ہے اور طبیب جھوٹا ہے۔) کسی نے میرے دہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں۔ لوگ باری باری میرے لئے جاگتے تھے،اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔وہ مسواک تو سمجھ گئے،گول مرچ کس طرح سمجھے۔غرض بمشکل سمجھے۔جب دونوں چیزیں آئیں۔بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دیا لیا۔پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی،مگر کوئی تکلیف و اذیت محسوس نہ ہوئی۔اس کے بعد ایک کلی خون

کی اور آئی اور بحمد اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہٖ تعالیٰ دفع ہوگیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔" (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ170، کنٹمپر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اب دوبارہ ظہیر صاحب کی عبارت دیکھیں کہ اسی کتاب کے حوالے سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو طاعون ہوا جبکہ اس جگہ طاعون نہ ہونے کی نفی ہے، یہ جھوٹ و تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

کیا اعلیٰ حضرت تیز مزاج اور فحش گو تھے؟

﴿ بہت تیز مزاج تھے۔(18)بہت جلد غصے میں آجاتے۔ زبان کے مسئلے میں بہت غیر محتاط(19)اور لعن طعن کرنے والے تھے۔ فحش کلمات کا کثرت سے استعمال کرتے۔ بعض اوقات اس مسئلے میں حد سے زیادہ تجاوز کرجاتے اور ایسے کلمات کہتے کہ ان کا صدور صاحب علم وفضل سے تو درکنار کسی عام آدمی کے بھی لائق نہ ہوتا۔ ان کے ایک معتقد بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ آپ مخالفین کے حق میں سخت تند مزاج واقع ہوئے تھے اور اس سلسلے میں شرعی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ 20

یہی وجہ تھی کہ لوگ ان سے متنفر ہونا شروع ہوگئے۔ بہت سے ان کے مخلص دوست بھی ان کی عادت کے باعث ان سے دور ہوتے چلے گئے۔ ان میں سے مولوی محمد یٰسین بھی ہیں جو مدرسہ اشاعۃ العلوم کے مدیر تھے اور جنہیں جناب احمد رضا اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے وہ بھی ان سے علیحدہ ہوگئے۔ 21

اس پر مستزاد یہ کہ مدرسہ مصباح التہذیب جو ان کے والد نے بنوایا تھا، وہ ان کی ترش روئی، سخت مزاجی، بذاتِ لسانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اس کے منتظمین ان سے کنارہ کشی اختیار کرکے وہابیوں سے جاملے اور حالت یہ ہوگئی کہ بریلویت کے مرکز میں احمد رضا صاحب کی حمایت میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا۔ باوجودیکہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت وہاں اپنی تمام تر سرگرمیوں سمیت موجود تھے۔ 22 ﴾

یہ سب بھی جھوٹ ہے۔ بہت تیز مزاج کا یہ مطلب نہیں کہ بڑی جلدی غصہ آجاتا تھا بلکہ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے جسم میں حرارت زیادہ تھی جیسا کہ کئی لوگوں کو ہوتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔ میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا اور اگر پیوں تو بادی آنکہ (یعنی اس وجہ سے کہ) مزاج گرم ہے فوراً زکام ہوجاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی پانی کو منع کردیا تھا۔ جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کی سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے اس میں کلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔ مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں، تازہ باسی بکثرت پیا اور نفع ہی کیا۔" (ملفوظات، حصہ2، صفحہ200، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

باقی ظہیر کا کہنا کہ لعن طعن کرتے، فحش کلمات کی کثرت کرتے تھے یہ بہتان ہے۔ آپ گمراہ گستاخ فرقوں کے عقائد کا شدومد سے رد ضرور کرتے تھے لیکن آج بھی ان کی تحریر گواہ ہے اس میں کسی قسم کی فحش گوئی نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "جب وہ رسول اللہ عزوجل وصلی

اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلا تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فورا ان سے الگ ہو جاؤ، انکو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، انکی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اسکی مولویت، بزرگی، فضیلت، کو خطرے میں لاؤ۔ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔" (ایمان کی پہچان، صفحہ، 58، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بتائیں اس میں کیا فحش کلامی ہے؟ کیا ان کا یہ فرمان درست نہیں ہے؟ شروع سے ہی علمائے کرام اپنے دور کے گمراہ فرقوں کا اسی طرح شدومد سے رَد فرماتے رہے ہیں۔حدیث پاک میں اس کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم" خذلھم اللّٰہ تعالٰی اجمعین" (اللہ تعالٰی ان کو ذلیل وخوار کرے۔) مسلمانوں کو بہکائے فتنہ وفساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے ﴿یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا﴾ میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ اور خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا نہ شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی کا کام ہوسکتا ہے۔ جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتے ہیں مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوتے ہیں۔ ادھر ہندو سے وداد واتحاد منایا، ادھر روافض ومرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سدِ فتنہ نا جائز ٹھہرایا، غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھری حلال کردیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں ﴿وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ اور اللہ تعالٰی ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گروں، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں، ان پر فرض ہے کہ روافض ومرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سدباب کریں، وعظ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں، حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں "اذا ظھرت الفتن اوقال البدع فلیظھر العالم علمہ ومن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللّٰہ منہ صرفا ولا عدلا" جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں تو عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔"

جب بدمذہبوں کے دفع نہ کرنے والے پر لعنتیں ہیں تو جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب ولعنت اکبر ہوگی ﴿وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ اور ظالم جلدی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہر بدمذہب کے ساتھ سختی نہیں کرتے تھے بلکہ جو اپنی بدمذہبی پر جم جاتے تھے ان کے ساتھ سختی فرماتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے، اگر اس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ

بات نہ ہوتی۔جن لوگوں کے عقائد مُذَبْذَب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہوجائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداءً بہت نرمی کی گئی۔مگر چونکہ ان کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہوگئی تھی اور مصداق ﴿ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ ﴾ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا۔اس وقت سختی کی گئی کہ ربّ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ﴾ اے نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے ﴿ وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ﴾ لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 1، صفحہ 90، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سنت متوارثہ یہی ہے کہ جہاں تک اپنی ذات کا تعلق ہو معاف کردینا افضل ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کی پوری سیرت میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لیا ہو بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے معاف ہی فرمایا ہے چنانچہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔وہ ان حضرات کے فرزندان روحی ومعنوی ہیں جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ و رسول عز وعلا و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑ اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کرلیا ہے۔ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا اور رسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا اور تقریراً وتحریراً اس کا اعلان کیا۔بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہوسکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ذریات نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جوبات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، اذناب اسے کیا بناتے۔آخر اسی غم میں مار دم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھائے، دل ہی دل میں جلتے۔﴿ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ﴾ جب غصہ تاب سے باہر ہوجاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے اور سمجھتے کہ بہت بڑا کار نمایاں کیا۔غرض اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھا لیا اور پڑھنے لگے۔اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔اس لئے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان میں تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سے پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کیلئے ذریعہ عبرت ونصیحت ہو۔ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھئے۔اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھئے۔ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔جن کو پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں، میں اس کا عادی ہوں۔لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ

حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام واکرام جاگیر وعطیات سے مالا مال کر دیجئے، پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ومعذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشتہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان نہ پہنچایئے۔ ﴿كُلُّ امْرِءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ164، کمشیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور)

دیکھیں! کس احسن انداز میں آپ نے اصلاح فرمائی۔ پتہ چلا کہ فحش گوئی اس وقت کے وہابیوں کا طرز عمل تھا لیکن کیا دور آ گیا ہے کہ ظہیر جیسے اعلیٰ حضرت کو فحش کو ثابت کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ ظہیر صاحب نے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ بھی تحریف سے بھرے پڑے ہیں۔ حیات اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مولوی یٰسین کے بارے میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں استاد کا درجہ دیتے تھے، اور وہ اعلیٰ حضرت کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ مکمل عبارت پیش خدمت ہے: "اہل سنت کے لئے سوائے بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ اگرچہ بریلی میں 1312ھ میں ایک مدرسہ سرائے خام میں قائم ہوا تھا اور اس کا نام اشاعت العلوم تھا۔ اس کے بانی مولوی محمد یٰسین صاحب پنجابی شاگرد حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھے۔ یہ ایک زمانہ تک تو خاموشی کے ساتھ صرف درس وتدریس میں مشغول تھے۔ جب دیوبندیوں نے 1327ھ میں اپنی جماعت بندی اور جتھا قائم کرنے کے لئے ابتدائے قیام مدرسہ دیوبند سے اس وقت تک جتنے فارغ التحصیل ہوئے تھے یا وہاں پہنچ کر حدیث کا دورہ تمام کیا یا کچھ دنوں کے لئے شریک درس ہو گئے تھے اگرچہ کسی جگہ کے فارغ ہوں، ان سب کو بلا کر ان کی دستار بندی کر دی تھی۔ مولوی محمد یٰسین صاحب بھی انہیں لوگوں میں تھے کہ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے کتابیں تمام کیں، چند دنوں کے لئے دیوبند جا کر دورہ میں شرکت کی تھی، ان کی بھی دستار بندی دیوبندیوں نے کر دی تھی۔ اس زمانہ سے ان کا میلان دیوبندیوں کی طرف زیادہ ہونے لگا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں آمدورفت میں کمی شروع کر دی تھی اور رفتہ رفتہ وہابی دیوبندی ہو گئے۔ ورنہ پہلے ان کے تعلقات اعلیٰ حضرت سے اچھے تھے اور اعلیٰ حضرت کو بمنزلہ اپنے استاذ کے سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اعلیٰ حضرت کی بے حد عزت کرتے اور بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔" (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ508، کمشیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس میں کہاں یہ لکھا ہے کہ وہ آپ کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر گئے تھے؟ پھر یہاں یہ لکھا ہے کہ مولوی یٰسین اعلیٰ حضرت کو اپنا استاد سمجھتے تھے، لیکن ظہیر صاحب نے اس کا الٹ کر دیا کہ اعلیٰ حضرت انہیں اپنا استاد سمجھتے تھے۔

حضور پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت لکھی ہے اس میں بھی غضب ناک اور زبان دراز، کثرت سے لعنت بھیجنے والے، گالیاں دینے والے اور فحش گوئی کرنے والے الفاظ ظہیر کے اپنے ہیں جو انہوں نے تحریفی انداز میں پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ شرف ملت حضور عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت یوں نقل کرتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت

ہے لیکن کسی مقام پر تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین ناموس اسلاف کی حفاظت میں تیغ بُراں نظر آتے ہیں۔ دونوں کے طرزِ عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ99، مکتبہ قادریہ لاہور)

دورانِ تعلیم قرآن کا واقعہ

☆ جہاں تک بریلوی حضرات کا تعلق ہے تو دوسرے باطل فرقوں کی مانند اپنے امام وقائد کے فضائل ومناقب بیان کرتے وقت بہت سی جھوٹی حکایات اور خود ساختہ کہانیوں کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بریلوی حضرات اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ جھوٹ کسی کی قدر ومنزلت میں اضافے کی بجائے اس کی تذلیل اور استہزاء کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: "آپ کی ذہانت وفراست کا یہ عالم تھا کہ چار برس کی مختصر عمر میں جس میں عموماً دوسرے بچے اپنے وجود سے بھی بے خبر ہوتے ہیں، قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا۔ آپ کی رسم بسم اللہ خوانی کے وقت ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے لوگوں کو دریائے حیرت واستعجاب میں ڈال دیا۔ حضور کے استاذِ محترم نے آپ کو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھانے کے بعد الف، با، تا، پڑھایا۔ پڑھاتے پڑھاتے جب لام الف (لا) کی نوبت آئی تو آپ نے خاموشی اختیار فرمالی۔ استاد نے دوبارہ کہا کہ کہو میاں لام الف! حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے پھر دوبارہ کیوں؟ اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خان صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا: بیٹا استاد کا کہا مانو۔ حضور نے ان کی طرف نظر کی۔ جد امجد نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا کہ بچے کو شبہ ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے۔ اب اس میں ایک لفظ مرکب کیوں آیا؟ اگر چہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو منکشف کرنا مناسب نہ تھا، مگر حضرت جد امجد نے خیال فرمایا کہ یہ بچہ آگے چل کے آفتابِ علم وحکمت بن کر افق عالم پر تجلی ریز ہونے والا ہے، ابھی سے اسرار ونکات کے پردے اس کی نگاہ ودل پر سے ہٹا دیئے جائیں۔ چنانچہ فرمایا: بیٹا تمہارا خیال بجا ودرست ہے، لیکن پہلے جو حرف الف پڑھ چکے ہو وہ دراصل ہمزہ ہے اور یہ الف ہے، لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ چونکہ ابتداء ناممکن ہے، اس لئے ایک حرف یعنی لام اول میں لاکر اس کی ادائیگی مقصود ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں کہا تو کوئی بھی حرف ملا دینا کافی تھا لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ با، تا، دال اور سین بھی شروع میں لا سکتے تھے۔ جد امجد علیہ الرحمہ نے انتہائی جوشِ محبت میں آپ کو گلے لگالیا اور دل سے بہت سی دعائیں دیں۔ پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃً خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے۔ لا یا لا اور سیرت اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام۔ 23

اس بے معنی عبارت کو ملاحظہ فرمایئے۔ اندازہ لگائیں کہ بریلوی حضرات چار برس کی عمر میں اپنے اعلیٰ حضرت کی ذہانت وفراست بیان کرنے میں کس قسم کے علم کلام کا سہارا لے رہے ہیں اور لغو قسم کے قواعد وضوابط کو بنیاد بنا کر ان کے ذریعہ سے اپنے امام کی علمیت ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ خود اہل زبان عرب میں سے تو کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس لا یعنی قاعدے کو پہچان سکے اور اس کی وضاحت کرسکے۔ لیکن ان عجمیوں نے الف اور لام کے درمیان صورت وسیرت کے لحاظ

سے مناسبت کو پہچان کر اس کی وضاحت کردی۔ ﷺ

شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "حالانکہ بات ظاہر ہے کہ لام اور الف میں صورۃً مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے کہ لا سے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ لام بصورتِ الف اور الف بصورتِ لام لکھا گیا ہے اور سیرۃً مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا اسم لام (ل ام) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حروف تہجی کا پہلا حرف "ا" ہے، اس کا اسم الف (ال ف) ہے، اس کے درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان صورۃً و سیرۃً مناسبت ہے، لہٰذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔ لا یہ وہ باریک نکتہ تھا جو امام احمد رضا نے بچپن میں سمجھ لیا اور نام کے ماہرین تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 105، مکتبہ قادریہ لاہور)

غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا

ﷺ دراصل بریلوی قوم اپنے امام کو انبیاء اور رسل سے تشبیہ ہی نہیں بلکہ ان پر افضلیت دینا چاہتی ہے اور یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ ان کے امام و قائد کو کسی کی طرف سے تعلیم دینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا سینہ علوم و معارف کا مرکز و مہبط بن چکا تھا اور تمام علوم انہیں وہبی طور پر عطا کیے جا چکے تھے۔ اس امر کی وضاحت نسیم بستوی کی اس نص سے بھی ہوجاتی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: "عالم الغیب نے آپ کا مبارک سینہ علوم و معارف کا گنجینہ اور ذہن و دماغ و قلب و روح کو ایمان و یقین کے مقدس فکر و شعور اور پاکیزہ احساس و تخیل سے لبریز فرما دیا تھا لیکن چونکہ ہر انسان کا عالم اسباب سے بھی کسی نہ کسی نہج سے رابطہ استوار ہوتا ہے اس لیے بظاہر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) کو بھی عالم اسباب کی راہوں پر چلنا پڑا۔"24

یعنی ظاہری طور پر تو جناب احمد رضا صاحب نے اپنے اساتذہ سے اکتساب علم کیا مگر حقیقی طور پر وہ ان کی تعلیم کے محتاج نہ تھے کیونکہ ان کا معلم و مربی خود رب کریم تھا۔ ﷺ

ظہیر نے بہتان لگاتے ہوئے دعویٰ یہ کیا ہے کہ سنی اعلیٰ حضرت کو انبیاء و رسل علیہم السلام پر ترجیح دیتے ہیں لیکن جتنے بھی حوالے دیئے ہیں کیا ان میں ایک بھی حوالہ ایسا ہے جس میں کہا گیا ہو کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں؟ اس حوالے میں تو اللہ عزوجل کے اس فضل کا ذکر ہے جو اعلیٰ حضرت پر ہوا ہے اور ان کی سیرت و کتب سے واضح ہوتا ہے۔ اس طرح کے خصائص کئی بزرگانِ دین میں پائے جاتے ہیں جیسے حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے متعلق کتب سیرت میں ملتا ہے۔ ان خصائص سے انبیاء پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے جب غلام کا یہ حال ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔ مگر اسے وہی سمجھے گا جس کے دل میں انبیاء اور اولیاء کی محبت ہوگی نہ کہ وہابی جن کے دلوں میں بدعت و شرک کے ابہام بھرے ہوئے ہیں۔

رہی یہ بات کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا یہ تو صریح کفر ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شیعوں کے عقائد

پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ان کا ہر نفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔شفا شریف، صفحہ 365 میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے "وكذلك نقطع بتكفير غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمة افضل من الانبياء "اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام، مطبع مصر، صفحہ 44 میں کلام شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں۔ملا علی قاری شرح شفا، مطبوعہ قسطنطنیہ، جلد 2، صفحہ 526 میں فرماتے ہیں "هذا كفر صريح "یہ کھلا کفر ہے۔منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر، مطبع حنفی، ص 146 میں ہے "ما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولی افضل من النبی كفر و ضلالة والحاد وجهالة" وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و جہالت ہے۔شرح مقاصد، مطبوع قسطنطنیہ، جلد 2، ص 305 اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی تکملہ، آخر فصل اول باب ثانی میں ہے "واللفظ لها ان الاجماع منعقد علی ان الانبياء افضل من الاولياء " بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، مطبع مصر، جلد 1، ص 215 میں ہے "التفضيل علی نبی تفضيل علی كل نبی "کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔شرح عقائد نسفی، مطبع قدیم، ص 65 پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ، ص 215 میں ہے "واللفظ لهما (تفضيل الولی علی النبی) مرسلا كان اولا (كفر و ضلال كيف و هو تحقير النبی) بالنسبة الى الولی (وخرق الاجماع) حيث اجمع المسلمون علی فضيلة النبی علی الولی الخ باختصاره "ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 175 میں ہے "النبی افضل من الولی وهو امر مقطوع به والقائل بخلافه كافر لانه معلوم من الشرع بالضرورة" نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے ۔۔۔۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 262، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندیوں کے نزدیک امتی عمل میں اپنے نبی سے بڑھ سکتا ہے

البتہ دیوبندیوں کے امام قاسم نانوتوی کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے چنانچہ تحذیر الناس میں لکھتا ہے: "انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

(تحذیر الناس، صفحہ 7، دارالاشاعت، کراچی)

اعلیٰ حضرت کو دردِ سر اور بخار رہنا

جناب بریلوی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں: "دردِ سر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتے

تھے۔" آگے چل کر لکھتے ہیں: "الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت اور دردِ سر رہتا ہے۔"25

جناب احمد رضا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی جسمانی کیفیت انبیاءِ کرام علیہم السلام سے مشابہت رکھتی ہے۔

کسی جسمانی کیفیت انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہونا قابل اعتراض نہیں بلکہ باعث سعادت ہے۔حضرت حسنین کریمین کا جسم مبارک حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کی طرح تھا چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "الحسن أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين الصدر إلى الرأس، والحسين أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان أسفل من ذلك" ترجمہ:حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے سر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینے سے نیچے تمام بدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد5، صفحہ660، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار نعمت کے طور پر کہا تھا کہ انہیں اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کے ایک عمل سے موافقت عطا فرمائی ہے۔اصل کلام یہ ہے: "دردِ سر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتے تھے۔ایک ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ سر ہوا، آپ نے اس شکریہ میں تمام رات نوافل میں گزاردی کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا تھا۔اللہ اکبر! یہاں یہ حالت کہ اگر برائے نام درد معلوم ہو تو یہ خیال ہوتا ہے کہ جلد نماز پڑھ لیں۔" پھر فرمایا: "ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس موضع (یعنی جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے۔لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کرجاتا ہے جس سے باذنہ تعالیٰ تمام رگ رگ کے گناہ نکال لیتا ہے۔الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت ودردِ سر رہتا ہے۔"

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ118، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

صفت میں مشابہت ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دعویٰ نبوت کیا جارہا ہے۔لیکن ظہیر صاحب اپنی کم علمی میں اس سے باطل استدلال کررہے ہیں، جو ان کی عادت ہے۔

ظہیر صاحب کا علمِ ابجد پر اعتراض

اپنی تقدیس ثابت کرنے کے لیے ایک جگہ فرماتے ہیں: میری تاریخ ولادت ابجدی حساب سے قرآن کریم کی اس آیت سے نکلتی ہے جس میں ارشاد ہے ﴿أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ﴾ یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی روحانی تائید فرمادی ہے۔26

یہ اعتراض علم ابجد کو نہ جاننے کی بنا پر ہے۔جمل یا ابجد یا حروف کے اعداد کا تصور مسلمانوں میں بہت پرانا ہے، بزرگانِ دین اس کا استعمال کرتے رہے ہیں۔لوگ عہدِ رسالت میں اس سے آشنا تھے چنانچہ علامہ قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں ﴿الم﴾ کی بحث میں فرماتے ہیں "أو إلى مدد أقوام وآجال بحساب الجمل كما قال أبو العالية متمسكاً بما روي أنه عليه الصلاة والسلام لما أتاه اليهود تلا عليهم الم البقرة فحسبوه وقالوا كيف ندخل في دين مدته إحدى

وسبعون سنة، فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا : فهل غيره، فقال المص والر والمر، فقالوا خلطت علينا فلا ندري بأيها نأخذ ،فإن تلاوته إياها بهذا الترتيب عليهم وتقريرهم على استنباطهم دليل على ذلك " ترجمہ: یا بعض سورتوں کے شروع میں مذکور ان حروف مقطعات سے بحساب جمل بعض قوموں کی بقا کی میعاد کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابوالعالیہ نے رسول اللہ کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب یہود آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں ﴿آلم﴾ البقرۃ پڑھ کر سنائی تو انہوں نے حساب لگایا اور کہا کہ ہم ایسے دین میں کیسے داخل ہوں جس کی کل مدت ہی 71 سال ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے تو اس پر یہود نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ پھر آپ نے آلمصٓ، آلر، آلمر وغیرہ دیگر ایسی آیات پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے کہا آپ نے معاملہ ہم پر مشتبہ کر دیا، اب ہمیں سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ ہم ان میں سے کسے بنیاد بنا کر حساب لگائیں۔یہود پر حضور کا ترتیب کے ساتھ آیات پڑھنا اور ان کے استنباط پر خاموش رہنا اس علم پر دلیل ہے۔

(أنوار التنزيل وأسرار التأويل، فی تفسیر، سورۃ البقرۃ، سورت2، آیت1، جلد1، صفحہ34، دار إحياء التراث العربي، بیروت)

کئی بزرگانِ دین انہی اعداد کے لحاظ سے اپنی تاریخ پیدائش نکالتے ہیں، اپنا تاریخی نام بھی اسی سے رکھتے ہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ جو 786 لکھا ہوتا ہے وہ بھی علم اعداد کے لحاظ سے ہے۔

معصوم ومحفوظ میں فرق

نیز ان کے بارے میں ان کے پیروکاروں نے لکھا ہے: "آپ کے استاد محترم کسی آیت کریمہ میں بار بار زبر بتا رہے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے جد امجد رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور کلام مجید منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب کی غلطی سے اعراب غلط لکھا گیا تھا۔ یعنی جو زیر حضور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زبان حق ترجمان سے نکلتا ہے وہی صحیح اور درست تھا۔ پھر جد امجد نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح بتاتے ہیں اسی کے مطابق پڑھو مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔"27

نتیجہ یہ نکالا کہ اعلیٰ حضرت صاحب کو بچپن سے ہی معصوم عن الخطاء کا مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ بریلوی حضرات نہ صرف یہ کہ مختلف واقعات بیان کر کے اس قسم کا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں بلکہ وہ اپنے امام وبانی کے متعلق صراحتاً اس عقیدے کا اظہار بھی کرتے ہیں چنانچہ عبدالکریم قادری صاحب لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی قلم وزبان ہر قسم کی لغزش سے محفوظ تھی۔ اور باوجود یکہ ہر عالم کی کوئی نہ کوئی لغزش ہوتی ہے مگر اعلیٰ حضرت نے ایک نقطے کی غلطی بھی نہیں کی۔"28

ایک دوسرے صاحب لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت نے اپنی زبان مبارک سے کبھی غیر شرعی لفظ ادا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھا۔"29

نیز یہ کہ اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے غلطیوں سے مبرا تھے۔ صراط مستقیم کی اتباع آپ کے اندر ودیعت کر دی گئی تھی۔30

انوار رضا میں ایک صاحب بڑے برملا انداز میں تحریر فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم اور زبان کو غلطیوں سے پاک کر دیا تھا۔"31

مزید کہا جاتا ہے: "اعلیٰ حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم اور غوث اعظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماتے تھے۔"32

ایک بریلوی شاعر اپنے اعلیٰ حضرت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ہے حق کی رضا احمد کی رضا احمد کی رضا مرضی رضا یعنی احمد رضا بریلوی33 ﷺ

اہل سنت ہرگز اعلیٰ حضرت کو نبی علیہ السلام کے برابر یا افضل نہیں مانتے اور نہ ہی کسی سنی عالم نے کسی کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یوں کہا ہے۔ علمائے کرام کا یہ کہنا کہ وہ ذہین تھے، خطا سے محفوظ تھے، ان کے قلم سے حق نکلتا تھا وغیرہ، کوئی غیر شرعی بات نہیں ہے۔ علمائے کرام نے یہ اعلیٰ حضرت کی تحریرات کو مدنظر رکھ کر فرمایا ہے کہ آپ نے جن گمراہ عقیدوں کا، غلط فتووں کا قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں رد فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح فرمایا، آج تک گمراہ لوگ اس کا جواب نہیں دے سکے۔ شرعی طور پر انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے برعکس اولیاء کرام گناہوں سے پاک نہیں ہوتے البتہ اللہ عزوجل انہیں خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بد دینی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعا محال ہے، بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے، ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعا محال بھی نہیں۔" (بہار شریعت، جلد1، حصہ1، صفحہ8، ضیاء القرآن، لاہور)

خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہل سنت سے خارج ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ187، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معصوم کسی بھی سنی عالم نے نہیں کہا اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔ ہاں شرعی اعتبار سے خطاؤں سے محفوظ کہنا درست ہے۔

دنیا میں کئی ایسے علماء کرام و اولیائے کرام گزرے ہیں جن کے بچپن کی ذہانت کے متعلق واقعات موجود ہیں۔ اللہ عزوجل کا اپنے پیارے بندوں کو علم لدنی عطا فرمانا مستند کتب میں مذکور ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ چند دنوں میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اگر امام احمد رضا خان جلد سبق یاد کر لیتے تھے تو اس میں کیا عجیب بات ہے؟ تصوف کے امام میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں: "خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ماں کے پیٹ سے بہرہ ور با نصیب پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ

خواجہ میرے پیٹ میں تھے۔ ہر آدھی رات کو میرے پیٹ میں حرکت کرتے اور یا اللہ یا اللہ یا اللہ کی آواز نکالتے اور میں آدھی رات سے ایک پہر تک یہ آواز سنتی۔" (سبع سنابل، صفحہ 438، فرید بک سٹال، لاہور)

اگر مزید اس طرح کے واقعات لکھیں جائیں تو کئی صفحات بھر جائیں۔ درحقیقت ظہیر کا ان واقعات کو عجیب سمجھنا اس لئے بے جا نہیں کہ وہابیوں میں آج تک نہ کوئی ولی پیدا ہوا اور نہ کوئی اتنا ذہین۔ اولیاء اللہ اس گروہ میں پیدا ہوتے ہیں جو اولیاء اللہ کا احترام کرتے ہوں اور کرامات کو ماننے والے ہوں اور وہ صرف اہل سنت وجماعت ہیں۔

﴿ ان کے ایک اور پیروکار لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت کا وجود اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔"34 ﴾

اللہ عزوجل کی نشانی ہونے پر اعتراض کرنا بھی کم علمی کی دلیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، اولیاء کرام، علمائے کرام اللہ عزوجل کی نشانیاں ہیں کہ یہ اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ قرآن پاک میں صفا اور مروہ پہاڑ کو اللہ عزوجل کی نشانی کہا گیا ہے۔ ایک جگہ قربانی کے جانور کو اللہ عزوجل کی نشانی فرمایا گیا، جب پہاڑ اور جانور اللہ کی نشانی ہوسکتے ہیں تو اشرف المخلوقات مسلمان کا اللہ عزوجل کی نشانی ہونا کوئی محال نہیں۔ سورۃ حج میں فرمایا ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے۔ (سورۃ الحج، سورۃ 22، آیت 36)

اعلیٰ حضرت کی زیارت

﴿ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایک گستاخ اپنے امام وراہنما کے بارے میں کہتا ہے: "اعلیٰ حضرت کی زیارت نے صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم کردیا ہے۔"35 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت والا حوالہ تحریف شدہ ہے۔ اصل عبارت وواقعہ کو پیش کرتے ہوئے عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "امام احمد رضا بریلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ تھے۔ وصایا شریف کے پہلے ایڈیشن کا کاتب اہل سنت وجماعت کا مخالف تھا۔ اس نے یہ عبارت تبدیل کردی اور غلط عبارت چھپ گئی۔ مرتب وصایا مولانا حسنین رضا خان نے وضاحت کی کہ میری مصروفیت کے سبب وصایا شریف ویسے ہی چھپ گیا۔ پھر انہوں نے مذکورہ بالا صحیح عبارت بھی بیان کردی کہ چونکہ میری غفلت اور بے توجہی شامل ہے، اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے صفحہ 24 میں اس عبارت کو کاٹ کر مذکورہ بالا لکھیں۔" اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔" (البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 112، مکتبہ قادریہ لاہور)

وہابیوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس فرمان پر اعتراض ہے تو دیوبندیوں کے متعلق وہابی کیا حکم لگائیں گے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی الیاس (بانی تبلیغی جماعت) کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے

ہیں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف امیر تبلیغی جماعت، صفحہ 133 بحوالہ وصایا شریف، صفحہ 51)

دیوبندی مولوی ابوالحسن علی حسنی مولوی الیاس بانی تبلیغی جماعت کی مستندترین سوانح عمری دینی دعوت میں رقمطراز ہیں: "امی بی مولانا (الیاس بانی تبلیغی جماعت) پر بہت شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اکثر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے۔ کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔"

(کتاب مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت صفحہ 43 بحوالہ وصایا شریف صفحہ 50)

یہاں تبلیغی جماعت والوں کو صحابہ کی سی صورتیں کہا اور دوسری جگہ دیوبندیوں نے حد ہی کر دی چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی کے مرنے پر دیوبندی اخبار ہفت روزہ خدام الدین لاہور نے شیخ الاسلام مدنی نمبر شائع کیا، اس میں صاف لکھا ہے: "ایک دفعہ رات کے وقت پیلی ٹیوب کی روشنی میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کو دیکھا کھدر کی ٹوپی کھدر کا کرتہ کھدر کا پائجامہ پہنا ہوا تھا سیدھے سادھے صحابی معلوم ہوتے تھے۔ ملخصاً"

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور شیخ الاسلام مدنی نمبر، ماخوذ از وصایا شریف، صفحہ 49)

﴿ مبالغہ آرائی کرتے وقت عموماً عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک بریلوی مصنف اس کا مصداق بنتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "ساڑھے تین سال کی عمر شریف کے زمانے میں ایک دن اپنی مسجد کے سامنے جلوہ افروز تھے کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں تشریف لائے اور آپ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ نے (ساڑھے تین برس کی عمر میں) فصیح عربی میں ان سے کلام کیا اور اس کے بعد ان کی صورت دیکھنے میں نہیں آئی۔"36

ایک صاحب لکھتے ہیں: "ایک روز استاد صاحب نے فرمایا: احمد میاں! تم آدمی ہو کہ جن؟ مجھے پڑھاتے ہوئے دیر لگتی ہے لیکن تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ دس برس کی عمر میں ان کے والد جو انہیں پڑھاتے بھی تھے ایک روز کہنے لگے: تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ پڑھاتے ہو۔"37 ﴾

بچپن کے یہ واقعات ناممکن نہیں، ظہیر صاحب کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا چاہئے تھا کہ بچپن ایسا نہیں ہوسکتا۔ قرآن وحدیث سے ظہیر صاحب کیسے ناجائز ثابت کر سکتے تھے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے واقعات سے لے کر کئی بزرگان دین کے متعلق ایسے بے شمار مستند واقعات موجود ہیں چنانچہ بہجۃ الاسرار میں حضور غوث پاک سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دودھ پینے کے دور کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوسعد عبد اللہ بن سلیمان بن جعفر ان ہاشمی جیلی رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ احمد جیلیہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: والدہ ماجدہ شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کا اس (سلوک) میں بڑا اقدم تھا۔ ہم نے ان سے کئی مرتبہ سنا کہ وہ فرماتی ہیں جب میں نے اپنے بیٹے عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو جنا تو وہ رمضان شریف کے دن میں دودھ نہ پیتا تھا۔ رمضان کا چاند لوگوں کو غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا تو میرے پاس پوچھنے آئے میں نے کہا کہ (میرے بچے نے) آج دودھ نہیں پیا، پھر معلوم ہوا کہ یہ دن رمضان کا تھا اور ہمارے شہر میں اس وقت یہ بات مشہور ہوگئی کہ شریفوں (سیدزادوں) میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے کہ رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

(اسام الاولیا ترجمہ بہجۃ الاسرار، صفحہ 215، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

کیا اعلیٰ حضرت کا استاد قادیانی تھا؟

﴿ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ 38 ﴾

ظہیر صاحب کا اعلیٰ حضرت کے استاد غلام قادر بیگ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی کہنا صریح جھوٹ ہے۔ غلام احمد قادیانی کا بھائی 1883ء / 1301ھ میں مرگیا تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کے استادِ محترم مرزا غلام قادر بیگ کی پیدائش یکم محرم 1243ھ بمطابق جولائی 1827ء کی ہے اور سن وفات یکم محرم 1336ھ بمطابق 18 اکتوبر 1917ء ہے۔ مولانا مرزا غلام قادر بیگ نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک استفتا بھیجا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1305ھ میں تاریخی نام سے ایک رسالہ ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ لکھا۔ پھر یہی مولانا مرزا قادر بیگ 1310ھ میں کلکتہ سے استفسار کرتے ہیں۔ پھر 1311ھ میں کلکتہ ہی سے 1314ھ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہیں۔ یہ فتوے فتاویٰ رضویہ، جلد 22، صفحہ 152، فتاویٰ رضویہ، جلد 11، صفحہ 45، رضا فاؤنڈیشن، لاہور اور فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد 3، صفحہ 32 میں موجود ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص 1301ھ میں فوت ہوا ہو پھر دوبارہ 1305ھ میں زندہ ہو جائے اور کئی سال تک فتوے طلب کرے؟

(ماخوذ از حاشیہ ملفوظات، حصہ 1 صفحہ 70، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک مسلمان عالم دین کو نہ صرف قادیانی کہنا بلکہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے کے متعلق شرعی حکم بھی ملاحظہ فرمالیں۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ”ایما امرء قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما علیہ“ ترجمہ: جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

(مسلم شریف، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر، جلد 1، صفحہ 79، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام احمد رضا خان کا پہلا فتویٰ

﴿ جناب بستوی صاحب کم سنی میں اپنے امام کے علم وفضل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”14 برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد قبلہ کی خدمت عالی میں پیش کیا۔ جواب بالکل درست (صحیح) تھا۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کے جواب سے آپ کی ذہانت وفراست کا اندازہ لگالیا اور اس دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کردیا۔“ اس سے پہلے آٹھ سال کی عمر مبارک میں آپ نے ایک مسئلہ وراثت کا جواب تحریر فرمایا: ”واقعہ یہ ہوا کہ والد ماجد باہر گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ کہیں سے سوال آیا آپ نے اس کا جواب لکھا اور والد صاحب کی واپسی پر ان کو دکھایا۔ جسے دیکھ کر ارشاد ہوا: معلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امن میاں (اعلیٰ حضرت) نے لکھا ہے۔ ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں اس جیسا کوئی بڑا مسئلہ لکھ کر دکھائے تو جانیں۔“ 39

اس نص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت صاحب نے آٹھ برس کی عمر میں فتوی نویسی کا آغاز کر دیا تھا۔ مگر خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "سب سے پہلا فتوی میں نے 1286ھ میں لکھا تھا جب میری عمر 13 برس تھی۔ اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز اور دوسرے احکام فرض ہوئے تھے۔" 40

یعنی بستوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے آٹھ برس کی عمر میں ہی وراثت جیسے پیچیدہ مسئلے کے متعلق فتوی صادر فرما دیا تھا جب کہ خود اعلیٰ حضرت صاحب اس کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں نے سب سے پہلا فتوی 13 برس کی عمر میں دیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ بریلوی حضرات کا یہ دعوی ہے کہ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے 14 برس کی عمر میں ہی تعلیم مکمل کر کے سند فراغت حاصل کر لی تھی۔ 41

مگر کئی مقامات پر خود ہی اس کی تردید بھی کر جاتے ہیں چنانچہ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق خیر آبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہے لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔" (42)

بستوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر 20 برس تھی۔ 43

اسی طرح بریلوی صاحب کے ایک معتقد لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت نے سید آل رسول شاہ کے سامنے 1294ھ میں شرف تلمذ طے کیا اور ان سے حدیث اور دوسرے علوم میں سند اجازت لی۔" 44

ظفر بہاری صاحب کہتے ہیں: "آپ نے سید آل رسول شاہ کے بیٹے ابوالحسین احمد سے 1296ھ میں بعض علوم حاصل کیے۔" 45

بہر حال ایک طرف تو بریلوی حضرات یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ احمد رضا 13 برس یا 14 برس کی عمر میں ہی تمام علوم سے فارغ ہو چکے تھے دوسری طرف بے خیالی میں اس کی تکذیب بھی کر رہے ہیں۔ اب کسے نہیں معلوم کہ 1272ھ یعنی احمد رضا صاحب کی تاریخ پیدائش اور 1296ھ میں بھی بعض علوم حاصل کیے ہوں تو 14 برس کی عمر میں سند فراغت کے حصول کا کیا معنی ہے؟ مگر بہت دیر پہلے کسی نے کہہ دیا تھا "لا ذاکرۃ لکذاب" یعنی دروغ گو را حافظہ نباشد۔ (جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔) ﴿﴾

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جو 8 سال کی عمر میں مسئلہ لکھا تھا وہ ایک اتفاقی تھا اور انہیں اس پر فتوی لکھنے کی اجازت نہ دی گئی اور 13 سال کی عمر میں باقاعدہ آپ نے فتوی نویسی شروع کی اور آپ کو اسی دن آپ کی مہارت کے سبب منصب افتاء عطا ہوا۔ لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔ پورا واقعہ یوں ہے: "جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے 8 سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض (وراثت) تحریر فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی۔ جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امن میاں (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھا دیتے تو میں جانوں ۔ بتاریخ 14 ماہ شعبان 1286ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا ۔ جواب بالکل صحیح تھا ۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ذہن نقاد وطبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا ۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ323، کمشیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اوپر سب سے پہلا حوالہ بستوی صاحب سے نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ 14 برس کی عمر میں آپ سند ودستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اور اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے ۔ جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے 13 برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا ۔ اس 13 اور 14 میں آخر تضاد کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تضاد نہیں دراصل ظہیر صاحب نے بستوی صاحب کی عبارت یوں نقل کی تھی "انہ فرغ من التعلیم والدراسۃ و جلس علی مسند الافتاء وعمرہ لم یتجاوز الرابع عشرۃ سنۃ" (اس کا صحیح ترجمہ یہ تھا) اعلیٰ حضرت جس وقت تعلیم وتدریس سے فارغ ہوئے اس وقت آپ کی عمر 14 سال سے زائد نہ تھی ۔ (البریلویہ، صفحہ20، ترجمان السنۃ، لاہور)

یعنی آپ کی عمر 14 سال سے زیادہ نہیں تھی بلکہ کم تھی جو 13 سال اور کچھ مہینے بنتی ہے ۔ جبکہ مترجم صاحب نے اپنی عادت تحریف کی تسکین کیلئے صحیح ترجمہ نہ کیا اور یہ لکھ دیا کہ آپ کی عمر چودہ سال تھی ۔ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حصول علم پر ظہیر کا اعتراض کرنا بھی بڑا عجیب ہے ۔ کیا موجودہ دور میں درس نظامی سے فارغ ہوکہ مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ؟ B.A کر کے بندہ گریجویٹ بن جاتا ہے کیا مزید تعلیم حاصل کرنا اس کے گریجویٹ ہونے کے منافی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 14 سال کی عمر میں مروجہ علوم وکتب پڑھ لی تھیں ۔ مزید تعلیم وراہ سلوک کی تعلیم کے لئے آپ دیگر حضرات کے پاس گئے ۔

علامہ عبدالحق سے اعلیٰ حضرت کا نہ پڑھنا

ظہیر صاحب کا یہ کہنا کہ عبدالحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علم منطق اس وجہ سے نہیں پڑھائی کہ آپ کی زبان مخالفین کے متعلق بہت سخت ہے، بالکل جھوٹ ہے ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان سے علم حاصل نہیں کیا تھا ۔ واقعہ یوں ہے کہ رامپور میں جب اچانک آپ کی ملاقات علامہ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ منطق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قاضی مبارک ۔ یہ سن کر علامہ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا ۔ آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا ۔ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا تدریس، افتا، تصنیف ۔ (خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا) کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وہابیہ میں ۔ علامہ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سنی تھے، مگر سنی گر نہ تھے ۔

خاص حمایت دین کا کوئی شوق وولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، (انہوں نے) فرمایا آپ بھی ردوہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا۔ اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو زیبا تھا یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو۔ اسلئے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور علامہ عبد الحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی حمایت دین ونکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ (خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے متعلق) اس لفظ کو سن کر (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا: جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے کیا اور "تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی" مستقل کتاب مولوی اسماعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔ یہ سن کر مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیانِ سنت کی توہین وتحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ249، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ظہیر صاحب اور وہابیوں سے یہ بات ہضم نہیں ہوتی کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بچپن ہی سے بہت ذہین تھے، اس لئے وہ اِدھر اُدھر کے بے تکے اعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ خود دیوبندیوں سمیت وہابیوں کے کئی مولوی اعلیٰ حضرت کی علمی شان کے قائل ہیں چنانچہ وہابی ترجمان ہفت روزہ الاسلام لاہور میں لکھتا ہے: "ہمیں ان (فاضل بریلوی) کی ذہانت وفطانت سے انکار نہیں ہے ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بالکل اوائل عمر میں ہی علوم درسیہ سے فارغ التحصیل ہوکر مسند درس وافتاد کی زینت بن گئے تھے۔"

(ہفت روزہ الاسلام، 23 جنوری 1976ء، لاہور)

یہ ظہیر کی کتاب "البریلویۃ" کی پہلی فصل پوری ہوئی۔ قارئین اندازہ لگالیں کہ اس مختصر سی فصل میں ظہیر نے کس قدر جھوٹ، بہتان اور تحریفات کی ہیں۔ آگے پوری کتاب اسی طرح کی لغویات سے بھری پڑی ہے۔

حوالہ جات (البریلویہ)

1 ملاحظہ ہو دائرۃ المعاف الاسلامیہ اردو، جلد۴، ص ۴۸۵، مطبوعہ پنجاب، ۱۹۶۹ء

2 دائرۃ المعارف، جلد۴، ص ۴۸۷

3 اعلیٰ حضرت بریلوی، مصنفہ بستوی، ص ۱۲۵، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری رضوی، مطبوعہ کراچی

4 تذکرۃ علمائے ہند، ص ۶۴

5 حیات اعلیٰ حضرت، جلد ا، ص ا

6 اعلیٰ حضرت، از بستوی، ص ۲۵

7 ملاحظہ ہو ''من ھو احمد رضا'' از شجاعت علی قادری، ص ۱۵
8 اس کتاب کے مصنف مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی مرحوم ہیں۔

بریلوی حضرات مصنف رحمہ اللہ کے اس پیرائے پر بہت جز بز ہوئے ہیں حالانکہ یہ ایسی بات نہیں ہے کہ اس پر چیں بہ جبیں ہوا جائے۔ مصنف یہاں جناب احمد رضا کا حلیہ بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ حلیہ بیان کرتے وقت کالی رنگت کا ذکر آ جانا معیوب شے نہیں ہے اور ندامت اور شرمندگی کا اظہار تو کسی عیب پر کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں ندامت سے بچنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں اور خود ساختہ عبارتوں سے کسی کتاب میں تردیدی دلائل کا ذکر کر کے کالے کو گورا کرنے کی سعی لا حاصل بہرحال بے معنی ہے۔ علامہ مرحوم نے حرمین شریفین کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا ذکر جس انداز سے کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

1: بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ ہم نے جناب احمد رضا صاحب کی رنگت کا ذکر کیوں کیا ہے حالانکہ یہ قابل اعتراض بات نہیں۔

2: اس کے جواب میں بعض حضرات نے سیاہ کو سفید ثابت کرنے کے لئے اپنی کتاب کے صفحات کو بھی بلاوجہ سیاہ کر دیا ہے۔

3: جواب میں کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ تو سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا اور رنگ کی آب و تاب بھی ختم ہو چکی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ گہرا گندمی رنگ کی کون سی قسم ہے۔ کیا ضرورت ہے ان تاویلات میں پڑنے کی؟ سیدھا اعتراف کیوں نہیں کر لیا جاتا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا۔

4: اس جواب میں جن لوگوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سفید تھا ان میں سے اب کوئی بھی موجود نہیں۔ یہ خود ساختہ دلائل ہیں۔

5: آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ بہرحال یہ عیب کی بات نہیں۔ کچھ لوگوں نے ہمارے حوالے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ ہم نے ان کی تردید ضروری سمجھی۔

دنیا و آخرت میں روشن چہرے سنیوں کے ہیں

ظہیر صاحب اور مترجم صاحب نے بات کو تسلیم نہیں کیا مزید تحریفات کا سہارا لیا۔ علمائے اہل سنت کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ''اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا'' حالانکہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتاب میں گہرا گندمی کا ذکر نہیں کیا بلکہ خالی گندمی کا ذکر کیا اور واضح دلائل کے ساتھ آپ کا سفید رنگ ہونے کے دلائل نقل کئے ہیں جس کے متعلق وہابیوں نے صرف یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ اہل سنت کے علماء نے بلاوجہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ حالانکہ وہابیوں کو رنگ سیاہ ہونے پر دلائل دینے چاہئے تھے۔ پھر ایک عجیب جواب یہ دیا ہے کہ ''سفید رنگ ہونے پر جن کے حوالے دیئے گئے ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں۔'' ظاہری بات ہے کہ حوالہ انہی لوگوں کا دیا جائے گا جنہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ ظہیر نے تو بغیر حوالہ ہی سیاہ رنگ

ہونے کا کہہ دیا ہے۔ آخر میں جو جھوٹ بولا ہے کہ آج بھی احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ اگر وہابیوں کو مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے سے فرصت ملے تو عصر حاضر ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا دیدار کرلیں۔ ان کے پرنور انتہائی سفید سرخی مائل چہرے کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ واضح ہو جائے گا۔

بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک کی چلی ہے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادوں کا حسن بھی ملاحظہ فرمالیجئے:۔ڈاکٹر محمد عبد النعیم عزیزی ایڈیٹر اسلامک ٹائمز اردو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے شہزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:" حضور حجۃ الاسلام بہت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ وشکیل تھے۔جانے کتنے غیر مسلم حتی کے عیسائی پادری بھی آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔آپ کا چہرہ ہی برہان تھا اور آپ صورت وسیرت ہر اعتبار اور ہر ادا سے اسلام کی حجت، حقانیت کی دلیل اور سچائی کی برہان تھے۔ جے پور، چتوڑ گڑھ، اودے پور اور گوالیر کے راجگان آپ کے دیدار کے لئے بیتاب رہا کرتے تھے اور آپ جب ان راجگان میں سے کسی کے شہر میں بسلسلہ پروگرام یا مریدین ومتوسلین کے یہاں آپ تشریف لے جاتے تھے تو آپ کی زیارت کے لئے امنڈ پڑتے تھے۔کئی بدمذہب اور مرتدین صرف آپ کے چہرہ زیبا ہی کو دیکھ کر تائب ہوئے۔"

(فتاوی حامدیہ صفحہ72، شبیر برادرز،لاہور)

دوسرے شہزادے حضور مفتی اعظم ہند ابوالبرکات محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی فرماتے ہیں:" صورت نورانی، رنگ سرخی مائل سفید، قد میانہ، بدن نحیف، سر بڑا گول، اس پر عمامہ کی بہار، چہرہ گول، روشن وتابناک، نور برساتا ہوا، جسے دیکھ کر خدا کی یاد آجائے۔۔۔۔" (فتاوی مصطفویہ، صفحہ34، شبیر برادرز،لاہور)

15 شوال المکرّم 1352ھ 1934ء میں لاہور میں جماعت اہل سنت اور دیوبندی جماعت کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک میٹنگ رکھی گئی، جو بعد میں مناظرہ میں تبدیل ہوگئی، دونوں طرف کے ذمہ داروں کی یہ خواہش تھی کہ گفتگو کے ذریعہ مسئلہ طے ہو جائے اور حق واضح ہونے پر حق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں ایک ہو جائیں۔لہذا دیوبندی مکتبۂ فکر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کا انتخاب ہوا اور جماعت اہل سنت کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا۔آپ بریلی سے لاہور تشریف لے گئے، مگر ادھر تھانوی جی نہیں پہنچے۔اس موقع پر حجۃ الاسلام نے جو خطبہ دیا وہ بے مثال خطبہ تھا اور سننے والے بڑے بڑے علما وفضلاء ان کی فصاحت وبلاغت اور علم وفضل کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

اسی موقع پر پنجابی مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی مناظر نہیں آیا تو چھوڑو، ان کے چہرے دیکھ لو (حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی جانب اشارہ کرکے) اور فیصلہ کرلو کہ حق کدھر ہے۔(یعنی حامد رضا خان کا نورانی چہرہ ہی بتاتا ہے کہ آپ حق پر ہیں۔)

(مقدمہ فتاوی حامدیہ صفحہ53، شبیر برادرز،لاہور)

ان ہستیوں کی بات چھوڑیں موجودہ دور کے سنی علماء اور وہابی مولویوں کے چہرے دیکھ لیں واضح ہو جائے گا کہ کن کا چہرہ نورانی ہوتا ہے۔کئی وہابی مولوی مرے جن کے چہرے مرنے کے بعد دکھائے نہیں گئے کہ دیکھنے کے قابل نہیں تھے اور سنی علماء کے چہرے مرنے کے بعد چمکتے دیکھے گئے ہیں۔تو چہروں کا نورانی ہونا سنیوں کا خاصہ ہے اور قیامت والے دن یقیناً اہل سنت ہی کے چہرے روشن ہوں گے اور بدمذہبوں کے سیاہ ہوں گے۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔ (سورۃ آل عمران، سورت3، آیت106)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی اور وہابیوں کے بہت بڑے عالم مولوی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر میں اور ابن تیمیہ نے جامع الرسائل میں یہ روایت نقل کی ہے "فقال ابن عباس تبیض وجوہ أہل السنة وتسود وجوہ أہل البدعة" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اہل سُنّت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، فتح القدیر، فی تفسیر سورۃ آل عمران، سورت3، آیت106)

جس انداز سے ظہیر اور مترجم نے اعلیٰ حضرت اور ان کی اولاد کو سیاہ ثابت کرنے کے لئے سیاہ جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔اس کا حکم خود حدیث سے سنئے چنانچہ شعب الایمان میں ہے "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((الکذب یسود الوجہ)) نبی کریم نے فرمایا: جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے۔ (شعب الإیمان، حفظ اللسان، جلد6، صفحہ456، مکتبۃ الرشد، الریاض)

9 اعلیٰ حضرت از بستوی، ص ۴۰

10 حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ظفر الدین بہاری، جلد ا، ص ۳۵

11 ملاحظہ ہو مضمون حسنین رضا درج شدہ اعلیٰ حضرت بریلوی، ص ۴۰

12 بستوی، ص ۲۸

13 ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۶۴۔

جناب عبدالحکیم صاحب کو شکایت ہے کہ مصنف نے یہاں بھی حضرت صاحب کی آنکھ کے نقص کا ذکر کیوں کیا ہے۔حالانکہ یہ بھی انسانی حلئے کا ایک حصہ ہے اور اس پر غیض وغضب کا اظہار کسی طور پر بھی روا نہیں۔ جواب میں قادری صاحب رقمطراز ہیں کہ: "حقیقۃً یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ ہوا یہ کہ 1300ھ میں مسلسل ایک مہینہ باریک خط کی کتابیں دیکھتے رہے۔گرمی کی شدت کے پیش نظر ایک دن غسل کیا۔سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اتر آئی ہے۔بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسط سے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔"

جناب قادری صاحب نے یہ عبارت "ملفوظات" سے ذکر کی ہے لیکن علمی بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مکمل عبارت تحریر کرنے کی بجائے عبارت کا اگلا حصہ حذف کر گئے ہیں۔اس کے متصل بعد ملفوظات میں لکھا ہے: "دائیں آنکھ کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوتا ہے (یعنی جس چیز کو دائیں آنکھ سے دیکھتے) وہ نا صاف اور دبا معلوم ہوتا۔"

اس عبارت کو چھوڑنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ قادری صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کی آنکھ کے نقص کو چھپانا چاہتے ہیں۔حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے۔کسی آنکھ میں نقص کا پایا جانا انسان کے بس کی بات نہیں ربّ کائنات کا اختیار ہے لہٰذا ہم قادری صاحب سے گذارش کریں گے کہ وہ اظہار ندامت کی بجائے اعتراف حقیقت کرلیں۔(ثاقب)

عجیب بات ہے پوری عبارت کی ہیرا پھیری خود کرتے ہیں اور علمی بددیانتی کا الزام شرف ملت حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پر لگاتے ہیں۔ہم نے پیچھے بھی کہا کہ آنکھ سے اندھا ہونا کوئی دینی عیب نہیں ،لیکن تشویش اس بات کی ہے کہ ایک عظیم شخصیت کو محض عداوت کی وجہ سے اندھا ثابت کیا جارہا ہے۔ملفوظات کی مکمل عبارت اوپر پیش کی گئی ہے جس میں صراحت ہے کہ صرف آنکھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ حلقہ پڑا تھا جو مزید نہ بڑھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آنکھ موتیا سے بے نور ہوجائے گی لیکن وہ دعا کی برکت سے بے نور نہیں ہوئی۔اتنا حصہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:"مقدمہ نزول آب ہے(یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدا نا کردہ) پانی اتر آئے گا(یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی۔)میں نے التفات نہ کیا(یعنی توجہ نہ دی)اور نزول آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا ۔بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا۔ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔انہوں نے بیس برس کہے تھے،انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔الحمد للہ کہ بیس درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا،نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے،نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی ،نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔" (ملفوظات،حصہ1،صفحہ70،المکتبۃ المدینہ،کراچی)

مترجم صاحب نے جو عبارت مزید دلیل کے طور پر پیش کی ہے کہ:"وہ نا صاف اور دبا معلوم ہوتا۔"اس عبارت میں ہی مترجم صاحب کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے کہ نا صاف دکھائی دینے اور بالکل نہ دکھائی دینے میں فرق ہے یا نہیں؟

مترجم نے اوپر لکھا کہ"حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے"تو مترجم ومصنف کی عقل میں یہ کیوں نہ آیا کہ یہ ایسی خرابی وعیب بھی نہیں کہ جسے بیان کرکے کسی مسلمان کو گندہ کرنے کی ناپاک وناکام کوشش کی جائے۔

14 ملفوظات ص ۴۰،۲۱۔

بریلویت کے موسس ومجدد جناب احمد رضا نہایت فحش اور غلیظ زبان استعمال کرتے تھے۔ذیل میں ان کی غیر مہذبانہ زبان کے چند نمونے ذکر کئے جاتے ہیں۔وہ اپنی کتاب وقعات السنان میں رقمطراز ہیں:ضربت مرداں دیدی قسمت رحمٰن کشیدی۔تھانوی صاحب!اس دسویں کہاوی پر اعتراضات میں ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالئے۔دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔کیا اتنی ضربات عظیم کے بعد بھی نہ سوجی ہوگی۔(وقعات السنان ص 51 مطبوعہ کراچی بحوالہ"شریعت حضرت محمد مصطفیٰ اور دین احمد رضا"از ملک حسن علی بی اے علیگ) رسلیا کہتی ہے میں نہیں جانتی میری ٹھہرائی پر

اتر۔۔۔۔۔دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو۔(ایضاً) اف ری رسلیا تیرا بھول پن۔خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔ (وقعات السنان،ص60) رسلیا والے نے۔۔۔۔۔اپنی دوشتی میں تیرا احتمال بھی داخل کرلیا۔

(وقعات السنان،ص 27)

اپنی کتاب خالص الاعتقاد میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق لکھتے ہیں: "کبھی کسی بے حیا ناپاک گھنونی سی گھنونی بے باک سے بے باک۔پاجی کمینی گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابلے بے دھڑک ایسی حرکات کیں؟ آنکھیں میچ کر گندہ منہ پھاڑ کر ان پر فخر کئے؟ انہیں سر بازار شائع کیا؟ اور ان پر افتخار ہی نہیں بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی، حیادار، شرمیلی، بانکی، نکیلی، میٹھی، رسیلی، اچپل البیلی، چنچلا تیلی، اجودھیایا شی آنکھ یہ تان لیتی اونچی ہے ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں گھونگھٹ اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام "شہاب ثاقب" رکھا ہے۔" (خالص الاعتقاد،ص22)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں: "کفر پارٹی وہابیہ کا بزرگ ابلیس لعین۔۔۔۔خبیثو! تم کافر ٹھہر چکے ہو۔ ابلیس کے مسخرے، دجال کے گدھے۔۔۔۔ارے منافقو۔۔۔۔۔وہابیہ کی پوچ ذلیل، عمارت قارون کی طرح تحت الثریٰ پہنچتی نجدیت کے کوے سکتے، وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوح گستاخ بھڑکتے۔" (خالص الاعتقاد،ص2 تا20)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں: "سرکش، طاغی، شیطان لعین، بندہ داغی۔"

(الامن والعلیٰ،ص112)

فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "غیر مقلدین و دیوبندیہ جہنم کے کتے ہیں۔رافضیوں (شیعہ) کو ان سے بدتر کہنا رافضیوں پر ظلم اور ان کی شان خباثت میں تنقیص ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد2،ص90)

سبحان السبوح میں ارشاد کرتے ہیں: "جو شاہ اسماعیل اور نذیر حسین وغیرہ کا معتقد ہوا، ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔غیر مقلدین سب بے دین، پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔" (سبحان السبوح،ص134)

بدمذہبوں کو زجر کرنا

مترجم صاحب کی کم عقلی اور کم علمی کا اندازہ لگائیں کہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ کونسی کتاب کس کی ہے؟ وقعات السنان اعلیٰ حضرت کی کتاب نہیں ہے۔یہ مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے اور مترجم صاحب نے اسے اعلیٰ حضرت کی تصنیف ٹھہرا کر، عبارات توڑ موڑ کر بے ربط نقل کی ہیں اور اسے فحش کلامی پر محمول کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔آپ یہ کتاب پوری پڑھ لیں کہیں بھی ایسی پیش کی گئی عبارات نہیں ملیں گی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جگہ جگہ لفظ رسلیا استعمال کیا گیا ہے۔رسلیا کا مطلب ہے رنگیلا۔اس لفظ کو استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہابی مولوی اپنی گستاخانہ عبارات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی باطل تاویلیں کرتے ہیں۔اس قسم کے الفاظ ان کے دلائل کو زجر کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں کہ گستاخی الفاظوں کے ہیر پھیر سے نہیں چھپتی۔اس طرح کے الفاظ بطور زجر کہنے کی کئی مثالیں کتب احادیث

وغیرہ میں موجود ہیں۔ المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمیر بن وہب کے متعلق کہا "هذا الکلب عدو الله عمیر بن وهب ما جاء إلا لشر" ترجمہ: یہ کتا اللہ عزوجل کا دشمن عمیر بن وہب شر کے ارادے سے آیا ہے۔

(المعجم الکبیر، باب العین، جلد17، صفحہ58، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرۃ)

حدیث پاک میں والدین کو گالی دینے والے کو لعنتی کہا گیا ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث پاک ہے "عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ((ملعون من سب أباه، ملعون من سب أمه))" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملعون ہے جو اپنے ماں، باپ کو گالی دے۔

(مسند احمد، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب، جلد5، صفحہ83، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

جب ماں، باپ کو گالی دینے والا ملعون ہے تو گستاخ رسول کیوں ملعون نہیں؟ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کو رب تعالیٰ نے حرامی کہا چنانچہ فرمایا﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ ﴾ترجمہ کنز الایمان: درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

(سورۃ القلم، سورۃ 68، آیت13)

دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے﴿ إِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِکَ فِی الْأَذَلِّیْنَ ﴾ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ (سورۃ المجادلہ، سورت58، آیت 20)

گستاخ کافر حکم بن ابی العاص اور اس کی اولاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون کہا چنانچہ "اخبار مکہ" میں حضرت ابوعبد اللہ محمد بن اسحاق المکی الفاکہی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا "إن الحکم بن أبی العاص وولده ملعونون علی لسان رسول الله صلی الله علیه وسلم" ترجمہ: بے شک حکم بن ابی العاص اور اس کی اولاد کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنتی قرار دیا۔ (أخبار مکۃ فی قدیم الدهر وحدیثه، جلد1، صفحہ 355، دار خضر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گستاخوں کو بدتر، جہنم کے کتے کہا، وہ آپ نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ احادیث کا فیصلہ ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: "بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اهل البدع شر الخلق والخلیقة)) بد تمام جہان سے بدتر ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے ((اصحاب البدع کلاب اهل النار)) بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ499، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

15 انوار رضا، ص ٣٦٠

16 حیات اعلیٰ حضرت، ص ٦٤

17 ایضاً، ص ٢٢

18 انوار رضا، ص ٣٥٨

19 الفاضل البریلوی مصنفہ مسعود احمد، ص ١٩٩

20 مقدمہ مقالات رضا از کوکب، ص ۳۰ مطبوعہ لاہور

21 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۱۱

22 ایضاً، ص ۲۱۱

23 البریلوی، از بستوی، ص ۲۶، ۲۷، انوار رضا، ص ۳۵۵ وغیرہ

24 انوار رضا، ص ۳۵۵، بستوی، ص ۲۷

25 ملفوظات، جلد ا، ص ۶۴

26 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ا

27 بستوی، ص ۲۸، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۲

28 یاد اعلیٰ حضرت، از عبد الحکیم شرف قادری، ص ۳۲

29 مقدمہ الفتاویٰ الرضویہ، جلد ۲، ص ۱۵، از محمد اصغر علوی

30 انوار رضا، ص ۲۲۳

31 ایضاً ۲۷۱

32 ایضاً ۲۷۰

33 باغ فردوس، مصنفہ ایوب رضوی، ص ۷

34 انوار رضا، ص ۱۰۰

35 وصایا شریف، ص ۲۴

36 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ۲۲

37 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، ص ۶

38 بستوی، ص ۳۲

39 اعلیٰ حضرت بریلوی، ص ۳۲

40 من ہو احمد رضا، از قادری ص ۱۷۔

﴿ یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ حضور کی شریعت میں نماز دس برس کی عمر میں فرض ہے اور جناب احمد رضا پر نماز ۱۳ برس کی عمر میں فرض ہوئی (ناشر) ﴾

وقتِ بلوغت

ایک سے بڑھ کر ایک جاہل ہے۔ یہاں ناشر صاحب نے اپنی کم علمی میں اعتراض کر دیا اور یہ پتہ ہی نہیں کہ نماز کب فرض ہوتی

ہے؟ نماز کس عمر میں فرض ہوتی ہے اس کے متعلق امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں، قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہو جائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہوسکتا" فی الدر المختار فان لم یوجد فیھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی" درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ477، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پتہ چلا کہ فقہ حنفی میں نماز تب فرض ہوتی ہے جب عمر پندرہ سال ہو جائے یا پندرہ سال سے قبل احتلام ہو جائے۔ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ احادیث وصحابہ کرام وائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ماخوذ ہے چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر قال عرضت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فی جیش وأنا ابن أربع عشرۃ فلم یقبلنی فعرضت علیہ من قابل فی جیش و أنا ابن خمس عشرۃ فقبلنی قال نافع وحدثت بھذا الحدیث عمر بن عبد العزیز فقال ھذا حد ما بین الصغیر والکبیر ثم کتب أن یفرض لمن یبلغ الخمس عشرۃ ۔۔۔ ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند أھل العلم، وبہ یقول سفیان الثوری، وابن المبارک، والشافعی، وأحمد، وإسحاق یرون أن الغلام إذا استکمل خمس عشرۃ سنۃ فحکمہ حکم الرجال وإن احتلم قبل خمس عشرۃ فحکمہ حکم الرجال" ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی تو ایک غزوہ میں جانے کے لئے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا، آپ نے قبول نہ فرمایا۔ پھر دوسرے غزوہ کے لئے پیش ہوا، اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے مجھے جہاد کیلئے قبول فرمالیا۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ پندرہ سال بڑے ہونے کی حد ہے پھر لکھا کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے اس پر (نماز، روزہ) فرض ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ حضرت سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق فرماتے ہیں کہ جب لڑکے کی عمر پندرہ سال ہو یا اس سے قبل اسے احتلام ہو جائے تو اس کا حکم مردوں کے حکم کی طرح ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی حد بلوغ الرجل والمرأۃ، جلد3، صفحہ633، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

41 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ۳۳۔ ایضاً انوار رضا، صفحہ ۳۵۷ وغیرہ

42 بہاری، ص ۱۳۳، ایضاً انوار رضا، ص ۳۵۷

43 نسیم بستوی، ص ۳۵

44 انوار رضا، ص ۳۵۶

45 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۳۴، ۳۵

فصل: خاندان

کیا اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان سے تھے؟

﴿ جناب احمد رضا کے خاندان کے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ ان کے والد اور دادا کا شمار احناف کے علماء میں ہوتا ہے۔ البتہ جناب بریلوی صاحب کے مخالفین الزام لگاتے ہیں کہ ان کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا۔ انہوں نے ساری عمر تقیہ کیے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تاکہ وہ اہل سنت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔ ان کے مخالفین اس کے ثبوت کے لیے جن دلائل کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے چند ایک یہاں بیان کیے جاتے ہیں: جناب احمد رضا کے آباء اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب ہے: احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔ 46 ﴾

یہاں ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت اور ان کے آباؤ اجداد رحمہم اللہ کو شیعہ ٹھہرانے کی ناکام و باطل کوشش کی ہے۔ لیکن ایک سچ ان سے نقل گیا کہ ان کے مخالفین ان کو شیعہ کہتے ہیں۔ تو مخالفین کا کام ہی الزام لگانا ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور انکے آباؤ اجداد ہرگز شیعہ نہیں تھے بلکہ سنی حنفی اور اہل علم حضرات تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا ردّ شیعیت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رَدِّ شیعیت میں متعدد رسائل لکھے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

(1) ردّ الرفضۃ (تبرائی رافضیوں کا رد بلیغ)

(2) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (روافض کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلافصل کا شدید رد)

(3) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند و بیان الشھادۃ (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

(1) غایۃ الحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (پہلے خلیفہ برحق کی تحقیق)

(2) الکلام البھی فی تشبیہ الصدیق بالنبی (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہتیں)

(3) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی (آیہ کریمہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ کی تفسیر اور مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(4) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (شیخین کریمین کی افضلیت پر مبسوط کتاب)

(5) وجہ المشوق بحلوۃ اسماء الصدیق والفاروق (شیخین کریمین کے وہ اسماء مبارکہ جو احادیث میں وارد ہیں)

(6) جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان (قرآن کریم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع

القرآن کیوں کہتے ہیں؟)

مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(1) البشری العاجلہ من تحف آجلہ (تفضیلیہ اور مفتقانِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد)

(2) عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام (مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(3) ذب الاھواء الواھیۃ فی باب الامیر معاویۃ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مطاعن کا جواب)

(4) اعلام الصحابۃ الموافقین للامیر معاویۃ وام المومنین (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے؟)

(5) الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معاویہ (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کی احادیث)

ردِ تفضیلیہ

(1) الجرح الوالج فی بطن الخوارج (تفضیلیہ اور مفتقہ کا رد)

(2) الصمصام الحیدری علی حمق العیّار المفتری (تفضیلیہ اور مفتقہ کا رد)

(3) الرائحۃ العنبریّہ عن الجمرۃ الحیدریہ (مسئلہ تفضیل اور تفضیل من جمیع الوجوہ کا بیان)

(4) لمعۃ الشمعۃ لھدی شیعۃ الشنعہ (تفضیل و تفسیق کے متعلق سات سوالوں کے جواب)

ابوطالب کا حکم

(1) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (ایک سو کتب تفسیر وعقائد وغیرہا سے ایمان نہ لانا ثابت کیا۔)

ان کے علاوہ رسائل اور قصائد جو سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں وہ شیعہ و روافض کی تردید ہیں۔ کیونکہ شیعہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے، اس لئے کہ حضرت غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔

(البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 131، مکتبہ قادریہ لاہور)

جس قدر اعلیٰ حضرت نے شیعہ مذہب کا رد لکھا، اتنا کسی وہابی، دیوبندی نے نہیں لکھا۔ مگر شدت پسندی کی انتہا دیکھیں کہ کتنی جرأت سے شیعہ کہہ کر کے اسے تقیہ پر محمول کردیا۔ پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک تقیہ کس چیز کا نام ہے؟ خود وہابیوں کے گروہ دیوبندیوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رَدِّ شیعیت کو تسلیم کیا۔ دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز قاضی مظہر حسین دیوبندی آف چکوال لکھتے ہیں: ''مسلک بریلویت کے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم نے بھی ہندوستان میں فتنہ رفض کے انسداد میں بہت مؤثر کام کیا ہے۔ روافض کے اعتراضات کے جواب میں اصحاب رسول کی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ بحث ماتم کے درمیان مولانا بریلوی کے فتاوی نقل کئے جا چکے ہیں۔ منکرین صحابہ کی تردید میں رد الرفضہ۔۔۔۔۔ ردِ تعزیہ داری الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ

وغیرہ آپ کے یادگار رسائل ہیں جن میں سنی شیعہ نزاعی پہلو سے آپ نے مذہب اہلسنت کا مکمل تحفظ کردیا ہے۔"

(بشارات الدارین، صفحہ 529)

دیوبندی امیر عزیمت بانی نام نہاد سپاہ صحابہ حق نواز جھنگوی کہتا ہے: "علامہ (احمد رضا) بریلوی جن کا قائد جن کا راہنما بلکہ بقول بریلوی علماء کا مجدد احترام کے ساتھ نام لوں گا۔ احمد رضا خان نے تو یہاں تک شیعہ سے نفرت دلائی ہے کہ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اگر شیعہ کنویں میں داخل ہو جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ہے یا کچھ ڈول نکالنے کے بعد کنویں کا پانی پاک ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: کنویں کا سارا پانی نکال دیں جب کنواں پاک ہوگا اور وجہ لکھتے ہیں کہ شیعہ سنی کو ہمیشہ حرام کھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اس سے اور کچھ بھی نہ ہوسکا تب بھی وہ اہل سنت کے کنویں میں پیشاب ضرور کر آئے گا۔ اس لئے اس کنویں کا سارا پانی نکال دینا لازمی اور ضروری ہے۔"

(حق نواز جھنگوی کی 15 تاریخ ساز تحریریں، صفحہ 13,15، طبع لاہور)

وہابی مولوی محمد شفیع نے کہا کہ یہ بریلوی بھی شیعہ ہی ہیں یونہی حنفیوں میں گھس آئے ہیں (دوسرے وہابی عبدالقادر رائے پوری نے) کہا: "یہ غلط ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب شیعہ کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ بانس بریلی میں ایک شیعہ تفضیلی تھے۔ ان کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔"

(حیات طیبہ، صفحہ 232، طبع لاہور)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ شیعہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ حیات اعلیٰ حضرت میں ایک واقعہ ہے: "حضرت ننھے میاں رحمۃ اللہ علیہ (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آرہا ہے۔ تالیف قلوب کے لئے اس سے بات چیت کر لیجئے، کہ اتنے میں وہ بھی آگیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطب نہ فرمانے سے اس کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لئے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے۔ پھر فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد شریف سے تشریف لا رہے ہیں، راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے میں بھوکا ہوں۔ آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کاشانہ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو کھانا لانے کے لئے حکم فرماتے ہیں۔ خادم کھانا لاتا ہے اور دستر خوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔ وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھا لیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کردیا جائے۔ خادم فوراً تعمیل کرتا ہے۔ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوادیا: "اخرج یا فلان انك منافق" اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 206، کمشیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس کے باوجود وہابیوں کے نزدیک امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن معاذ اللہ شیعہ ہیں اور تقیہ میں زندگی گزار دی تا کہ اہل سنت

میں شیعہ مذہب کو رواج دے سکیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ درحقیقت تقیہ کا مرض وہابیوں میں عام ہے سنیوں کی مسجدوں میں سنی بن کر درس وتبلیغ کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے عقیدے میں لے آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتد ادبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ ان لوگوں سے میل جول رکھتا، ان کی مجالس وعظ میں جاتا ہے، اس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اسے امام نہ کریں اگر چہ اپنے کو سنی کہتا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ534، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے جو ناموں سے استدلال کر کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے وہ بھی نرالا ہے۔ عبد الحکیم شریف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے چند وہابی مولویوں کے ناموں کا ذکر فرماتے ہیں: "نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسنین، بیٹے کا نام میر علی خاں اور میر نور الحسن خان۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی ہیں، مدارس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔ قنوج کے مولوی کا نام رستم علی ابن علی اصغر، ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسنین ابن مولوی حسین علی۔ ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتاب ابجد العلوم کی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے جریدے اشاعۃ السنۃ کے ایڈیٹر کا نام محمد حسین بٹالوی ہے۔ کیا یہ سب شیعہ ہیں؟"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ139، مکتبہ قادریہ، لاہور)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کا الزام

﴾ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدہ اہلسنت سے وابستہ کوئی شخص ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اپنے ایک قصیدے میں لکھا ہے:۔

تنگ وچست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار — مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت — کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ وبر 47

انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر واشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ 48

کوئی ظاہری شیعہ اپنے اس مقصد میں اتنا کامیاب نہ ہوتا جتنی کامیابی احمد رضا صاحب کو اس سلسلے میں تقیہ کے لبادے میں حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے تشیع پر پردہ ڈالنے کے لیے چند ایسے رسالے بھی تحریر کیے جن میں بظاہر شیعہ مذہب کی مخالفت اور اہل سنت کی تائید پائی جاتی ہے۔ شیعہ تقیہ کا یہی مفہوم ہے جس کا تقاضا انہوں نے کماحقہ ادا کیا۔ ﴿

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جو اشعار لکھے گئے ہیں یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہے بلکہ کسی رافضی کے ہیں۔ اس کے متعلق عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان دو حصے پر مشتمل ہے۔ یہ 1325ھ / 1907ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ ماہ صفر 1340ھ / 1921ء کو آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ 1342ھ / 1923ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا۔ انہوں نے مسودہ نابھہ سٹیم پریس، نابھہ (پٹیالہ، مشرقی پنجاب بھارت) کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے کتابت کروائی اور

کتاب چھاپ دی۔ کاتب بدمذہب تھا، اس نے دانستہ یا نادانستہ چند ایسے اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کر دیئے جو ام زرع وغیرہ شرکہ عورتوں کے بارے میں تھے، ان عورتوں کا ذکر حدیث کی کتابوں مسلم شریف، ترمذی شریف اور نسائی شریف وغیر میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تسامح ہوئے:۔

(1) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریس والوں پر اعتماد کر کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چیک نہ کیا۔

(2) کتاب کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ باقیاتِ رضا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھتے۔

(3) ٹائیٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ 1325ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ یہ سن پہلے دو حصوں کی ترتیب کا تھا جو مصنف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔ تیسرا حصہ تو 1342ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ اسی لیے ٹائیٹل پیج پر امام احمد رضا بریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کی زندگی اور 1325ھ میں یہ کتاب چھپتی تو ایسے دعائیہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(4) یہ مجموعہ مرتب کر کے امام احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خاں یا بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کیے بغیر چھاپ دیا۔

(5) کتاب چھپنے کے بعد جیسے ہی صورتِ حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کر دیتے تو صورتِ حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہلِ علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائیگی۔

محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی کے صاحبزادے حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں فرماتے ہیں: "مجھے محبوب الملت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے خلوص سے انکار نہیں اور نہ ہی یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم رنجش کی بناء پر ایسا کیا، لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کیے بغیر حدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے۔ ایک ایسا تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی، ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچا نہ سکی۔ سوچ کر بتائیے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو، آنے والا مؤرخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا۔"

ایک عرصہ بعد دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے پورے شد ومد سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے، لہٰذا انہیں بمبئی کی سنی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔ مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کیا جو ایک سچے مسلمان کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف جرائد اور اخبارات میں اپنا توبہ نامہ شائع کر لیا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنف خون کے آنسو) نے ایک ہفت روزہ کے ذریعے انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "آج 9 ذیقعدہ 1374ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر حدائق بخشش حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جو اپ پہلے فقیر

حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے، خدا تعالیٰ معافی بخشے، آمین۔"

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہ لیا، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر علمائے اہل سنت سے فتوے حاصل کیے گئے کہ ان کی توبہ یقیناً مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو ام المومنین کے بارے میں کہے اور نہ لکھے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاعلان اور بار بار توبہ کی ہے اور درِ توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ فیصلہ مقدسہ کے نام سے 1375ھ میں چھپ گئے اور تمام شور اور شر ختم ہو گیا، اس میں ایک سو انیس علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمد للہ! کہ فیصلہ مقدسہ، مرکزی مجلس رضا لاہور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو، اس میں پائی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟" (البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 139، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ایک تحریف بھرے شعر کو لے کر ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کا ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا اور اعلیٰ حضرت نے درجنوں مقامات پر جو شیعوں کو رگڑا ہے اسے سنیت کا لبادہ قرار دے دیا۔ واہ! اسے کہتے ہیں وہابیوں کی تقیہ چالاکی۔

اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

جناب احمد رضا نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہلسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مثلاً "انّ علیّا قسیم النار" "انّ فاطمة سمّیت بفاطمة لانّ الله فمها و ذرّیّتها من النّار" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز جہنم تقسیم کریں گے۔ 49

اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ 50

شیعہ کے اماموں کو تقدیس کا درجہ دینے کے لیے انہوں نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ اغواث (جمع غوث یعنی مخلوقات کی فریاد رسی کرنے والے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے حسن عسکری تک پہنچتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے وہی ترتیب ملحوظ رکھی جو شیعہ کے اماموں کی ہے۔ 51

احمد رضا نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا قرار دیا اور کہا: جو شخص مشہور دعائے سیفی (جو شیعہ عقیدے کی عکاسی کرتی ہے) پڑھے اس کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

دعائے سیفی درج ذیل ہے:۔

نادِ علیّا مظہر العجائب تجدہ عونا لّك فی النّوائب

کلّ ھمّ وغمّ سینجلی   بولیتک یا علی یا علی

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارو جن سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔تم انہیں مددگار پاؤ گے۔اے علی رضی اللہ عنہ آپ کی ولایت کے طفیل تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔52

اسی طرح انہوں نے پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کیا اور اس شعر کو رواج دیا:۔

لی خمسۃ اطفی بھا حرّالوباء الحاطمۃ   المصطفٰی المرتضٰی وابناھما و الفاطمۃ

یعنی پانچ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی برکت سے میری امراض کو دور کرتی ہیں۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم،علی رضی اللہ عنہ،حسن رضی اللہ عنہ،حسین رضی اللہ عنہ،فاطمہ رضی اللہ عنہا۔53

انہوں نے شیعہ عقیدے کی عکاسی کرنے والی اصطلاح "جفر" کی تائید کرتے ہوئے اپنی کتاب "خالص الاعتقاد" میں لکھا ہے:"جفر چمڑے کی ایک ایسی کتاب ہے جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اہل بیت کے لیے لکھی۔اس میں تمام ضرورت کی اشیاء درج کر دی ہیں۔اس طرح اس میں قیامت تک رونما ہونے والے تمام واقعات بھی درج ہیں۔"54

اسی طرح شیعہ اصطلاح الجامعۃ کا بھی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"الجامعۃ ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعات عالم کو حروف کی ترتیب کے ساتھ لکھ دیا ہے۔آپ کی اولاد میں سے تمام ائمہ امور و واقعات سے باخبر تھے۔"55

جناب بریلوی نے ایک اور شیعہ روایت کو اپنے رسائل میں ذکر کیا ہے کہ امام احمد رضا (شیعہ کے آٹھویں امام) سے کہا گیا کہ کوئی دعا ایسی سکھلائیں جو ہم اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھا کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ قبر کے قریب جا کر چالیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر کہو السلام علیکم یا اہل البیت،اے اہل بیت میں اپنے مسائل اور مشکلات کے حل کے لیے آپ کو خدا کے حضور سفارشی بنا کر پیش کرتا ہوں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے براءت کرتا ہوں۔56

یعنی شیعہ کے اماموں کو مسلمانوں کے نزدیک مقدس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت سے افضل قرار دینے کے لئے انہوں نے اس طرح کی روایات عام کیں۔حالانکہ اہل تشیع کے اماموں کی ترتیب اور اس طرح کے عقائد کا عقیدہ اہل سنت سے کوئی ناطہ نہیں ہے۔جناب احمد رضا شیعہ تعزیہ کو اہل سنت میں مقبول بنانے کے لیے اپنی ایک کتاب میں رقمطراز ہیں:"تبرک کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقبرے کا نمونہ بنا کر گھر کے اندر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔"57

اس طرح کی لاتعداد روایات اور مسائل کا ذکر ان کی کتب میں پایا جاتا ہے۔ ﴿

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ مذہب کے رَدّ پر کثیر کتابیں لکھیں،جگہ جگہ ان کے متعلق شرعی احکام صادر فرمائے۔وہابیوں نے ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا اور سیاق و سباق کو ذکر کئے بغیر چند حوالہ پیش کر کے اس سے اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ شیعہ ثابت کیا ہے۔جن دلیلوں سے ظہیر صاحب نے شیعیت کا الزام لگایا ہے،آئیں دیکھتے ہیں ان دلیلوں کے تحت کون کون سے لوگ شیعہ بنتے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جن روایات کی بنا پر شیعہ ثابت کیا گیا وہ روایات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نہیں ہیں بلکہ احادیث ہیں چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے:"سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا "انـــا قسیـــم النـــار" میں قسیم دوزخ (دوزخ تقسیم کرنے والا) ہوں۔ یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ "رواه شاذان الفضیلی رضی الله تعالی عنه فی جزء ردالشمس جعلنا الله ممن والاه کما یحبّه ویرضاه بجاه جمال محبّاه امین" اس کو شاذان نے جزءردالشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔آمین۔

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے احادیث حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی کو قسیم النار فرمایا۔ شفاء شریف میں فرماتے ہیں "قدخرج اهل الصحیح والائمة ما اعلم به اصحابه صلی الله تعالی علیه وسلم مما وعدهم به من الظهور علی اعدائه (الی قوله) وقتل علي وان اشقاها الذی یخضب هذه من هذه ای لحیته من رّاسه وانه قسیم النار یدخل اولیاءه الجنة واعداءه النار۔رضی الله تعالی عنه وعنابه امین" بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ترین ان کے سرمبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولا علی قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے صدقے ہم سے راضی ہو۔آمین۔

نسیم میں عبارت نہایہ "ان علیّارضی الله تعالی عنه قال انا قسیم النار"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں قسیم دوزخ ہوں۔ ذکر کر کے فرمایا "ابن الاثیر ثقة وما ذکره علی لایقال من قبل الرای فهو فی حکم المرفوع اذ لا مجال فیه للاجتهاد اه اقول: کلام النسیم انه لم یره مرویّا عن علی فاحال علی وثاقة ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجه ولله الحمد" ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنے رائے سے نہیں کہا جاسکتا ہے، لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں۔ میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا ہے اور ہم نے اس کی تخریج کردی ہے۔ وللہ الحمد۔" (فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ 434، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں:"ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انما سمیت فاطمة لان الله فطمها وذریتها عن النار یوم القیمة)) ان کا نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روز قیامت آگ سے محفوظ فرمادیا۔" (فتاوی رضویہ جلد 15، صفحہ 731، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کی حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے متعلق کجی دیکھیں کہ ان کی شان جو احادیث میں بیان ہوئی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ

علیہ نے ان احادیث کونقل کیاتو اس نقل کرنے پرشیعہ ہونے کا الزام لگادیا۔لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

اماموں اورغوث کے متعلق جوکہا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہابی بارہ اماموں کی عظمت کے قائل نہیں ہیں جبکہ اہل سنت ان اماموں کی تعظیم کرتے ہیں اگر چہ ہم ان اماموں کے متعلق وہ عقیدہ نہیں رکھتے جورافضی رکھتے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے غوث کے تذکرہ میں فقط ان اماموں کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ ابوبکرصدیق وعمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کاسب سے پہلے ذکرکیا چنانچہ امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''ہر غوث کے دووزیر ہوتے ہیں اوروزیرِدستِ راست(دائیں)عبدالرب اوردستِ چپ(بائیں)عبد الملک ہوتا ہے۔اس سلطنت میں وزیرِ چپ وزیرِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اوردل جانب چپ ہوتا ہے۔غوثِ اکبروغوث ہرغوث حضورسید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں،پھرصدیق اکبررضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیرِ دست چپ تھے اور فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر دست راست۔پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پرحضرت ابوبکررضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اوروزارتِ غوثیت پرامیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورحضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کومرحمت ہوئی۔حضرت عمر فاروق جب اس درجہ پرآئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ اورحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درجہ پر فائز ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورامام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر۔جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کومرتبہ غوثیت عطا ہواتو امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک سب حضرات مستقل غوث ہوتے گئے۔اورامام عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضورغوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کےنائب ہوئے۔ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقل غوث تھے۔حضورتنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔سیدنا عبد القادر جیلانی غوثِ اعظم بھی ہیں اورسید الافراد بھی آپ کے بعد جتنے غوث ہوئے ہیں اور جتنے ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت میں ہوں گے۔پھرامام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری پر انہیں غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔''

(الملفوظات،صفحہ 178،المکتبۃ المدینہ،کراچی)

یہ بات فقط اعلیٰ حضرت ہی نے نہیں کہی بلکہ اوربزرگوں سے بھی مروی ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی''سیف المسلول'' میں لکھتے ہیں:''کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پرنازل ہوئے،پھراس سے تقسیم ہوکرہر زمانے کے اولیاء کو ملے اورکسی ولی کوان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور سے قبل یہ منصب حالی حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے متعلق تھا،جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوااورامام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہرولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

(السیف المسلول،صفحہ 527،فاروقی کتب خانہ،ملتان)

دعائے سیفی کا جوذکر کیا گیا وہ دعا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شاہ ولی اللہ کے

متعلق لکھتے ہیں:"ایضا ایں فقیر درسفر حج چوں به لاهور رسید ودست بوس شیخ محمد سعید لاهوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواهر خمسه وسند خود بیان کردند وایشاں دریں زمانه یکی ازاں عیاں مشائخ طریقه احسنیه وشطاریه بودند وچوں کسے را اجازت می دادند او را دعوت رجعت نمی شود رحمة الله تعالی ،سند قال الشیخ المعمر الثقة حاجی محمد سعید لاهوری اخذت الطریقة الشطاریة واعمال الجواهر الخمسة من السیفی وغیره عن الشیخ محمد اشرف لاهوری عن الشیخ عبد الملك عن الشیخ البایزید الثانی عن الشیخ وجیه الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری انتهی" اور نیز فقیر (شاہ ولی اللہ) جب حج کے سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف واعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں اور انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف واعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انہوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی سے انہوں نے وجیہ الدین گجراتی انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے۔

حضرات منکرین! ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد، محدثانہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے "نادعلی هفت بار یا سه بار یا یکبار بخواند وآں اینست نادعلیا مظهر العجائب تجده عونالك فی النوائب کل هم وغم سینجلی بولایتك یاعلی یاعلی یاعلی" ناد علی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا، ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی۔" (فتاوی رضویہ جلد 7، صفحہ 621، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کیا وہابیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جن کو وہابی بہت زیادہ مانتے ہیں) بھی اس دعائے سیفی کے سبب شیعہ ہیں؟ جو پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کرنے کا کہا گیا تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں۔ کیا وہابی ان پانچ ہستیوں کے منکر ہیں؟ دوسرا یہ کہ وہ اشعار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہیں بلکہ کسی نے سوال پوچھا تھا اور ظہیر صاحب نے اس کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کردی۔ عبارت یوں ہے:"کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا شہر کلکتہ میں چند دنوں سے یہ امر مروج ہوا ہے کہ برائے دفع وبا اکثر محلوں چند چند لوگ ایک ایک فرقہ ہو کر راتوں کو مع علَم ونشان وروشنی وغیرہ نکلتے ہیں اور ہر گلی کوچہ وشارع عام میں آوازیں ملا ملا کر بآواز بلند شعر

لی خمسة اطفی بها حرالوباء الحاطمه   المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمه

(میرے لئے پانچ (ہستیاں) ہیں ان کے ذریعے توڑ کر رکھ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں اور وہ پانچ (ہستیاں) یہ ہیں (1) حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (2) حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3,4) ان کے دونوں صاحبزادے (حسن، حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما (5) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ کو پڑھتے پھرتے ہیں اس فعل کو قطع نظر اہل تشیع کے حضرات علماء اہلسنت وجماعت سے بھی بعض صاحب جائز بتاتے اور اکثر حضرات ناجائز بتاتے ہیں پس شعر مذکور کو دافع وبا اعتقاد کرکے بہ ہیئت مذکورہ پڑھتے پھرنا از روئے شریعت غرا عند اہل السنۃ والجماعۃ کیسا ہے؟

جواباً فرمایا: ''مضمون شعر فی نفسہ حسن ہے اور محبوبانِ خدا سے توسل محمود اور ذکر خمسہ پر شبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار میں حصر غیر مقصود، عدد نافی زیادت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "((ان لـــــــــی خــــــــمسة اســـ البخاری عن جبیر بن مطعم رضی اللّٰه تعالی عنه "میرے پانچ نام ہیں۔ اسے بخاری نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((اعطیت خمسا لم یعطهن احد من الانبیاء قبلی)) عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه تعالی عنهما "مجھے پانچ اوصاف عطا ہوئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ بخاری ومسلم نے اس کو جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

مگر علم ونشان مہمل اور ان سے توسل باطل اور ہیأت مذکورہ لہو اشبہ، توسل دعاء ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ جلد 24، صفحہ 179، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھی جانے والی روایت بھی اعلیٰ حضرت کی اپنی نہیں ہے بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ''سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل "قیل لموسی الرضا رضی اللّٰه تعالی عنه علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللّٰه اربعین مرّة ثم قل السلام علیکم یا اهل بیت الرسالة انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشهد اللّٰه انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللّٰه من اعداء محمد وال محمد من الجن والانس (ملخصا)" یعنی امام ابن الامام الی ستۃ آباء کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیں کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 791، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اب کیا وہابی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شیعہ کہیں گے؟ظہیر صاحب کا کہنا کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اماموں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر افضلیت دی، بہتان عظیم ہے۔امام احمد رضا خان نے اماموں کو تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل قرار دینے کو گمراہ لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "فتاوٰی خلاصہ قلمی، کتاب الصلوۃ اور خزانۃ المفتین قلمی، کتاب الصلوۃ، فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح میں ہے "الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فھو کافر" رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ250، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باقی علم جفر، الجامعۃ اور روضہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر کو بطور تبرک لگانے پر طعن کرنا بھی عجیب ہے۔کیا جو علم اہل بیت اطہار سے منقول ہو اس پر عمل پیرا ہونے پر بندہ شیعہ ہو جاتا ہے؟علم جفر کئی بزرگوں سے ثابت ہے کیا وہ سب شیعہ تھے؟ الجامعۃ کتاب کی طرح بزرگوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں انہوں نے علم جفر جیسے علوم کے تحت آئندہ وقت میں ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کی ہیں۔بزرگوں کے روضہ مبارک کی تصویر لگانا پوری دنیا میں رائج ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔اہل بیت سے محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔خود وہابیوں کے بہت بڑے امام مولوی وحید الزماں نے صراحت کے ساتھ کہا: **"ہم اہل حدیث شیعان علی ہیں۔"** (نزل الابرار، جلد1، صفحہ7)

المختصر یہ کہ ظہیر صاحب نے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے اور اس پر جن باتوں کو آپ کے اقوال قرار دے کر آپ کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ دراصل احادیث ہیں،ظہیر کا ان کو اس محل پر پیش کرنا بالکل غلط و بے معنی ہے۔اس طرح کے ڈھکوسلے مار کر کسی سنی کو شیعہ ثابت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی وہابی کو کہہ دے کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے اور دلیل یہ دے کہ تیری شکل اپنے باپ سے نہیں ملتی۔

ظہیر صاحب کی ناقص عربی

> جناب احمد رضا نے شیعہ کے اماموں پر مبنی سلسلہ بیعت کو بھی رواج دیا۔انہوں نے اس سلسلے میں ایک عربی عبارت وضع کی ہے جس سے ان کی عربی زبان سے واقفیت کے تمام وجوہ کی حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے۔وہ لکھتے ہیں "اللّٰھم صلّ وسلّم علی وبارك علی سیّدنا مولانا محمّد المصطفی رفیع المکان المرتضی علی الشان الذی رجل من امّتہ خیر من رجال من السّالفین و حسین من زمرتہ احسن من کذا و کذا حسنا من السّابقین السّیّد السّجاد زین العابدین باقر علوم الانبیاء والمرسلین ساقی الکوثر و مالك تسنیم و جعفر الّذی یطلب موسی الکلیم رضا ربّہ بالصّلاۃ علیہ"58

عربی زبان کا ادنیٰ علم رکھنے والا بھی اس عبارت کی عجمیت رکاکت اور بے مقصدیت کا اندازہ کر سکتا ہے۔ایسے شخص

کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ساڑھے تین برس کی عمر میں فصیح عربی بولا کرتا تھا کس قدر عجیب لگتا ہے؟ "حسین من زمرته احسن من وکذا وکذا حسنا من السّابقین" کیسی بے معنیٰ ترکیب ہے۔ ''یطلب موسی الکلیم رضا ربّه بالصّلاة علیه" میں موسیٰ الکلیم سے مراد کون ہیں؟ اگر مراد موسیٰ کاظم ہیں تو کلیم سے کیا معنیٰ؟ اور اگر مراد نبی و رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) امام جعفر صادق پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ بہر حال یہ عبارت مجموعہ رکاکت بھی ہے اور مجموعہ خرافات بھی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رضا بریلوی صاحب نے اس نص میں شیعہ کے اماموں کو ایک خاص ترتیب سے ذکر کرکے مسلمانوں کو رفض و تشیع سے قریب لانے کی سعی کی ہے۔ ﴾

اس اعتراض کا خوبصورت تفصیلی جواب عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے جو مختصر اً پیش خدمت ہے: ''مارہرہ شریف کے بزرگ سید شاہ اسماعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی تشریف فرما تھے۔ میں نے مولانا عبدالمجید بدایونی کا شجرہ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے۔ وہ فرماتے ہیں اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسوّدہ کئے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصّع و مسجّع درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ تحریر فرمایا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوارِ رضا صفحہ 28 تا 30 میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں 21 محرم بروز جمعہ 1306ھ کو تحریر فرمایا۔ بلاشبہ عربی زبان پر اما احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے۔ لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کرسکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔ جب کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کرسکے۔ اصل عبارت یہ تھی "خیر من رجال من السالفین" اسے یوں نقل کردیا "خیر من الرجال السالفین'' یعنی رجال پر الف لام زیادہ کردیا اور اس کے بعد من حذف کردیا۔ رجال پر تنوین تعظیم کے لئے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ (وہابیوں نے اب اس عربی غلطی کو عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی نشاندہی پر ٹھیک کرلیا ہے، انس) پھر کئی جگہ قومہ بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا۔ مثلاً کذا و کذا، حسنا کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسی الکلیم کے درمیان۔ جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہئے تھا، جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بتا دیا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس درود شریف کا ترجمہ ملاحظہ ہو، تردد جاتا رہے گا۔ ''اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منتخب بلند مرتبے والے، پسندیدہ عالی شان والے پر۔ جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔ سردار بہت

سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء ومرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔"

یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ہیں۔ شجرہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بے ادبی تھا۔ اس لئے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں: "جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔"

سبحان اللہ! کیا پاس ادب ہے اور کیا حسنِ بیان! چونکہ اس عبارت کا مطلب (ظہیر صاحب) نہیں سمجھے، اس لئے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں: "پتہ نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟" مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں "باقر علوم الانبیاء" کا کیا مطلب ہے؟ اتنی واضح عبارت کا معنی بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی، گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا جاچکا ہے، اسے دیکھنے سے معنی سمجھ میں آجائے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لئے کہتے ہیں "لانـــــہ بقـر العلم ای شقہ و فتحہ فعرف اصلہ و تمکن فیہ" کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے۔ "باقر علوم الانبیاء" کا معنی ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں "وما معنی بالصلوٰۃ علیہ؟" بالصلاۃ علیہ کا معنی کیا ہے؟ پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنی سمجھ میں آجائے گا۔ "وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 161، مکتبہ قادریہ، لاہور)

پتہ چلا کہ ظہیر صاحب کی اپنی عربی کمزور ہے اور وہ اعتراض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی پر کررہے ہیں۔ اور ظہیر صاحب کی اپنی عربی دانی پر ان کے اپنے بھی گواہ ہیں، وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی ظہیر صاحب کی عربی پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔"

(ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، صفحہ 6، شمارہ 3 اگست 1984ء)

اعلیٰ حضرت پر بلاوجہ تکفیر کرنے کا الزام

﴿ جناب بریلوی صاحب نے برصغیر کے اہل سنت اکابرین کی تکفیر کی اور فتویٰ دیا کہ ان کی مساجد کا حکم عام گھروں جیسا ہے انہیں خدا کا گھر تصور نہ کیا جائے۔ ﴾

ظہیر صاحب نے البریلویۃ میں یہ بہتان لگایا تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا بھر کے اہل سنت کی تکفیر کی۔ مترجم صاحب نے چالاکی سے اس بہتان کو کچھ کم کیا اور برصغیر کا لفظ اپنے پاس سے اضافہ کردیا۔ یہ تو ان کی دیانت کا حال ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بلاوجہ کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا بلکہ فتاوٰی رضویہ میں کئی مقامات پر بخاری ومسلم کی اس حدیث پاک کو نقل کیا کہ جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو

کفر اس کی طرف لوٹے گا۔درحقیقت وہابی خود اپنے سوا پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں اور ان کا شرک شرک کا نعرہ ان کی کتب اور ہر جاہل وہابی سے پڑھنے، سننے کوملتا ہے،جس وہابی کو استنجا کرنے کا طریقہ پتہ نہیں وہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہتا ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز اکابر اہلسنت کی تکفیر نہیں کی ،آپ نے کفریہ اور گستاخانہ عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی ہے۔ایک جزئیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کو پڑھ کر قاری خود اندازہ لگالے کہ آپ نے کس کو کس وجہ سے کافر کہا ہے چنانچہ فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: ''وہابی ہو یا رافضی جو بد مذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص ودخل بشری کا اقرار،تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگر چہ صورت سوال کا عکس ہو یعنی سنی مرد ایسی عورت کونکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے" کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" میں تحقیق کی ہے۔)ظہیر یہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے "احکامھم مثل احکام المرتدین" ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔۔۔اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالیٰ کہ وہ عقائد رکھتے ہیں انہیں امام وپیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعا خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔وجیز امام کردری ودرمختار وشفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے "واللفظ للشفاء مختصراً اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر "شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں،علما کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگر چہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے(اگر چہ بد مذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے۔)تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ'' الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ" میں ہے اور بقدر کافی رسالہ" سل السیوف الھندیہ علی کفریات بابا النجدیۃ" میں مذکور۔اور اگر چہ نہ ہوتو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو شرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدہ ضالت ہے یونہی معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنی ادنی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جا بجا حکم شرک لگادینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے ان کے دفاتر بھرے پڑے ہیں،کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں؟ کیا ان کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں؟ کیا ہر سنی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے "اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقاد ھم مشرکون " ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔

فقیر نے رسالہ" النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ

سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وفظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وامام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیاہراسی وامام ابن سمعانی وامام اجل امام الحرمین وصاحبان خلاصہ وایضاح وجامع الرموز وبحر الرائق ونہر الفائق وتنویر الابصار ودرمختار وفتاوٰی خیریہ وغمز العیون وجواہر الاخلاطی ومنیہ وسراجیہ ومصفی وجواہر وتتارخانیہ ومجمع وکشف وعالمگیریہ ومولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے، ذخیرہ وبزازیہ وفصول عمادی وفتاوٰی قاضی خاں وجامع الفصولین وخزانۃ المفتین وجامع الرموز وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ ونہر الفائق ودرمختار ومجمع الانہر واحکام علی الدرر وحدیقہ ندیہ وعالمگیری وردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: "المختار للفتوی" (فتوی کے لیے مختار ہے۔) شرح تنویر میں فرمایا "به یفتی" "اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے----

تو فقہائے کرام کے قول کے مطلق وحکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ سے مستفاد صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (**ایما امرء قال لاخیه کافرا فقد باء بها احدهما، زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت علیه**) کہ ان دونوں میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے "لیس من دعا رجلا با لکفر او قال عدو الله و لیس کذلك الا حار علیه "جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوی ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیاء وعلماء کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے "یجب اکفار الخوارج فی اکفارهم جمیع الامة سواهم "خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔"لا جرم الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیة" میں فرمایا"هؤلاء الملاحدة المکفرة للمسلمین" یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔" (فتاوی رضویہ جلد 11، صفحہ 377، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے تمام اہل سنت کو کافر نہیں کہا بلکہ کافر کو ہی کافر کہا ہے۔جن مولویوں کو کافر کہا ہے ان کے کفر کو ثابت کر کے حرمین شریفین کے علمائے کرام سے تصدیق بھی کروائی ہے۔اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وہابیہ کا اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماءِ اسلام کو کافر کہا ہے کذب اور افتراءِ خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان مفسدوں کو کافر فرمایا جو ضروریاتِ دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن و حدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ نصوص نقل فرمائے، جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہیں دیا اور نہ کبھی وہ جواب دے سکتے ہیں۔ ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے جس کا اعتراف خود مولوی اشرف علی تھانوی نے "**بسط البنان**" میں کیا ہے۔"

(ملخصہ، فتاویٰ صدر الافاضل، صفحہ85، شبیر برادرز، لاہور)

امام باڑہ کی ابجدی ترتیب

﴿ اسی طرح انہوں نے اہل سنت کے ساتھ مجالست و مناکحت کو حرام قرار دیا اور جہاں تک شیعہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے اماموں کے باڑوں کے ابجدی ترتیب سے نام تجویز کرتے رہے۔59 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کی صحبت و نکاح کو بھی ناجائز و حرام فرمایا ہے لیکن وہابیوں کو وہ عبارات نظر نہیں آتیں۔ امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنے کا جواب دیتے ہوئے عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ 1286ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چودہ سال تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔ آپ نے برجستہ فرمایا: بدر رفض (1286ھ) نام رکھ لیں۔ اس نے کہا امام باڑہ گزشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا "دارِ رفض" (1285ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء 1284ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا درِ رفض مناسب رہے گا۔

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے ان کی خواہش کے مطابق فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجویز کیا جو شیعہ کے لئے قابلِ قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ اسی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ165، مکتبہ قادریہ لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے ساتھ مجالست و مناکحت کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ جو گستاخوں اور گمراہوں کے ساتھ تعلقات کو حرام قرار دیا ہے، جو آپ کی کتب سے عیاں ہے۔

بارہ امام

﴿ احمد رضا صاحب پر رفض و تشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے شیعہ کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے۔60 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اماموں کے متعلق کونسے مبالغہ آمیز قصیدے لکھے ہیں، ذرا وہابی دکھائیں تو سہی؟ آپ نے تو بارہ اماموں پر کلام کرتے ہوئے شیعوں کے عقیدہ کا رد کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "امامت اگر بمعنی مقتدی فی الدین ہونے کے ہے تو بلا شبہ ان

کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدی فی الدین ہیں اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں عبد الملک و عبد الرب، انہیں امامین کہتے ہیں، تو بلاشبہہ یہ سب حضرات خود غوث ہوئے۔ اور اگر امامت بمعنی خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی وبس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے جس کو فرمایا ﴿إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔) وہ امامت کسی غیر نبی کے لئے نہیں مانی جا سکتی۔ ﴿ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔) ہر غیر نبی کی امامت اولی الامر منکم تک ہے جسے فرمایا ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا﴾ (اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔) مگر ﴿أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کے مرتبے تک نہیں ہو سکتی اس حد پر ماننا جیسے روافض مانتے ہیں صریح ضلالت و بے دینی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تو بلاشبہہ یہ حضرات مجتہدین وائمہ مجتہدین تھے اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 430، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت میں کہاں بارہ اماموں کی شان میں غلو کیا گیا ہے؟ بلکہ شیعوں کے عقیدے کا رد کیا ہے کہ جو اماموں کی اطاعت کو رسولوں کی اطاعت کا درجہ دیتے ہیں۔ پھر صراحت کے ساتھ آپ نے خلافت عامہ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ واضح کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد خلافت حضرت علی المرتضیٰ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملی اور اب امام مہدی کو ملے گی۔

حوالہ جات (البریلویہ)

46 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲

47 حدائق بخشش، جلد ۳، ص ۲۳

48 فتاویٰ بریلویہ، ص ۱۴

49 الامن والعلی، مصنفہ احمد رضا بریلوی، ص ۵۸

50 ختم نبوت، از احمد رضا، ص ۹۸

51 ملفوظات، ص ۱۱۵

52 الامن والعلی، ص ۱۲، ۱۳

53 فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۱۸۷

54 خالص الاعتقاد، از احمد رضا، ص ۴۸

55 ایضاً، ص ۴۸

56 حیاۃ الموات درج شدہ فتاویٰ رضویہ، از احمد رضا بریلوی، جلد ۴، ص ۲۴۹

57 رسالہ بدر الانوار ص ۵۷

عربی غلطیاں

58 انوار رضا ص ۲۷۔

﴾ فصاحت عربی سے ناواقفی۔ جناب احمد رضا کی یہ عبارت بے معنیٰ ترکیبوں اور عجمیت زدہ جملوں کا مجموعہ ہے مگر عبدالحکیم قادری صاحب کو اصرار ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہیں دلیل سے خالی اصرار کا تو کوئی جواب نہیں اگر انہیں اصرار ہے تو سو بار رہے، ہمیں اس پر کوئی انکار نہیں۔ ان کے اصرار سے یہ شکستہ عبارت درست تو نہیں ہو جائے گی۔ مگر ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ ایک صاحب نے مصنف رحمہ اللہ علیہ کی عربی کتاب میں سے بزعم خویش چند غلطیاں نکال کر اپنی جہالت کا ثبوت جس طرح دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے اپنی عجمیت زدہ ذہنیت سے جب "البریلویہ" کا مطالعہ کیا تو انہیں کچھ عبارتیں ایسی نظر آئیں جو ان کی تحقیق کے مطابق عربی قواعد کے اعتبار سے غیر صحیح تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے ان غلطیوں کی تصحیح بھی کی ہوئی تھی اور یہی تصحیح ان کی جہالت کا راز کھولنے کا سبب بن گئی۔

ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان کی تصحیح میں کس قدر تغلیط ہے۔ ہم ذیل میں ان کی چند تصحیحات نقل کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین ان کی علمی تحقیقی کاوش سے استفادہ فرما سکیں۔

الحجم الصغیر: موصوف لکھتے ہیں کہ یہ لفظ غلط ہے اس کی بجائے القطع الصغیر ہونا چاہیے تھا۔ جناب کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے۔ موصوف کا گمان یہ ہوا کہ چونکہ حجم تو اردو میں مستعمل ہے لہٰذا عربی کا لفظ نہیں ہو سکتا۔ المنجد مادہ ح ج م میں الحجم کا معنی مقدار الحجم سے کیا گیا ہے۔ موصوف کو چاہئے کہ وہ اپنی معلومات درست کر لیں۔

المواضیع: اس کی تصحیح جناب نے المواضع سے کی ہے۔ پوری عبارت ہے "فلاجل ذلك تضاربت اقوالهم في هذا الخصوص (اي الموضوع) مثل المواضيع (جمع الموضوع) الاخرى" موصوف نے اسے "موضع" کی جمع سمجھ لیا اور اس کی تصحیح "مواضع" سے کر دی، جو بجائے خود ایک غلطی ہے۔

نظرة تقدیر واحترام: تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "نظرة تعظیم واحترام" گویا جناب نے اپنی علمیت کے زور پر یہ سمجھا کہ یہ عربی کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ عربی لغت کی تمام کتب نے اس لفظ کو ادا کیا ہے۔ اور اس کا معنیٰ "الحرمة والوقار" سے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو المنجد ص 245 وغیرہ مادہ القدر

بين السنة: موصوف کو یہ علم نہیں کہ لفظ "السنة" کہہ کر اہلسنت کا مفہوم بھی ادا کیا جاتا ہے۔ مولف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشيعة والسنة" میں "السنة" سے مراد اہلسنت ہیں۔ عربی زبان سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی اس معنیٰ سے ناآشنا نہیں۔ اس کی تصحیح "اهل السنّة" سے کرنا اس لفظ کے استعمال سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

ان بیوس: فرماتے ہیں کہ یہ عجمی لفظ ہے، اس لیے عربی میں اس کا استعمال نادرست ہے۔ موصوف کو اگر عربی ادب

سے ذرا سی بھی واقفیت ہوتی تو شاید یہ بات لکھ کر علمی حلقوں میں جگ ہنسائی کا باعث نہ بنتے۔کیونکہ عربی زبان میں اس کا استعمال عام رائج ہے۔ملاحظہ ہوالمنجد،مادہ،ب وس' باسۃ' بوسا۔

قبلہ ترك التكايا: لکھتے ہیں: یہ عجمی لفظ ہے، حالانکہ یہ"اتکا" سے ماخوذ ہے۔جس کا معنی ہے"اسند ظهره الى شئى"ملاحظہ ہوالمنجد مادہ وک ا۔

رسید: ان کا اعتراض ہے: یہ لفظ عربی زبان میں مستعمل نہیں۔حالانکہ عرب ممالک میں" رسید الامتعتہ "کا استعمال عام رائج ہے۔اسے رصید بھی لکھا جاتا ہے۔المنجد میں ہے۔انظر مادہ رص د۔

اصدر و فرمانا: المنجد مادہ ف رم۔" الفرمان (جمع) فرامین امی عهد السطان للولاۃ" وہ الفاظ وکلمات جو عربی کے ساتھ ساتھ دوسری لغات میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ان کا استعمال غلط نہیں ہے۔ان کی تغلیط جہالت کی واضح دلیل ہے۔

کتب فیہا لال البیت: شیعہ کے نزدیک آل بیت اور اہل بیت کا مفہوم ایک ہی ہے"البریلویہ" کی اس عبارت میں آل بیت کا استعمال ہی صحیح ہے۔کیونکہ اس احمد رضا صاحب نے شیعوں کی ترجمانی کی ہے۔

ومن جاء ان کی تصحیح" الیٰ من جاء "سے کی ہے۔یہاں الی کا استعمال اس لیے نہیں کیا گیا کہ پہلی الی پر عطف ہے۔اس لیے دوبارہ استعمال ضروری نہ رہا۔

علاوہ ازیں کچھ غلطیاں ایسی درج ہیں جو کتابت وطباعت کی ہیں۔مثلاً "کبیب النمل" کہ اصل میں ہے "کدبیب النمل" ٹائپ کی غلطی سے دو حذف ہوگئی ہے۔اسی طرح القراءت میں ءکی جگہ ۃ غلطی سے ٹائپ ہوگیا ہے۔ "مناصرۃ ثلاستمار "کہ اصل میں"مناصرۃ فلاستعمار "یا استرقاق کی بجائے استرتقاق وغیرہ۔بہرحال غلطیوں کی یہ فہرست قادری صاحب کی عربی زبان پر عدم قدرت کی بین اور واضح دلیل ہے۔بریلویت کے حاملین کی علمیت پہلے ہی مشکوک تھی، قادری صاحب نے اس پر مہر ثبت کردی ہے۔(ثاقب)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر صاحب کی 43 عربی غلطیاں نکالیں۔مترجم صاحب نے چند لفظوں پر کلام کرکے باقی کو چھوڑ کر یہ ثابت کردیا کہ باقی غلطیاں جو نکالی ہیں وہ درست ہیں۔پھر ان غلطیوں کو صحیح کرنے کی انتہائی غلط کوشش کی ہے۔اگر شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ حیات ہوتے تو مترجم صاحب کی تفصیلاً تمام باتوں کا جواب دیتے۔راقم الحروف اپنے علم کے مطابق مترجم صاحب کا اغلاط کو صحیح کرنے کی کوشش کو غلط ثابت کرتا ہے:۔

☆ علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "بوس "کو عجمی لفظ ٹھہرایا تھا اور مترجم صاحب نے بوس کو عربی کا لفظ ثابت کیا جبکہ یہ عربی کا لفظ نہیں چنانچہ المعجم الوسیط میں اس لفظ کے ساتھ بریکٹ میں صراحت کے ساتھ واضح کیا ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے چنانچہ لکھا ہے"باسہ۔بوسا،بوسہ لینا۔(فارسی معرب)۔" (المعجم الوسیط،صفحہ 91،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

عربی لغت میں لفظ یبوس خشکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔لسان العرب،تاج العروس میں اس کی صراحت ہے۔تفسیر طبری میں ہے"(فاضرب لهم طريقا في البحر يبسا)يقول:فاتخذ لهم في البحر طريقا يابسا،واليبس واليبس :يجمع أيباس، تقول:وقفوا في أيباس من الأرض،واليبس المخفف:يجمع يبوس"

(جامع البیان فی تاویل القرآن، جلد18، صفحہ343، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

☆علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ''رسید'' کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے اور مترجم صاحب نے اسے عربی ثابت کیا جبکہ رسید ہرگز عربی کا لفظ نہیں،یہ کسی بھی مستند عربی لغت میں نظر سے نہیں گزرا۔اگر اہل عرب میں اب یہ استعمال بھی ہوتا ہے تو یہ عربی ہونے کی دلیل نہیں۔رسید فارسی کا لفظ ہے چنانچہ جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون میں یہ فارسی میں استعمال ہوا ہے:۔

سر وجود ذات بإنسان **رسيد** وماند　　　　جون وحي آسمان كه بقرآن **رسيد** وماند

(جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون، جلد1، صفحہ134، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کثیر کتب میں لفظ''رسید''فارسی زبان کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔تفسیر روح البیان میں کئی جگہ فارسی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔

ایک جگہ ہے:۔خود بزركى عرش باشد بس مديد　　　　ليك صورت كيست چون معنى **رسيد**

(روح البیان، جلد1، صفحہ404، دار الفکر، بیروت)

☆لفظ''فرمانا''کو بھی مترجم صاحب نے عربی کہا جبکہ جیسا علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بالکل درست تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے۔عربی لغت کی معتبر کتب لسان العرب وغیرہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔بلکہ المعجم الوسیط میں بھی لفظ فرمان موجود نہیں۔البتہ بعد کی جدید کتب جیسے منجد وغیرہ میں غیر عربی سے اسے عربی میں شمار کیا گیا ہے۔لغت کی ان جدید کتب سے بالکل واضح ہے کہ یہ ترکوں کی حکومت میں عربی میں داخل ہوا چنانچہ احمد مختار عبد الحمید عمر(المتوفی 1424ھ) کی جدید عربی لغت کتاب "معجم اللغة العربية المعاصرة" میں ہے:"ف ر م ا ن فرمان (مفرد) ج فرمانات وفرامينُ:۔

1۔قرار أوحكم كان يصدره الباب العالي (السُّلطان) إبّان الحكم التركيّ

2۔مرسوم ''أصدر فرمانًا بزيادة ساعات العمل"　　　　(معجم اللغة العربية المعاصرة)

کتاب''تكملة المعاجم العربية''میں لفظ''فرمان''کا ذکر اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے چنانچہ لکھا ہے"خاتم للتخليد:هو خاتم يختم به ملاك الفرس البراءة أي الفرمان حين يهب اقطاعه"

(تکملۃ المعاجم العربیہ، جلد4، صفحہ163، وزارۃ الثقافۃ والاعلام، الجمہوریۃ العراقیۃ)

☆ لفظ "التـكـايـا "کو جو مترجم صاحب نے عربی میں شمار کیا۔میری کافی کوشش کی باوجود یہ ثابت نہیں ہو پایا کہ یہ عربی کا لفظ ہے۔

علامہ شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر صاحب کی 43 غلطیاں انتہائی مہذب انداز میں نکالیں۔مترجم صاحب نے

چند غلطیاں نکالیں اور اس پر اتنی اچھل کود کی ہے۔ غلطی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اپنے مولوی کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کی اتنی بے تکی کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ خود مزید غلطیاں ہو جائیں۔

59 ملاحظہ ہو یا دِ اعلیٰ حضرت، ص ۲۹

60 ملاحظہ ہو حدائق بخشش، از احمد رضا، مختلف صفحات

فصل: ذریعہ معاش

اعلیٰ حضرت زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟

جناب احمد رضا صاحب کے ذریعہ معاش کے متعلق مختلف روایات آئیں ہیں۔ بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ وہ زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور گھر کے اخراجات کے لئے انہیں سالانہ رقم مل جاتی تھی جس سے وہ گزر بسر کرتے۔61

بعض اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی اور وہ دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہوجاتے کیونکہ ان کے پاس ڈاک کے ٹکٹ خریدنے کے لیے بھی رقم موجود نہ ہوتی۔62

کبھی کہا جاتا کہ انہیں دست غیب سے بکثرت مال و دولت ملتا تھا ظفر الدین بہاری راوی ہیں کہ جناب بریلوی کے پاس ایک مقفل کنجی صندوقچی تھی جسے وہ بوقت ضرورت ہی کھولتے تھے۔ اور جب اسے کھولتے تو مکمل طور پر نہیں کھولتے تھے اس میں ہاتھ ڈالتے اور مال، زیور اور کپڑے جو چاہتے نکال لیتے تھے۔63

جناب بریلوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے احباب اور دوسرے لوگوں میں بکثرت زیورات اور دوسری چیزیں تقسیم کرتے تھے اور یہ سارا کچھ وہ اس چھوٹی سی صندوقچی سے نکالتے۔ ہمیں حیرت ہوتی کہ نامعلوم اتنی اشیاء اس میں کہاں سے آتی ہیں۔64

ان کے مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ "دستِ غیب" کا صندوقچی وغیرہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا جو انہیں اپنے اغراض ومقاصد کے لیے استعمال کرنے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے امداد دیتا تھا۔65

میری رائے یہ ہے کہ ان کی آمدن کا بڑا ذریعہ لوگوں کی طرف سے ملنے والے تحائف اور امامت کی تنخواہ تھی۔ جس طرح ہمارے ہاں عام رواج ہے کہ دیہاتوں میں اپنے علماء کی خدمت صدقات وخیرات سے کی جاتی ہے اور عموماً یہی ان کا ذریعہ معاش ہوتا ہے۔ ان کے ایک پیروکار بیان کرتے ہیں کہ: "ایک روز ان کے پاس خرچ کے لیے ایک دمڑی نہ تھی۔ آپ ساری رات بے چین رہے۔ صبح ہوئی تو کسی تاجر کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے 51 روپے بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیے۔"67

ایک مرتبہ ڈاک کا ٹکٹ خریدنے کے لیے ان کے پاس کچھ رقم نہیں تھی تو ایک مرید نے انہیں دوسو روپے کی رقم ارسال کی۔68

باقی جہاں تک زمینداری اور صندوقچی وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا خاندان زراعت وغیرہ سے متعلق تھا۔ باقی کرامتوں کے نام پہ صندوقچی وغیرہ کے افسانے بھی مریدوں کی نظر میں تقدیس واحترام کا مقام دینے کے لیے وضع کیے گئے ہیں یہ سب بے سروپا باتیں ہیں۔

ظہیر صاحب کا یہ سارا بیان تضاد سے بھرا ہوا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ انگریز امداد کرتے تھے پھر کہا جاتا ہے یہ سب بے سروپا باتیں ہیں، کبھی کہا جاتا ہے کہ لوگ امداد کرتے تھے۔ درحقیقت ظہیر صاحب نے پیچھے جھوٹ و بہتان باندھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو کمتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زمیندار سے نکال کر عام مولوی جو لوگوں کی نذرونیاز پر گزر بسر کرتا ہے وہ ثابت کیا ہے۔ مسجد کی امامت کی تنخواہ پر زندگی گزارنا کوئی عیب نہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک زمیندار کو دھکے سے غیر زمیندار ظاہر کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاندانی زمیندار تھے۔ جناب سید الطاف علی بریلوی جنہوں نے بچپن میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی، وہ فرماتے ہیں: "مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے، معقول زمینداری تھی، جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان صاحب کرتے تھے۔ مولانا اور ان کے اہل خاندان کے محلہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے، بلکہ پورا محلہ ایک طرح سے ان کا تھا۔"

جناب منور حسین سیف الاسلام جو نوعمری میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے: "یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی حضرات تھے، سب پرانے خاندانی زمیندار تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے باغات تھے۔ شہر بریلی میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے مکانات تھے۔ جن کا کرایہ آتا تھا، مگر مجھ کو کرایہ وصول کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ غریبوں، بیواؤں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔" مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی لکھتے ہیں: "اس خاندان کی دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی تھی۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ175، مکتبہ قادریہ لاہور)

اعلیٰ حضرت کا کسی سے پیسے نہ مانگنا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سخی آدمی تھے، غریبوں کی امداد کرتے تھے اور اگر کوئی فتویٰ کے عوض تحفہ دیتا تو آپ نہ لیتے تھے۔ لوگوں کے سوالوں کے جواب بذریعہ ڈاک اپنی جیب سے بھیجتے تھے۔ ظہیر صاحب کا کہنا کہ ان کے پاس بعض اوقات کچھ نہیں ہوتا تھا تو ایسی صورت حال پیدا ہونا زمیندار ہونے کے منافی نہیں۔ کئی مرتبہ زمینوں سے پیسہ آنے میں تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ بڑے بڑے زمیندار قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہی صورت حال بعض اوقات ہوتی تھی کہ آپ کو زمینوں سے پیسے دیر سے آتے تھے۔ لیکن ہرگز اعلیٰ حضرت گزر بسر کے لئے اپنے چاہنے والوں سے پیسے نہیں مانگتے تھے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے، اس لئے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے۔ لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔ میں نے سوپا دوسو کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی۔ جسے مولانا صاحب نے وصول کرلیا اور رسید بھی آگئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا منی

آرڈر آیا۔ جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔ والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے، باقی زنان خانے میں بھیج دیئے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے اور گاؤں (یعنی زمینوں) سے رقم آئی نہیں تھی اور میں اپنی ضروریات کے لئے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔ حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔ اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرہ زرکا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے۔ چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔" (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ184، کنسیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت کے شہزادے حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زمیندارانہ سیرت کے متعلق حافظ ملت حضرت علامہ محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "آپ کو شہسواری کا بھی شوق تھا، آپ کی زمینداری میں اچھی نسل کے گھوڑے موجود تھے۔"
(فتاوی حامدیہ صفحہ 72، شبیر برادرز، لاہور)

صندوقچی والے مسئلہ کی نسبت جو ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے بیٹے کی طرف کی ہے وہ غلط ہے۔ وہ بیان آپ کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اس صندوقچی سے نکال کر خیرات کرنے کو کرامت پر محمول کیا ہو، جبکہ ہو سکتا ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود اس صندوقچی میں رکھتے ہوں۔ اگر اسے کرامت بھی سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں، البتہ جو کرامت کے منکر ہیں ان کے لئے ایسی باتیں قصے کہانیاں ہی ہیں۔

حوالہ جات (البریلویہ)

61 انوار رضا، ص ۳۶۰
62 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۸
63 اعلیٰ حضرت بستوی، ص ۵۷، انوار رضا، ص ۵۷
64 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۷
65 اس کا تفصیلاً ذکر آگے آ رہا ہے۔
66 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۶
67 ایضاً، ص ۵۶
68 ایضاً، ص ۵۸

فصل: عادات اور طرز گفتگو

﴿ بریلوی اعلیٰ حضرت پان کثرت سے استعمال کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان المبارک میں وہ افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا کرتے۔69

اسی طرح حقہ بھی پیتے تھے۔70

دوسری کھانے پینے کی اشیاء پر حقہ کو ترجیح دیتے۔ ہمارے ہاں دیہاتیوں اور بازاری قسم کے لوگوں کی طرح آنے جانے والے مہمان کی تواضع بھی حقے سے کرتے۔71

مزے کی بات ہے کہ بریلوی اعلیٰ حضرت سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تاکہ شیطان بھی میرے ساتھ شریک ہوجائے۔"72 ﴾

حقہ اور پان کا شرعی حکم

حقہ اور پان بلاشبہ جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "پان بیشک حلال ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان سے پہلے اولیاء کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی اس میں چونے کا جواز کتاب "نصاب الاحتساب" میں مصرح ہے۔ حقہ کا جواز غمز العیون وشرح ہدیہ ابن العماد وکتاب الصلح بین الاخوان ودرمختار وطحطاوی وردالمحتار وغیرہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے۔ حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا ظلم شدید بلکہ ضلال بعید ہے وہ اسے حکم شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے اور اللہ پر افتراء کرنے والا عذاب شدید کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے جھوٹ لگاؤ۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہوسکتے۔" (فتاوی رضویہ جلد 24، صفحہ 556، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دراصل حقہ اور پان اس زمانے میں عام رائج تھا، زمیندار و عزت دار لوگ اس کا استعمال کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں حقہ رائج ہونے کے متعلق کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علمائے عظام حرمین محترمین زادھما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے۔ جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع وناجائز کہنا احوال قلیان سے بے خبری پر مبنی ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد 25، صفحہ 81، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی مکہ مدینہ میں بھی حقہ پینا رائج تھا۔ اسی طرح پان رائج تھا بلکہ یہاں تک کہ ختم شریف میں کھانے کے ساتھ پان کا اہتمام ہوتا تھا چنانچہ ایک جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں: "اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ

ضیافت کرنی پڑتی ہے، یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 666، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو پان یا حقہ نوش فرماتے تھے وہ موجودہ آوارہ لوگوں کی طرح نہ تھا کہ کثرت پان سے منہ خراب اور بدبو اتنی کہ پاس کھڑا نہ ہوا جائے بلکہ آپ خاندانی معزز لوگوں کی طرح مہذب انداز میں اس کا استعمال فرماتے تھے۔ ایک جگہ تمبا کو اور حقہ کا فرق اور حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تمباکو اور حقہ کا ایک حکم ہے، جیسا وہ حرام ہے یہ بھی حرام ہے اور جیسا وہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو باکراہت ورنہ بلا کراہت۔ فقط ایک فرق ہے جو لوگ غیر خوشبودار تمباکو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے۔ اس طرح تمباکو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے بخلاف حقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہو جاتا ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد 24، صفحہ 555، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک جگہ آپ نے حقہ کے جواز پر پورا رسالہ بنام "حُقّة المرجان لمهم حكم الدّخان" (مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں) لکھا۔ اس رسالے میں آپ نے کثیر دلائل سے اسے جائز ثابت کیا۔ اس رسالے کا مختصر مواد پیش خدمت ہے: "فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعویٰ باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں۔ میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ "من شرب الدخان فكانما شرب دم الانبياء "جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا۔ اور دوسری حدیث یوں تراشی "من شرب الدخان فكانما زنى بامّه فى الكعبة" جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔ ﴿انّا للّٰہ وانّا اليه راجعون﴾ (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔) جہل بھی کیا بدبلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لادوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ ودانستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان اُٹھایا اور حدیث متواتر ((من كذب علیّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار)) (جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے) کا اصلاً دھیان نہ لایا۔۔۔ علامہ عبدالغنی بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں "من البدع العادية استعمال التتن و القهوة الشائع ذكرهما فى هذا الزمان بين الاسافل والاعيان والصواب انه لا وجه لحرمتهما ولا لكراهتهما فى الاستعمال " بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔۔۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس ودماغ میں فتور لاتے اور دیدہ ودل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع وناجائز وگناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عزوجل ہدایت

بخشے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔۔۔ اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو بے کلی کئے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اور اسے کھا کر جب تک بو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع، مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کلی سے بھی بکلی زائل نہ ہو تو قربِ جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ ترک جماعت وترک سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخول مسجد کا موجب ہوگا اور یہ دونوں ممنوع وناجائز ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف مؤدی ہو ممنوع وناروا ہے۔۔۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 25، صفحہ 81۔۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دیکھیں! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقے کے جواز کو بھی ثابت کیا اور اس کے احکام بھی بتائے کہ منہ سے بدبو دور کر کے مسجد میں جائے اور نماز کے وقت کے قریب حقہ نہ پیئے جبکہ منہ سے بدبو دیر سے دور ہوتی ہو۔ ظہیر صاحب نے پان، حقے کا ذکر بطور اعتراض تو کیا ہے لیکن اس کے ناجائز ہونے کو ثابت نہیں کیا۔ ثابت بھی کیسے کر سکتے ہیں جب قرآن وحدیث اور فقہ میں یہ ناجائز ہی نہیں۔ بلکہ دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر وہابی مولویوں نے حقے کو جائز کہا ہے۔ وہابیوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب حقہ جائز ہے تو پھر اس کے پینے والے پر اس طرح اعتراض ناجائز ہے۔ جہاں تک حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے کا تعلق ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو بغیر بسم اللہ کھائے پیئے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے اور بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایسوں کو مغربین فرمایا جو انسان و شیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔ اگر کھانے کی ابتداء میں بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے تو فوراً "بســـم الــلـــه عـــلـ" پڑھی لى الشيطان ما استقاءه" کر دیتا ہے اور بفضلہ میں بھوکا ہی مارتا ہوں یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور جب چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف۔ ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔ وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہے ہوتو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) شیطان ہر وقت تمہاری گھات میں ہے اس سے غافل کسی وقت نہ ہو۔"

(الملفوظات، حصہ 2، صفحہ 227، شبیر برادرز، لاہور)

قدم بوسی کا شرعی حکم

﴿ لوگوں کے پاؤں چومنے کی عادت بھی تھی۔ ان کے ایک معتقد راوی ہیں کہ: "آپ حضرت اشرفی میاں کے پاؤں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔" 73

جب کوئی صاحب حج کر کے واپس آجاتے تو ایک روایت کے مطابق فوراً اس کے پاؤں چوم لیتے۔ 74 ﴾

پاؤں چومنے پر اعتراض بھی عجیب ہے کہ قدم بوسی جب احادیث وفقہ سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا گویا احادیث پر اعتراض کرنا ہے۔ ابوداؤد، شعب الایمان اور شرح السنۃ للبغوی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہونے والے وفد عبد القیس میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں "لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا، فنقبل ید النبی صلی الله علیه وسلم ورجله" ترجمہ: جب ہم مدینہ پاک پہنچے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دینے لگے۔ (سنن أبی داود، کتاب الادب، باب فی قبلة الرجل، جلد4، صفحہ357، المکتبة العصریہ بیروت)

فتاوی رضویہ میں امام احمد رضا خان اس کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "پیر کا اپنے مریدوں سے ہاتھ چوموانا یا یں معنی کہ وہ چومنا چاہیں تو یہ منع نہیں کرتا بلکہ ہاتھ بڑھا دیتا ہے کوئی حرج نہیں رکھتا بلکہ اگر قدم چومنا چاہیں اور یہ منع نہ کرے جب بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے "طلب من عالم اوزاهد ان یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله اجابه و قیل لا" "کسی عالم یا کسی زاہد (پرہیزگار) سے کسی نیازمند نے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پاؤں اس کے حوالے کردے اور ان پر اسے تسلط اور قابو پانے کا اختیار دے تاکہ وہ انہیں بوسہ دے تو عالم اور زاہد اس کی درخواست قبول فرمائے، (یعنی پاؤں چومنے کی اجازت دے) اور (ایک ضعیف روایت میں) کہا گیا کہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔

ردالمحتار میں ہے "لما اخرجه الحاکم ان رجلااتی النبی صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم فاذن له فقبل رجلیه" کیونکہ محدث حاکم نے اس روایت کی تخریج فرمائی ہے کہ ایک صاحب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے (انہوں نے آپ کے پاؤں چومنے کی درخواست کی) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے آپ کے قدم چومے۔"

(فتاوی رضویہ جلد22، صفحہ339، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت بزرگ اور حاجی کا پاؤں محبت میں چوم لیتے تھے لیکن اپنا پاؤں کسی کو چومنے نہیں دیتے تھے۔ آپ کی سیرت میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی محب نے آپ کے قدموں کا اچانک بوسہ لیا تو آپ اس پر ناخوش ہوئے۔ باقی وہابیوں کا قدم بوسی پر اعتراض کرنا بجا ہے کہ قدم بوسی بطور ادب ہے اور ان کے ہاں تو ادب شرک ہوتا ہے۔

حوالہ جات (البریلویہ)

69 انوار رضا ص ۲۵۶

70 کتنی عجیب بات ہے دوسروں کو معمولی باتوں پر کافر قرار دینے والا خود کیسے حقہ نوشی کو جائز سمجھتا ہے اور اس کا مرتکب ہے؟

مترجم صاحب کتنی عجیب بات ہے کہ آپ بغیر دلیل حقہ کو ناجائز کہہ رہے ہو۔ نام آپ نے اپنے فرقے کا لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے اہل حدیث رکھا ہے لیکن شرک، بدعت، حلال وحرام کے فتوے اپنی عقل سے دیتے ہو۔ کچھوا، کوا کھانا جائز کہہ دیتے ہو اور ختم کے کھانے کو مثل خنزیر قرار دیتے ہو۔ وہ بھی قرآن وحدیث کی کسی دلیل کے بغیر۔ مزا تو تب ہے کہ آپ تحریفات کی بجائے قرآن وسنت سے حقہ اور پان کو ناجائز ثابت کرو۔ معمولی باتوں پر شرک کے فتوے تو آپ لگاتے ہو۔

71 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۶۷

72 ملفوظات

73 اذکار حبیت رضا، طبع مجلس رضا، لاہور، ص ۲۴

74 انوار رضا، ص ۳۰۶

فصل: اسلوب بیان

﴿ اپنے سے معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کے خلاف سخت زبان استعمال کیا کرتے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ بڑے فحش اور غلیظ لفظ بولتے۔ مخالف کو کتا، خنزیر، کافر، سرکش، فاجر، مرتد اور اس طرح کے دوسرے سخت اور غلیظ کلمات کی بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ بے محابا و بے دریغ یہ کلمات ادا کرجاتے۔ ان کی کوئی کتاب اس انداز گفتگو اور اخلاقیات سے بھری ہوئی طرز تحریر سے خالی نہیں ہے۔ ﴾

گمراہوں کو خبیث و مردود کہنا

پیچھے بیان کیا گیا کہ گمراہ اور گستاخوں کو احادیث و مستند کتب میں کافر، کتا، خنزیر، فاسق، فاجر، ملعون کہا گیا ہے۔ خارجیوں کے متعلق ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے ''عن ابن أبی أوفی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم **((الخوارج کلاب النار))**
ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خارجی جہنم کے کتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، باب فی ذکر الخوارج، جلد1، صفحه61، دار إحیاء الکتب العربیة)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنتظم فی تاریخ الامم والملوک'' میں مانی اور یونس بن فروہ کو زندیق کہا۔ پھر آگے ایک جگہ ان الفاظ کی ہیڈنگ بنائی "أحمد بن یحیی بن إسحاق أبو الحسین الریوندی الملحد الزندیق" امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھا ''وإسحاق بن محمد بن أبان النخعی الأحمر الزندیق الإلحادی'' پھر آگے یوں لکھتے ہیں "أبو جعفر بن أبی العزاقر الشلمغانی الزندیق" امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ طبری کی ساتویں جلد میں کئی مقامات پر صاحب الزنج کو فاسق و خبیث لکھا ہے۔ ایک شخص کے متعلق یوں لکھتے ہیں "جعفر بن أحمد خال ابن الخبیث الملعون" ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ "الکامل فی التاریخ" میں لکھتے ہیں "جعفر بن إبراهیم المعروف بالسجان وکان من ثقات الخبیث" امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ان الفاظ کے ساتھ خبیث کہا "قدمت أخبرت أحمد بن حنبل فقال قاتله الله، الخبیث" طبرانی اوسط کی حدیث پاک ہے "عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال أتیت النبی صلی الله علیه وسلم وترکت أبی یلحقنی، فقال: **((یطلعن الآن رجل لعین، فخفت أن یکون أبی آزل خارجا وداخلا حتی طلع الحکم بن أبی العاص))** حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے پیچھے اپنے والد کو چھوڑ آیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ابھی ایک لعنتی شخص آئے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں میں ڈرا کے میرے پیچھے میرے والد صاحب تھے کہیں وہ نہ آئیں، ابھی کوئی آیا یا گیا نہیں تھا کہ (گستاخ کافر) حکم بن ابی العاص آیا۔ (المعجم الأوسط، باب المیم، من اسمه محمد، جلد7، صفحه160، دار الحرمین، القاهرة)

معلوم ہوا اسلاف بھی اپنے دور کے گمراہوں کو بسبب ان کے عقائد زندیق، ملعون، کافر، خبیث وغیرہ کہتے اور لکھتے تھے۔ لہٰذا اعلیٰ

حضرت نے بھی اس طرح کے الفاظ گمراہ وگستاخوں کے ساتھ استعمال کئے ہیں جو کہتے تھے کہ نبی مر کر مٹی ہو گئے، انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، نماز میں بیل گدھے کے خیال سے نبی کا خیال لانا بدتر ہے، حضور کے بعد کوئی اور نبی بھی آ سکتا ہے، اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ اعلیٰ حضرت نے تو کئی مقامات پر مسلمانوں کو گالی دینا ناجائز لکھا چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: "بلاوجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((یحسب امری من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ)) آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون آبرو مال۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ((سباب المسلم فسوق)) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 127، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندی، وہابیوں کے نزدیک رب تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے

﴿ ان کی شیرینیٔ لب کا ذکر گزشتہ صفحات میں حاشیہ کے اندر گزر چکا ہے۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر ان کی مختلف عبارتوں میں سے ایک قطعہ نقل کرتے ہیں جس سے ان کے اسلوب بیان کی تصویر قارئین کے سامنے آ جائے گی۔ وہ دیوبندیوں کے خدا کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں: "تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا بھی کرائے، ورنہ دیوبند کی چکلے والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا۔ (75) پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو۔ اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو۔ یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن بھی ماننی پڑے گی۔" 76 نستغفر اللہ۔

اندازہ لگائیں اس طرح کا انداز تحریر کسی عالم دین کو زیب دیتا ہے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ تجدید دین کا دعویٰ۔ مجدد دین کے لیے اس قسم کی گفتگو کا اختیار کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ انہیں عالم دین کہنے پر اصرار ہو تو ضرور کہئے مگر مجدد کہتے ہوئے تھوڑی سی جھجک ضرور محسوس کر لیا کریں۔ ﴾

ظہیر صاحب نے اپنی سابقہ عادت کی طرح یہاں بھی بغیر سیاق وسباق عبارات پیش کی ہیں۔ حقیقت وتفصیل یوں ہے کہ دیوبندیوں کے بڑے مولویوں نے بغیر دلیل شرعی کے ایک خود ساختہ باطل عقیدہ بنا لیا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اور اس پر یہ دلیل پیش کی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کئی رسالوں میں تفصیلی رد فرمایا کہ جھوٹ ایک عیب ہے جو رب تعالیٰ کیلئے محال ہے اور محال فعل تحت قدرت نہیں ہوتا ورنہ تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے جیسا ایک اور خدا بنا سکتا ہے، اپنا خدا ہونا سلب (ختم) کر سکتا ہے وغیرہ چنانچہ "سُبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح" (کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ومنزہ ہے۔) میں فرماتے ہیں: یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایھا المسلمون! قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو بھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ

بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھودینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یوہیں منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا" تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا" (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عز اسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے، للہ انصاف۔۔۔(اعلیٰ حضرت اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اب بتوفیق اللہ تعالیٰ نصوص ائمہ وکلمات علماء نقل کرتا ہوں: شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے "الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالی محال" جھوٹ باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔۔۔شرح عقائد نسفی میں ہے "کذب کلام اللہ تعالی محال" کلام الٰہی کا کذب محال ہے۔

طوالع الانوار کی فرع متعلق مبحث کلام میں ہے "الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالی محال "جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔ مواقف کی بحث کلام میں ہے "انہ تعالی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عند المعتزلہ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللہ محال اجماعا" یعنی اہلسنت ومعتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔۔۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں "یستحیل علیہ تعالی سمات النقص کالجھل والکذب" جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل وکذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔۔۔تفسیر بیضاوی شریف میں ہے "﴿ومن اصدق من اللہ حدیثا﴾ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لان نقص وھو علی اللہ تعالی محال" "اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کے سچے ہونے کا انکار ہے کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔۔۔شرح عقائد جلالی میں ہے "الکذب نقص والنقص علیہ محال فلایکون من المکنات ولاتشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالی کالجھل والعجز" جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔ مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں "الکذب علیہ تعالی محال "اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔۔۔

افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبا چچا اور علما باپ اور طریقۃ دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر ناسور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالیٰ ﴿فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ﴾ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ یوں تصریح کی "خبر اوتعالی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات اوراہ نمی یابد در حق اوتعالی کہ

مبراز جمیع عیوب ونقائص ست خلاف خبر مطلقا نقصان ست" اللہ تعالیٰ کی خبر ازلی ہے،کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پا سکتا اللہ تعالیٰ کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد15، صفحہ322، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

المختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر مستند دلائل سے اس اعتقاد کا رد فرمایا کہ رب جھوٹ بول سکتا ہے۔ پھر ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو بطور زجر فرمایا: "اگر دہلوی ملا کی یہ دلیل سچی ہوتو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہو جائیں، وجہ سنئے جب یہ اقرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کیلئے کر سکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعا جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جن کے باعث انہیں مانتے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی نا قابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا، بہرحال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ﴾ تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے پوجنے والا ہوں۔

تو قطعا دو خدا کا امکان ہوا اگرچہ منافی گیر ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن ہوتو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کو انتہا نہیں "ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" خامسا: ملائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کر لے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلا لے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہو جائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہوگا، ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں) غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کر سکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں کر سکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں محتاج ہو محتاج خدا نہیں۔ ملوث ہوا ملوث خدا نہیں۔ تو شمس وامس کی طرح اظہر وازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول اہتر حقیقۃ انکار خدا کی طرف منجر ﴿مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ "والعیاذ باللہ من اضل الشیطن" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

مگر سبحان ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان

اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ وارادہ الٰہیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق ودرخور۔ "**تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، وسبحن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد اللہ حمدا کثیرا**" اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تقدیس وپاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔۔۔۔۔۔"

(فتاوی رضویہ جلد15، صفحہ367۔۔۔رضافاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اللہ عزوجل کی شان میں ایسے کلمات کہنے والوں کو بطور زجر ایسے کلمات کہے تھے۔ اس طرح کے کلمات تو اسلاف سے ثابت ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ بن مسعود کو کہا "امصص ببظر اللات" ترجمہ: لات کی بظر چوس۔ (صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد۔۔۔ جلد3، صفحہ193، دار طوق النجاۃ)

یہ جملہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس گستاخ کافر کو بطور زجر کہا تھا، اگر کسی کافر یا گستاخ کو اس کے کفر وگستاخی کی وجہ سے اس طرح کے سخت جملے کہنے ناجائز وحرام اور فحش گوئی ہوتے تو کیا ابوبکر صدیق جیسی ہستی سے اس کا ارتکاب ہوتا، کیا وہابی ابوبکر صدیق کو بھی فحش گو کہیں گے؟ نعوذ باللہ۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "وفیہ جواز النطق بما یستبشع من الألفاظ لإرادۃ زجر" یعنی جو منہ پھٹ ہو اسے اس قسم کے الفاظ بطور زجر کہنا جائز ہے۔

(فتح الباری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع أہل الحرب وکتابۃ الشروط، جلد5، صفحہ340، دار المعرفۃ، بیروت)

﴿ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ یہ بریلوی صاحب ایک مرتبہ کسی کے ہاں تعلیم کی غرض سے گئے۔ مدرس نے پوچھا کہ آپ کا شغل کیا ہے؟ کہنے لگے: "وہابیوں کی گمراہی اوران کے کفر کا پول کھولتا ہوں۔" مدرس کہنے لگے: "یہ انداز درست نہیں۔" تو جناب بریلوی صاحب وہاں سے واپس لوٹ آئے (77) اوران سے پڑھنے سے انکار کردیا۔ کیونکہ انہوں نے احمد رضا صاحب کو موحدین کی تکفیر وتفسیق سے روکا تھا۔ ﴾

پیچھے ظہیر صاحب نے کہا تھا کہ مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پڑھانے سے انکار کردیا تھا اور یہاں اپنا پچھلا جھوٹ خود ثابت کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے پڑھنے سے انکار کردیا۔ پھر پہلے کی طرح یہاں بھی ہیرا پھیری اور جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔ مولانا عبد الحق نے یوں فرمایا تھا: "اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔" اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیان سنت کی توہین وتحقیر ستنی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا۔" (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ249، کنسٹمر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت کی علمیت

﴿ جہاں تک ان کی لغت کا تعلق ہے تو وہ نہایت پیچیدہ قسم کی عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ بے معنی الفاظ وتراکیب استعمال کرکے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ انہیں علوم ومعارف میں بہت گہری دسترس حاصل ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں اس عالم

دین کو جو اپنا مافی الضمیر کھول کر بیان نہ کر سکے اور جس کی بات سمجھ میں نہ آئے اسے بڑے پائے کا عالم دین تصور کیا جاتا ہے۔ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں کہ: "اعلیٰ حضرت کی بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان علم کا سمندر ہو۔" 78

جب انسان اپنے مخالف کو تعصب کی آنکھ سے دیکھے تو اس کی خوبیاں بھی خامیاں لگتی ہیں۔ظہیر صاحب کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔جب ان کو اعلیٰ حضرت کی عربی سمجھ نہیں آتی تو اسے اپنی کم علمی نہیں سمجھتے بلکہ الٹا اعتراض کر دیتے ہیں کہ وہ پیچیدہ عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔اس کی ایک مثال پیچھے عربی شجرہ میں گزر چکی ہے کہ جس کی ظہیر صاحب کو سمجھ نہیں آئی تھی۔اعلیٰ حضرت کی علمیت و ادب کو وہابی مولویوں سمیت کئی بڑے بڑے ادیبوں، شاعروں، پروفیسروں نے مانا ہے۔دیوبندی مودودی لکھتا ہے: "مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔" (البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ 188، مکتبہ قادریہ لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں: "میرا خیال یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر، دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔" (حیابانِ رضا، ماخوذ از البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 191، مکتبہ قادریہ لاہور)

ادھر ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنی عبارتوں میں بے معنی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ادھر وہابی ترجمان ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں لکھا ہے: "فاضل بریلوی نے ترجمہ اور ترجمانی کی درمیانی راہ اختیار کی اور ان کی تمام تر توجہ اس امر پر رہی کہ قرآن مجید کے ان بعض الفاظ جو عربی اور اردو زبان میں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کا ایسا ترجمہ کیا جائے کہ غیر مسلم ان پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کی نوبت ہی نہ آئے بلاشبہ بعض الفاظ کے ترجمہ کی حد تک وہ (فاضل بریلوی) کامیاب بھی رہے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، 22 ستمبر 1989ء، ماخوذ از رضائے مصطفیٰ، دسمبر 1989ء)

وہابی ترجمان المنبر لائل پور لکھتا ہے: "مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ (قرآن، کنز الایمان) کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔" (المنبر لائل پور، 6 صفر المظفر 1386ء، ماخوذ از رضائے مصطفیٰ، فروری 1976ء)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی مہارت ولفاظی کا اعتراف آج دنیا میں ہو رہا ہے۔دنیا کے مختلف جامعات میں اعلیٰ حضرت کی علمی، ادبی اور دینی خدمات پر بے شمار مقالات ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر رقم کئے گئے۔عربی اشعار کی تجمیع و تدوین کے لئے جامعۃ الازھر کے فاضل استاد حازم محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ پاکستان تشریف لائے اور آپ نے یہاں قیام پذیر ہو کر نہایت محنت شاقہ سے اور شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف القادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء و مشائخ کے تعاون سے قبلہ اعلیٰ حضرت کے عربی اشعار کو مجتمع کر کے کم و بیش سات سو پچانوے ابیات پر مشتمل "بساتین الغفران" کے نام سے دیوان مرتب کیا۔یہ دیوان پہلی بار رضا انٹرنیشنل (بین الاقوامی رضا اکیڈمی)، لاہور اور ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے اشتراک سے 1997ء میں شائع کیا گیا۔آپ کے اس دیوان کا مطالعہ کرنے سے آپ کی عربی

زبان وادب پر گرفت اور وسیع مطالعہ کے ساتھ ساتھ آپ کے ایک طبّاع شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔آپ بلاشک وشبہ عربی شاعری کے اسلوب، ردیف وقوافی اور علمِ عروض کے ماہر اور کہنہ مشق شاعر کی حیثیت سے اپنا امتیازی مقام متعین فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی فصاحت وروانی

﴿ ان کی زبان میں فصاحت وروانی نہیں تھی۔اس بناپر تقریر سے گریز کرتے تھے صرف خودساختہ عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اپنے پیر آل رسول شاہ کے عرس کے موقعہ پر چند کلمات کہہ دیتے۔79 ﴾

ظہیر صاحب کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ وہ فصاحت و روانی نہ ہونے کے سبب تقریر سے گریز کرتے تھے۔ دراصل آپ تحریری مصروفیت کی بناپر زیادہ تقریروں سے گریز کرتے تھے اور سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنّت وجماعت۔دوسرا مجلس میلاد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو حضور کی طرف سے ہر سال 12 ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی اعلیٰ حضرت کا آبائی مکان ہے،منعقد ہوتی تھی۔تیسرا وعظ 18 ذی الحجہ الحرام عرس سراپا قدس حضرت سید شاہ آل رسول مارہری رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر فرماتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 356، کمسیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ان تین موقع پر خصوصی طور پر تقریر ہوتی تھی ورنہ عید جمعہ اور دیگر مواقع پر نہایت شیریں،فصاحت والی اور موثر تقریر فرمایا کرتے تھے۔حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ جناب مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن وعظ فرمانے میں بہت احتراز فرماتے تھے۔ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کردیا،لوگ رک گئے۔مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا مگر جناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا! لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرمادیجئے۔سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضوجدید کرکے سورۃ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 354، کمسیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جامع حالات حضرت ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش آیا اور غالبا یہ واقعہ سیتاپور سے پہلے کا ہے۔حضرت مولانا عبدالقیوم بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم اعلیٰ حضرت،موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے وعظ کا اعلان کردینا۔انہوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہوکر اعلان کردیا۔سب حضرات سنن ونوافل کے بعد تشریف رکھیں،اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔جب اعلیٰ حضرت سنن ونوافل سے فارغ ہوئے،دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق وشوق بیٹھے ہوئے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے اور دو گھنٹے کامل نہایت

ہی پر اثر زبردست وعظ فرمایا۔مولانا عبدالقیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسی پُر از معلومات، پراثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کرسکتا۔یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ354، کنسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جناب ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "والد نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے بریلی کی جامع مسجد نور محلہ میں تشریف لے جاتے اور میں بھی اکثر آپ کے ساتھ ہوتا، اکثر و بیشتر ہمیں دوسری، تیسری صف میں بیٹھنے کا موقع مل جاتا۔اسی مسجد میں حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے۔منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔آواز ازحد شیریں اور گداز تھی۔آپ کا وعظ نہایت موثر ہوتا تھا۔میں اگرچہ بچہ تھا مگر اس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لئے کوئی کشش ضرور تھی۔اکثر مجھ پر انہماک سا طاری ہو جاتا اور حاضرین کی کیفیت تو اس سے بڑھ کر ہوتی تھی۔مجھے یہ بھی محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ خاصا طویل اور مفصل ہوتا ہوگا، مگر وہاں خطبہ جمعہ حاضرین کی سہولت کے لئے اکثر مختصر فرمادیتے۔"

(مقالات یوم رضا، حصہ3، صفحہ8، رضا اکیڈمی، لاہور)

بدایوں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والضحیٰ پر چھ گھنٹے وعظ فرمایا۔اور بھی کئے ایسی واقعات ہیں جن کو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔اگر سب کو چھوڑ دیں اور ظہیر صاحب والی ہی بات لے لیں کہ آپ سال میں دو مرتبہ تقریر کیا کرتے تھے تو قارئین خود سوچیں کیا ان دو خاص موقعوں پر کوئی ایسا شخص تقریر کرسکتا ہے جس کو تقریر ہی نہیں کرنا آتی؟ حیات اعلیٰ حضرت میں آپ کی چند تقریریں تحریر ہیں ان کو پڑھ کر قاری اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ کیسی تقریر کرتے تھے۔

حوالہ جات(البریلویہ)

75 سبحان السبوح، از احمد رضا بریلوی، ص۱۴۲

76 ایضاً

77 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری

78 انوار رضا، ص۲۸۶

79 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری رضوی

فصل: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات

ان کی تصنیفات کے بیان سے قبل ہم قارئین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ بریلوی قوم کو مبالغہ آرائی کی بہت زیادہ عادت ہے اور مبالغہ آرائی کرتے وقت غلط بیانی سے کام لینا ان کی سرشت میں داخل ہے۔ تصنیفات کے سلسلہ میں بھی انہوں نے بے جا غلو سے کام لیا ہے اور حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کی سینکڑوں تصنیفات گنوا دی ہیں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان کے متضاد اقوال کا نمونہ درج ذیل ہے:۔ ان کے ایک راوی کہتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات 200 کے قریب تھیں۔80

ایک روایت ہے کہ 250 کے قریب تھیں۔81

ایک روایت ہے 350 کے قریب تھیں۔82

ایک روایت ہے 450 کے لگ بھگ تھیں۔83

ایک اور صاحب کہتے ہیں 500 سے بھی متجاوز تھیں۔84

بعض کا کہنا ہے 600 سے بھی زائد تھیں۔ ایک اور صاحب ان تمام سے آگے بڑھ گئے اور کہا کہ ایک ہزار سے بھی تجاوز کر گئی تھیں۔85

حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اس میں بھی مبالغہ ہو۔۔۔۔۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:۔

جناب بریلوی صاحب نے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ وہ فتویٰ نویسی اور عقیدہ توحید کے حاملین کے خلاف تکفیر و تفسیق میں مشغول رہے۔ لوگ ان سے سوالات کرتے اور وہ اپنے متعدد معاونین کی مدد سے جوابات تیار کرتے اور انہیں کتب و رسائل کی شکل دے کر شائع کروا دیا جاتا۔ بسا اوقات بعض کتب دستیاب نہ ہونے کے باعث سوالات کو دوسرے شہروں میں بھیج دیا جاتا تاکہ وہاں موجود کتابوں سے ان کے جوابات کو مرتب کیا جا سکے۔ جناب بریلوی ان فتاویٰ کو بغیر تنقیح کے شائع کرواتے۔ اسی وجہ سے ان کے اندر ابہام اور پیچیدگی رہ جاتی اور قارئین کی سمجھ میں نہ آتے۔ جناب بریلوی مختلف اصحاب کے تحریر کردہ فتاویٰ کا کوئی تاریخی نام رکھتے چنانچہ اسے ان کی طرف منسوب کر دیا جاتا۔

جناب بریلوی کا قلم سوالات کے ان جوابات میں خوب روانی سے چلتا، جن میں توحید و سنت کی مخالفت اور باطل نظریات و عقائد کی نشر و اشاعت ہوتی۔ چند مخصوص مسائل مثلاً علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر، تصرفات و کرامات اور اس قسم کے دوسرے شرانی امور کے علاوہ باقی مسائل میں جناب بریلوی کا قلم سلاست و روانی سے محروم نظر آتا ہے۔ یہ کہنا کہ ان کی کتب ایک ہزار سے بھی زائد ہیں انتہائی مضحکہ خیز قول ہے۔

ان کی مشہور تصنیف جسے کتاب کہا جا سکتا ہے فتاویٰ رضویہ ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ

کی آٹھ جلدیں ہیں ہر ایک جلد مختلف فتاویٰ پر مبنی چھوٹے چھوٹے رسائل پر مشتمل ہے۔

بریلوی حضرات نے اپنے قائد ومؤسس کی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے لیے اس میں مندرج رسائل کو مستقل تصانیف ظاہر کیا ہے۔نمونے کےطور پر ہم فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں مندرج رسائل کو شمار کرتے ہیں۔اس میں 31 رسائل موجود ہیں جنہیں کتب ظاہر کیا گیا ہے۔۔۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں:حسن النعم،باب العقائد،قوانین العلماء،الجد السعید،مجلی الشمعة،تبیان الوضوء،الدقة والتبیان،النھی الاکید،الطراز لقول زفر،المطر السعید،لمع الاحکام،المعلم الطراز،نبه القوم،اجلی الاعلام،الاحکام والعلل،الجود الحلو،وتنویر القندیل،آخر مسائل،الهنیئة الانقی،رجب الساحة،ہبة الحبیر،مسائل اخر،النضل البشر،بارق النور،ارتفاع الحجب،الطرس المعدل،الطلبة البدیعة،برکات الاسماء،عطاء النبی،النور والنورق،سمع الندر۔چند سو صفحات پر مشتمل ایک جلد میں موجود 31 رسائل کو بریلوی حضرات نے اپنے اعلیٰ حضرت کی 31 تصنیفات ظاہر کیا ہے۔86

یہ کہہ دینا کہ فلاں شخص نے ایک ہزار دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں سہل ہے مگر اسے ثابت کرنا آسان نہیں۔بریلوی حضرات بھی اسی مخمصے کا شکار نظر آتے ہیں۔خود اعلیٰ حضرت فرما رہے ہیں کہ ان کی کتابوں کی تعداد 200 کے قریب ہے۔87

ان کے ایک صاحبزادے کہہ رہے ہیں کہ (88) 400 کے لگ بھگ ہیں۔89

ان کے ایک خلیفہ ظفر الدین بہاری رضوی جب ان تصنیفات کو شمار کرنے بیٹھے تو 350 رسالوں سے زیادہ نہ گنوا سکے۔90

ایک اور صاحب نے 548 تک تصنیفات شمار کیں۔91 اب ذرا یہ لطیفہ بھی سن لیجئے کہ انہوں نے کس طرح یہ تعداد پوری کی ہے۔انوار رضا میں ان کی جو تصانیف شمار کی ہیں۔ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں تا کہ قارئین پر کثرت تصانیف کے دعوے کا سر بستہ راز منکشف ہو سکے۔حاشیہ صحیح بخاری۔حاشیہ صحیح مسلم۔حاشیہ النسائی۔حاشیہ ابن ماجہ۔حاشیہ التقریب۔حاشیہ مسند امام اعظم۔حاشیہ مسند احمد۔حاشیہ الطحاوی۔حاشیہ خصائص کبریٰ۔حاشیہ کنز العمال۔حاشیہ کتاب الاسماء والصفات۔حاشیہ الاصابہ۔حاشیہ موضوعات کبیر۔حاشیہ شمس بازغہ۔حاشیہ عمدۃ القاری۔حاشیہ فتح الباری۔حاشیہ نصب الرایہ۔حاشیہ فیض القدیر۔حاشیہ اشعۃ اللمعات۔حاشیہ مجمع بحار الانوار۔حاشیہ تہذیب التہذیب۔حاشیہ مسامرہ ومسایرہ۔حاشیہ تحفۃ الاخوان۔حاشیہ مفتاح السعادۃ۔حاشیہ کشف الغمہ۔حاشیہ میزان الشریعۃ۔حاشیہ الہدایہ۔حاشیہ بحر الرائق۔حاشیہ منیۃ المصلی۔حاشیہ رسائل شامی۔حاشیہ الطحطاوی۔حاشیہ فتاویٰ خانیہ۔حاشیہ فتاویٰ خیراتیہ۔حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ۔حاشیہ شرح شفا۔حاشیہ کشف الظنون۔حاشیہ تاج العروس۔حاشیہ الدر المکنون۔حاشیہ اصول الہندسہ۔حاشیہ سنن الترمذی۔حاشیہ تیسیر شرح جامع الصغیر۔حاشیہ کتاب الاثار۔حاشیہ سنن دارمی۔حاشیہ ترغیب والترہیب۔حاشیہ نیل الاوطار۔حاشیہ تذکرۃ الحفاظ۔حاشیہ ارشاد الساری۔حاشیہ مرعاۃ المفاتیح۔حاشیہ میزان الاعتدال۔حاشیہ العلل المتناہیہ۔حاشیہ فقہ اکبر۔حاشیہ کتاب

الخراج۔حاشیہ بدائع الصنائع۔حاشیہ کتاب الانوار۔حاشیہ فتاوی عالمگیری۔حاشیہ فتاوی بزازیہ۔حاشیہ شرح زرقانی۔حاشیہ میزان الافکار۔حاشیہ شرح چغمینی۔

یعنی وہ تمام کتب جو احمد رضا صاحب کے پاس تھیں اوران کے زیر مطالعہ رہتیں اور انہوں نے ان کتب کے چند صفحات پر تعلیقاً کچھ تحریر کیا ان کتابوں کو بھی اعلیٰ حضرت صاحب کی تصنیفات شمار کیا گیا ہے۔اس طرح تو کسی شخص کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیفات ہزاروں ہیں۔میری لائبریری میں پندرہ ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔فرقوں سے متعلقہ ہزاروں کتب میرے زیر مطالعہ رہ چکی ہیں۔خود البریلویہ کی تصنیف کے لیے میں نے 300 سے زائد کتب ورسائل کا مطالعہ کیا ہے اور تقریباً ہر کتاب کے حاشیہ پر تعلیقات بھی لکھی ہیں۔اس حساب سے میری تصنیفات ہزاروں سے متجاوز ہو جاتی ہیں۔

اگر معاملہ یہی ہو تو اس میں فخر کی بات کون سی ہے؟ آخر میں پھر ہم اس سلسلے میں بریلوی حضرات کے متضاد اقوال کو دہراتے ہیں۔خود احمد رضا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی کتب کی تعداد 200 ہے۔92

ان کے ایک خلیفہ کا ارشاد ہے 350 ہے۔93

بیٹے کا قول 400 ہے۔94

انوار رضا کے مصنف کہتے ہیں 548 ہے۔95

بہاری صاحب کا کہنا ہے 600 ہے۔96

ایک صاحب کا فرمان ہے کہ ایک ہزار ہے۔97

اعلیٰ حضرت کی تمام وہ کتب ورسائل جو آج تک چھپی ہیں ان کی تعداد 125 سے زائد نہیں۔98

اور یہ وہی ہیں جن کے مجموعے کا نام فتاویٰ رضویہ ہے۔یہاں ہم بریلوی حضرات کی ایک اور کذب بیانی نقل کرتے ہیں۔مفتی برہان الحق قادری کہتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت کے مجدد ہونے کی شہادت آپ کا مجموعہ فتاوی ہے جو بڑی تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں ایک ہزار صفحات سے زائد ہیں۔''99

اس بات سے قطع نظر کہ ان فتاوی کی علمی وقعت کیا ہے ہم ان کی کذب بیانی کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں:۔

اولاً: یہ کہنا کہ اس کی بارہ جلدیں ہیں سراسر غلط ہے۔اس کی صرف آٹھ جلدیں ہیں۔

ثانیاً: بڑی تقطیع کی صرف ایک جلد ہے۔تمام جلدوں کے متعلق کہنا کہ وہ بڑی تقطیع کی ہیں یہ بھی واضح جھوٹ ہے۔

ثالثاً: ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔بہرحال ایک ہزار صفحات کسی جلد کے بھی نہیں ہیں۔

ہم نے تصنیفات کے موضوع کو اس قدر تفصیل سے اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ بریلوی حضرات جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تعریف وتوصیف میں کس قدر مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔ ❁

ظہیر صاحب نے اہل سنت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور خود ظہیر نے جو تصانیف کے متعلق مبالغہ کیا ہے اس کے لئے لفظ مبالغہ بھی چھوٹا ہے۔ بڑے آرام سے کہہ دیا کہ: ''ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اس میں بھی مبالغہ ہو۔'' جبکہ موجودہ وقت میں اعلیٰ حضرت کی مبسوط چھپی ہوئی کتابیں دس سے کئی زیادہ ہیں۔ جس کا پتہ مترجم صاحب کو بھی ہوگا لیکن انہوں نے ترجمہ کرتے وقت اس کو مخفی رکھا۔ فتاوی رضویہ کے متعلق کہا: ''ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔ بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔'' پتہ نہیں ظہیر صاحب نے کس کتاب کو فتاوی رضویہ سمجھ رکھا ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1286ھ سے 1340ھ تک لاکھوں فتوے لکھے۔ لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جا سکا، جو نقل کر لئے گئے تھے ان کا نام ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' رکھا گیا۔ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی 30 جلدیں ہیں جن کے کل صفحات 21656، کل سوالات و جوابات 6847 اور کل رسائل 206 ہیں۔ مفتی ظفر الدین قادری اپنے وقت کے فتاوی رضویہ کے صفحات و سائز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فقیر کے پیش نظر فتاوی متقدمین ومتاخرین سب ہیں۔ متقدمین میں فتاوی ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے جسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے کچھ نسبت دی جا سکتی ہے۔ ورنہ اِس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے فتاوی کو اعلیٰ حضرت کے فتاوی سے کوئی بھی نسبت ہو۔ یہ تو باعتبار کمیت ہے کہ اوروں کے فتاوی چھوٹے چھوٹے اوراق پر ڈیڑھ سو، دو سو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے فتاوی تقطیع کلاں، ہدایہ و ترمذی سائز پر 12 جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے اور باعتبار کیفیت ونفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاوی کا کوئی جوڑ نہیں۔ فتاوی جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔ یہ جلد 880 صفحات پر ختم ہے۔ اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔ اس میں بظاہر 114 فتوی اور حقیقۃً ہزار ہا مسائل ہیں۔ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق وتنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 325، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

یہی بارہ جلدیں تخریج وتراجم کے ساتھ رضا فاؤنڈیشن والوں نے 30 جلدوں میں چھاپیں ہیں جن میں ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے۔ پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک کتاب کی تعریف کیا ہے؟ درحقیقت کسی موضوع پر لکھی جانے والی علمی اور تحقیقی تحریر تصنیف میں شمار ہوتی ہے اگرچہ چند صفحات پر مشتمل ہو۔ جہاں تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل کا تعلق ہے تو آج فتاوی رضویہ عام ہے اور اس میں رسائل بھی موجود ہیں خود قارئین ان رسائل کے صفحات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی تعداد میں جو مختلف رائے ہیں یہ ہر ایک کی اپنی تحقیق ہے۔ کئی ایسے علماء گزرے ہیں جن کی تصانیف کی تعداد میں اختلاف ہے بلکہ ایسا اختلاف تو احادیث کو روایت کرنے والے صحابہ وتابعین کی روایت کردہ احادیث کی تعداد میں بھی ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر سے لے کر آخری وقت تک مسلسل تصنیفی کام کرتے رہے۔ کئی کتابیں لکھیں، کئی حاشیہ

لکھے،بعد میں آنے والوں کو جو کتاب، جو حاشیہ ملا اس نے اسی حساب سے اس کی گنتی کر لی۔خود اعلیٰ حضرت نے "الدولۃ المکیۃ" میں اپنی تصانیف کی تعداد دوسو سے زائد بیان کی۔آپ کے شہزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے حاشیہ میں اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ نے صرف وہابیہ کے رد میں دوسو سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔بدنصیبی یہ کہ آپ کی کتابیں صرف مخطوطہ کی شکل ہی میں رہ گئیں اور کئی خردبرد ہو گئیں۔آج بھی وقتاً فوقتاً ان کتابوں کو چھاپا جا رہا ہے۔ابھی حال ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتاوٰی شامی، فتاوٰی ہندیہ اور بخاری شریف پر حاشیہ چھپا ہے۔وہابی ان کے صفحات دیکھ لیں کہ ایک دو ہیں یا زیادہ ہیں؟ فتاوٰی شامی پر جو حاشیہ بنام "جد الممتار" تحریک "دعوتِ اسلامی" نے چھاپا ہے وہ فی الحال چار جلدوں پر ہے جس کی ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے بقیہ دو جلدیں بھی ان شاء اللہ چھپ جائیں گی۔فواتح الرحموت پر جو حاشیہ لکھا وہ مخطوطہ کی شکل میں عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس محفوظ ہے جس کے صفحات کی تعداد 418 ہے۔

الغرض ظہیر کا یہ کہنا غلط ہے کہ ایک دو صفحات کے حاشیہ ہوتے تھے۔بالفرض اگر چند صفحات کے بھی حاشیہ ہوں تو کیا وہ تصنیف میں شمار نہیں ہوتے؟ کیا وہابیوں کے پاس اس کے متعلق کوئی حدیث ہے کہ اتنے صفحات ہوں گے تو تصنیف ہے ورنہ نہیں؟ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بنام "اشارۃ المسیحہ" ہے جو ساڑھے تین صفحات پر مشتمل ہے۔فتاوٰی شاہ رفیع الدین کے نو رسائل صرف 40 صفحات پر مشتمل ہیں۔اسماعیل دہلوی کی کتاب ''یک روزی'' صرف 32 صفحات پر مشتمل ہے۔تصانیف کی تعداد چھوڑیں ابھی جتنا اعلیٰ حضرت کا مواد کتابی شکل میں موجود ہے وہ تمام باطل عقائد کے رد اور فقہ کے علاوہ دیگر موضوعات کے لئے بہت ہے۔ساری زندگی وہابی لگے رہیں ان کا جواب نہیں دے سکتے۔پھر جو بغض نکالا گیا کہ ان فتاوٰی میں بھی کئی غلطیاں اور پیچیدگیاں ہیں، ذرا وہابی ان غلطیوں اور پیچیدگیوں کی بھی وضاحت کر دیں۔خالی کہہ دینا آسان ہے ثابت کرنا بہت مشکل ہے اور وہابیوں کے لئے تو ناممکن ہے۔

دوسروں کی تحریر اپنے نام پر جاری کرنے کا الزام

﴾ یہ بات قابل ذکر ہے کہ فتاوٰی نویسی میں جناب احمد رضا اکیلے نہ تھے بلکہ ان کے متعدد معاونین بھی تھے۔ان کے پاس استفتاء کی شکل میں سوال آتے تو وہ ان کا جواب اپنے معاونین کے ذمے لگا دیتے۔جناب بریلوی اپنے معاونین کو دوسرے شہروں میں بھی بھیجتے۔100

ظفر الدین بہاری نے اپنے اعلیٰ حضرت کا ایک خط بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جو اس موضوع کو سمجھنے میں کافی مد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے۔جناب احمد رضا صاحب اپنے کسی ایک معاصر کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:"تفسیر روح المعانی کون سی کتاب ہے اور یہ آلوسی بغدادی کون ہیں؟ اگر ان کے حالات زندگی آپ کے پاس ہوں تو مجھے ارسال کریں۔نیز مجھے ''المدارک'' کی بعض عبارتیں بھی درکار ہیں۔101

کسی اور مسئلے کا ذکر کر کے ایک اور خط میں لکھتے ہیں:''مجھے درج ذیل کتب کی فلاں مسئلے کے متعلق پوری عبارتیں

درکار ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہوں تو بہت بہتر ورنہ پٹنہ جا کر ان کتابوں سے عبارتیں نقل کر کے ارسال کر دیں۔ کتب درج ذیل ہیں: فتاوی تاتارخانیہ۔ زاد المعاد۔ عقد الفرید۔ نزہۃ المجالس۔ تاج العروس۔ قاموس۔ فائق زمخشری۔ مغرب مطرزی۔ نہایہ ابن الاثیر۔ مجمع البحار۔ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ ارشاد الساری۔ شرح مسلم نووی۔ شرح شمائل ترمذی۔ السراج المنیر۔ شرح جامع الصغیر۔"102

بہر حال گزشتہ تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب احمد رضا تنہا فتوی نویسی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے بہت سے معاونین بھی تھے جو مختلف سوالات کا جواب دیتے۔ اور ان کے اعلیٰ حضرت انہیں اپنی طرف منسوب کر لیتے۔

یہ بھی غلط بغیر دلیل ہے اور اس پر جو ایک دو حوالے دے کر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے۔ بعض اوقات کسی سے کوئی مواد لینا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ یہ مصنف ہی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت خود اپنے ہاتھوں سے تصانیف و فتاوی لکھا کرتے تھے اور معاونین اس تحریر کی نقلیں بناتے تھے۔ اس کا ثبوت حضرت مفتی ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے ہوتا ہے: "علمائے کرام جس درجہ علم وفضل میں کامل ہوتے ہیں، نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لئے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت پتہ نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا، اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علماء و اساتذہ زمان کو دیکھا مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات سے تھا جس درجہ علم وفضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کے لئے عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ "فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین" علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لئے بھیجنا تھا اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاوی رضویہ کی قلمی مجار میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے۔ جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سرِ مو فرق نہ ہو۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ 327، کمسمیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور)

جو فتویٰ لکھتا تھا اعلیٰ حضرت اسی کے نام سے فتویٰ جاری کرتے تھے۔ ملفوظات میں ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے متعلق فرمایا: "ایک صاحب یہیں فتویٰ نویسی کرتے تھے، وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔

ایک روز ان سے کہا گیا: "مولانا یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں، مناسب یہ ہے کہ آپ بعد نماز عصر اپنے لکھے ہوئے فتوؤں پر اصلاح لے لیا کریں۔" انہوں نے کہا کہ: "اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے غلط لکھا اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔" اس بندہ خدا کے نام افریقہ اور امریکہ تک سے استفتاء آتے (یعنی وہاں سے لوگ فتوے پوچھتے) تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا تو لوگ انہیں کے نام استفتاء بھیجتے۔" (الملفوظات، حصہ1، صفحہ143، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح ہوا کہ جو فتوی لکھتا تھا اس کے نام سے جاری ہوتا تھا اعلیٰ حضرت ان کی تربیت کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ وہابیوں میں بندہ دو چار حدیثیں پڑھ کر ڈائریکٹ ٹیڈی مجتہد بنتا ہے۔ جبکہ فتوی نویسی میں یہ ہوتا ہے کہ جب تک فتوی لکھنے والے میں مہارت نہ آئے وہ مفتی کے پاس ایک معاون کی حیثیت سے ہوتا ہے اور مفتی اس کے فتوی کو چیک کر کے، اس کی اصلاح کر کے اپنے نام سے جاری کرتا ہے۔ خود ظہیر صاحب دوسروں کی لکھی کتابوں کو اپنے نام سے جاری کرتے تھے۔ یہ بات وہابی مولوی حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب نے کہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: "میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود ظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر ظہیر ان کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی میں اس کے نام سے شائع ہوں۔" (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، صفحہ63، اگست 1984ء)

خدا کی قدرت دیکھیں! جو شخص اعلیٰ حضرت پر اس قسم کے الزام لگا کر لوگوں کی نظر میں انہیں کمتر کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کا اپنا حال یہ ہے کہ اس کے ہم عقیدہ لوگ اس کی اصلیت لوگوں کو بتاتے ہیں۔ اس وقت ظہیر پر ابوداؤد شریف کی یہ حدیث پاک منطبق ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((ما من امرء يخذل امرأ مسلما في موضع تنتهك فيه د عرضه، إلا خذله الله في موطن يحب نصرته جو کسی مسلمان کو اس جگہ ذلیل کرے جہاں اس کی عزت کی جاتی ہے اللہ عزوجل اسے اس جگہ ذلیل کرے گا جہاں اسکو اللہ عزوجل کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

(سنن أبي داود، کتاب الادب، باب من رد عن مسلم غيبة، جلد4، صفحہ271، المکتبۃ العصریہ بیروت)

حوالہ جات (البریلویہ)

80 مقدمہ الدولۃ المکیہ، مصنفہ احمد رضا بریلوی، مطبوعہ لاہور

81 ایضاً

82 المجمل المعدد لتالیفات المجدد، از ظفر الدین بہاری

83 ایضاً

84 حیات البریلوی، ص ۱۳

85 من ھو احمد رضا، ص ۲۵

86ملاحظہ ہوالمجمل المعد دلتالیفات المجدد
87الدولتہ المکیہ، ص۱۰
88یعنی چند صفحات پر مشتمل چھوٹے رسالے
89الدولتہ المکیہ، ص۱۱
90ملاحظہ ہوالمجمل المعدد
91انوار رضا، ص ۳۲۵
92الدولتہ المکیہ، ص۱
93المجمل المعدد
94الدولتہ المکیہ ۳۲۳
95الدولتہ المکیہ ۳۲۳
96حیات اعلیٰ حضرت، ص۱۳
97ضمیمہ المعتقد المنتقد ایضاً من ہو احمد رضا، ص ۲۵
98انوار رضا، ص ۳۲۵
99اعلیٰ حضرت بریلوی، از بستوی، ص۱۸۰
100 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، ص۲۴۴
101 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۶۶
102 ایضاً، ص۲۸۱

فصل :وھابیوں کا مسلمانوں پر جھاد اور انگریز غلامی

ظہیر صاحب نے یہاں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو جہاد کا مخالف اور انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، جبکہ صورتحال اس کے برعکس ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

﴿ جناب بریلوی کا دور استعمار کا دور تھا، مسلمان آزمائش میں مبتلا تھے ان کا عہد اقتدار ختم ہو چکا تھا، انگریز مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے علماء کو تختہ دار پر لٹکایا جا رہا تھا مسلمان عوام ظلم وتشدد کا نشانہ بن رہے تھی اور ان کی جائیداویں ضبط کی جا رہی تھیں، انہیں کالا پانی اور دوسرے عقوبت خانوں میں مختلف سزائیں دی جا رہی تھیں، ان کی شان وشوکت اور رعب ودبدبہ ختم ہو چکا تھا۔ انگریز مسلمان امت کے وجود کو برصغیر کی سرزمین سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ اس دور میں اگر کوئی گروہ ان کے خلاف صدا بلند کر رہا تھا اور پوری ہمت وشجاعت کے ساتھ جذبہ جہاد سے سرشار ان کا مقابلہ کر رہا تھا تو وہ وہابیوں کا گروہ تھا۔ 103

انہوں نے علم جہاد بلند کیا اپنی جائیداویں ضبط کروائیں، کالا پانی کی سزائیں برداشت کیں، دار ورسن کی عقوبتوں سے دوچار ہوئے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، مگر انگریزی استعمار کو تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اس دور کے وہابی چاہتے تھے کہ برصغیر میں مسلمان سیاسی واقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں۔

اس وقت ضرورت تھی اتفاق واتحاد کی مل جل کر جدوجہد کرنے کی، ایک پرچم تلے متحد ہو کر انگریزی استعمار کو ختم کرنے کی۔ مگر استعمار یہ نہ چاہتا تھا۔ وہ انہیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو باہم دست وگریبان دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اسے چند افراد درکار تھے جو اس کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں، انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دیں اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کی قوت وشوکت کو کمزور کر دیں۔ اس مقصد کے لئے انگریز نے مختلف اشخاص کو منتخب کیا، جن میں مرزا غلام احمد قادیانی 104

اور جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خان بریلوی صاحب سرفہرست تھے۔105

مرزا غلام احمد قادیانی کی سرگرمیاں تو کسی سے مخفی نہیں مگر جہاں تک احمد رضا صاحب کا تعلق ہے ان کا معاملہ ذرا محتاج وضاحت ہے۔ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے استعمار کے مخالفین وہابی حضرات کو سب وشتم اور طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا۔ ان وہابیوں کو جو انگریز کے خلاف محاذ آراء تھے اور ان کے خلاف جہاد میں مصروف تھے انگریز کی طرف سے ان کی بستیوں پر بلڈوزر چلائے گئے۔106 صرف بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی کی سزا دی گئی۔107 ﴾

ایک ہوتا ہے جھوٹ اور ایک ہوتی ہے چھوٹ ظہیر نے ان دونوں کو اپنایا اور جھوٹ میں خوب چھوٹ کو اختیار کیا۔ کتنے دھڑلے سے ظہیر نے کہہ دیا کہ وہابیوں نے آزادی کے لئے بڑی کوششیں کی ہیں، جانیں اور جائیدادیں قربان کی ہیں۔ یہاں تک کہہ دیا کہ بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی دی گئی۔ وہابیوں کی موجودہ دور میں تعداد کا اندازہ لگالیں کہ جب کئی لاکھ ریال وہابی تبلیغ کے لئے خرچ

ہو چکے ہیں کسی ایک شہر میں وہابی علماء کی تعداد ایک لاکھ نہ ہوگی۔ بلکہ پورے پاکستان میں ایک لاکھ وہابی عالم شاید نہ ہوں گے۔ ایک لاکھ علماء کی تعداد لکھ کر آخر میں وہابی مولویوں کے چار پانچ نام لکھے ہیں جن میں سوائے ایک کے کوئی مشہور ہی نہیں۔ اہل سنت پر مبالغہ کا الزام لگاتے ہیں جبکہ ظہیر صاحب نے خود مبالغہ آرائی کی ٹانگیں توڑ دی ہیں۔ درحقیقت وہابیوں کا کفار سے جہاد کرنا حدیث پاک کے منافی ہے۔ ان کا خود ساختہ جہاد مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجی وہابیوں کے متعلق یہ غیبی خبر (جس غیب کے علم کے وہابی منکر ہیں) سنائی ((یقتلون أہل الإسلام ویدعون أہل الأوثان)) اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ137، دار طوق النجاۃ)

اس غیبی خبر کی تصدیق صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اب تک ہو رہی ہے۔ خارجیوں نے ہر دور میں مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا۔ تاریخ طبری میں ہے "وکانت الخوارج یلقی بعضہم بعضا، ویتذاکرون مکان إخوانہم بالنہروان ویرون أن فی الإقامۃ الغبن والوکف، وأن فی جہاد أہل القبلۃ الفضل والأجر" ترجمہ: خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں (جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ میں مارے گئے تھے) کو یاد کیا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ بیٹھے رہنے میں ظلم وخیانت ہے اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر وفضیلت ہے۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، سنہ اثنین و اربعین، جلد5، صفحہ174، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

پاکستان کے وزیر داخلہ عبد الرحمٰن ملک نے صراحت کے ساتھ وہابی جہادی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیا ہے۔ لہٰذا وہابیوں کا یہ کہنا کہ آزادی کی جدوجہد میں صرف وہابیوں نے حصہ لیا ہے کالا، نیلا، پیلا جھوٹ ہے۔ تاریخ یہی کہتی ہے کہ وہابیوں کا جہاد مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب فتنہ دجال ہوگا اس وقت بھی یہ دجال کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((یخرج فی آخر الزمان قوم کان ہذا منہم یقرؤون القرآن لایجاوز تراقیہم یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ سیماہم التحلیق لایزالون یخرجون حتی یخرج آخرہم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموہم فاقتلوہم ہم شر الخلق والخلیقۃ)) فرمایا آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، یہ بھی ان میں سے ہے، جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہے۔

(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، جلد7، صفحہ119، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب)

انگریز مصنف ہنٹر نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب Indian Muslims میں کہا ہے:

"ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔ 108

جنگ آزادی 1857ء کے بعد وہابیوں کے تمام اکابرین کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ 109

1863ء کا عرصہ ان کے لیے نہایت دشوار تھا۔ اس عرصے میں انگریز کی طرف سے ان پر جو مظالم ڈھائے گئے ہندوستان کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔ وہابی علماء میں سے جن کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا، ان میں مولانا جعفر تھانیسری، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالغفار، مولانا یحیٰی علی صادق پوری، مولانا احمد اللہ اور شیخ الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہم سرفہرست ہیں۔ وہابی مجاہدین کی جائیدادیں ضبط کرنے کا حکم جاری کردیا گیا۔110

وہابیوں کے مکانوں کو مسمار کردیا گیا اور ان کے خاندانوں کی قبروں تک کو اکھیڑ دیا گیا۔111

ان کی بلڈنگوں پر بلڈوزر چلادیے گئے۔ 112

وہابی علماء کو گرفتار کرکے انہیں مختلف سزائیں دی گئیں۔ اس ضمن میں شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی گرفتاری کا واقعہ بہت مشہور ہے۔113

ان وہابیوں کے خلاف زبان استعمال کرنے کے لیے اور "فرق تسد" یعنی لڑاؤ اور حکومت کرو، کی مشہور انگریزی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لیے استعمار نے جناب احمد رضا صاحب کو استعمال کیا تاکہ وہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر ان کے اتحاد کو ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کردیں۔ اور عین اس وقت جب کہ انگریز کے مخالفین ان کی حکومت سے نبرد آزما تھے اور جہاد میں مصروف تھے جناب احمد رضا نے ان جملہ مسلم راہنمایان کا نام لے کر ان کی تکفیر کی جنہوں نے آزادی کی تحریک کے کسی شعبے میں بھی حصہ لیا۔114

ظہیر صاحب نے بغیر مستند دلائل کے اتنی کوشش یہ ثابت کرنے میں لگا دی کہ آزادی کی کوشش صرف وہابیوں نے کی ہے پھر انگریز مصنف ہنٹر کا یہ قول لکھ دیا "ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔" پہلی بات تو یہ ہے ہنٹر نے یہ کہا ہی نہیں۔ انڈین مسلم کا جو حوالہ ظہیر صاحب نے دیا ہے اس میں یہ لکھا ہی نہیں ہوا۔ میں نے کافی ڈھونڈا مجھے یہ عبارت نہیں ملی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بقول وہابی مولوی عبدالرحمٰن مدنی صاحب کے ظہیر صاحب کو انگلش نہیں آتی تھی پھر انہوں نے یہ انگلش کی کتاب کیسے پڑھ لی؟ ہوسکتا ہے سنی سنائی بات لکھ دی ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ انگریز ہنٹر وہ شخص ہے جس نے وہابی مولویوں کی اُن کتابوں کی اشاعت کی جو مسلمانوں میں انتشار و فتنے کا باعث تھیں جیسے تقویۃ الایمان وغیرہ۔ سرسید احمد خاں جو عقائد کے اعتبار سے نیچریت کی طرف مائل تھے اس کتاب کے بارے میں حقیقت بیان کرتے ہیں: "جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں سے ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالے جلد 12، 1825 میں چھپا۔"

(مقالات سرسید، جلد 9، صفحہ 17)

یعنی ہنٹر تو خود وہابیت کو پھیلانے والا تھا پھر یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ ہمیں وہابیوں سے ڈر ہے؟ وہابی تو خود ان کے رحم و کرم پر تھے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ظہیر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سب مسلمان سوئے ہوئے تھے صرف چند مٹھی بھر وہابی جدوجہد کررہے تھے۔ لاکھوں

مسلمانوں نے جو اپنی جان و مال آزادی کی تحریک میں قربان کی وہ ایک افسانہ ہے۔وہابی ذرا یہ تو بتائیں کہ وہابیوں نے کتنے انگریز مارے؟ کتنے شہر فتح کیے؟ کیا پاکستان وہابیوں نے بزورِ شمشیر کے آزاد کیا تھا؟ اگر ہم اپنے سنی علماء کی کتابوں سے وہابیوں کی اس دور کی کرتوت لکھیں گے تو ہوسکتا ہے کسی کے دل میں آئے کہ یہ الزام تراشی ہے۔اس لئے آئیں ہم آپ کو وہابیوں کی اصل تصویر انہی کی کتب سے دکھاتے ہیں:۔

انگریزوں کے خلاف جہاد پر وہابی علماء کے فتوے

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ نذیر حسین دہلوی انگریزوں کے خلاف جہاد میں سرفہرست تھے، جبکہ خود نذیر حسین دہلوی اپنے فتاوٰی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز کہتے ہیں چنانچہ جہاد کی شرائط کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''پس جب یہ بات بیان ہو چکی تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں تو کیونکر جہاد ہوگا، ہرگز نہیں۔علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں۔ سرکار (انگریزوں) سے عہد کیا ہوا ہے۔پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں؟ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔۔۔تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا۔'' (فتاوٰی نذیریہ جلد3، صفحہ284، مطبوعہ لاہور)

ایک غلط فہمی کی بنا پر برٹش گورنمنٹ نے نذیر حسین کو پکڑ لیا بعد میں جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ اپنا وفادار ہے اور چھوڑ دیا۔وہ جو غلط فہمی کی بنا پر چند دن جیل جانا پڑا وہابیوں کے نزدیک یہ وہ صعوبتیں تھیں جو شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے برداشت کیں۔

بہت بڑے وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے وہ برٹش گورنمنٹ سے اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''کسی قوم کی ترقی دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے اور موجودۃ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعات و راس کے حضور عقیدت و انقیاد اور ارکان سلطنت سے رابطہ محبت و اتحاد، اسباب دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التاثیر سبب ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ، شمارہ7، جلد9، صفحہ194)

اگلے صفحے پر لکھتے ہیں: ''ان کا اور ان کے حریفوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم (وہابی) کے خادم و وکیل ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو یہ تعجب انگیز خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے صرف یہی ایک فرقہ اہل حدیث ہے جو اس سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو بلحاظ امن و آزادی اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور سلطنت میں پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ، شمارہ7، جلد9، صفحہ195)

وہابی علماء کا برٹش وفادار رہنے کی ترغیب

پھر آگے محمد حسین بٹالوی اپنے وہابیوں کو انگریزوں کا غلام بنے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس تمہید کو پڑھ کر امید ہے ہمارے اخوان اہل حدیث خصوصا ان کے اکابر و رہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے۔ بلکہ خود بھی ''اشاعۃ السنۃ'' کی تقلید اختیار کر کے جابجا اسی قسم کی کاروائیاں شروع کردیں گے۔واعظین و مدرسین اپنی مجالس وعظ و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں

اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قولاً وعملاً گورنمنٹ پر اپنے سچے اور وفادارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 196)

دربھنگہ کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں: ''حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں سرکار سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت (وہابی) علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 2، جلد 10، صفحہ 36، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 57۔377 مکتبہ قادریہ لاہور)

وہابیوں پر انگریزوں کی کرم نوازیاں

وہابیوں کو اس انگریز نوازی کے بدلے میں جاگیریں بھی ملی تھیں۔خود مولوی حسین بٹالوی اپنی وصیت میں لکھتا ہے: ''اراضی جو اللہ تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 9، جلد 19، صفحہ 277، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 57۔377 مکتبہ قادریہ لاہور)

نذیر حسین دہلوی کے شاگرد مولوی تلطف حسین نے ایک موقع پر کہا: ''ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں گے کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے۔''

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ 162، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 400، مکتبہ قادریہ لاہور)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابیوں کے بڑے مولویوں میں سے ہیں ان کے ساتھ ملکہ بھوپال نے نکاح کیا۔اب سوال یہ ہے کہ ملکہ نے انہی کے ساتھ کیوں نکاح کیا؟ ظاہر یہی ہے کہ حسن بھوپالی صاحب انگریزوں کے معیار پر پورا اترتے ہوں گے۔ جب انگریزوں نے انہیں نوازا تو اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج وعزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفرازی حاصل ہوئی اور خلعتِ گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ وفیل وچنوو پالکی وشمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔بعد چندے خطاب نوابی وامیر الملکی دو والا جاہی 17 فیر شانگ سے سربلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔''

(ترجمانِ وہابیہ صفحہ 28، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ، لاہور)

وہابیوں کے اکابر مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی صاحب اپنے لیکچر میں کہتے ہیں: ''انگریزوں کی حکومت اگر حکومت صالحہ نہ ہوتی، تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیرخواہی اور اطاعت ہمارا فرض اسلامی ہوتا۔فکیف جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے۔اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔''

(مولوی نذیر احمد دہلوی، صفحہ 156، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ لاہور)

ثناء اللہ امرتسری جو وہابیوں کا امام ہے ان کی انگریزوں سے وفاداری بھی دیکھ لیں۔غلام رسول مہر اہل حدیث لکھتا ہے: ''1922 میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری بھی شریک تھے۔وہ اہل حدیث کانفرنس کے سیکرٹری تھے۔انہوں نے

ہمیں کانفرنس کے اغراض ومقاصد دیئے،تو ان میں پہلی شق یہ تھی **"حکومت برطانیہ سے وفاداری"** ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے۔ہم ترک موالات کئے بیٹھے ہیں،تو وہ سخت غصے میں آگئے،لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوادی۔"

(افاداتِ سہر،صفحہ236،ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ،صفحہ424،مکتبہ قادریہ لاہور)

یہ اس کے ان وہابی مولویوں کا حال ہے جو ان کے اکابر تھے۔ظہیر صاحب نے اپنے مولویوں کو مجاہد ثابت کر کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا۔جبکہ خود ان وہابی مولویوں کی کتب میں ان کا انگریزوں کا غلام ہونا ثابت ہے۔اسے کہتے آنکھوں میں مٹی ڈالنا!ظہیر صاحب کتاب ایسے لکھ رہے ہیں جیسے پڑھنے والے بے وقوف ہیں،ان کے پاس یہ کتابیں ہی نہیں جن سے ظہیر صاحب غلط ملط حوالے دے رہے ہیں۔شاید ظہیر بھول گیا کہ پندرھویں صدی کے قارئین بغیر حوالہ کے مطمئن نہیں ہوتے۔

اعلیٰ حضرت کی انگریزوں سے نفرت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزوں سے نفرت کا حال ملاحظہ فرمائیں:۔فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:"یہاں عیسائیوں خصوصا انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں۔حدیث میں ہے **((لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم))** ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ان کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے اور ان کا باورچی اگر چہ مسلمان ہونا پاک گوشت پکاتا ہے **((ومن یرتع حول الحمی یوشک ان یقع فیہ))** واللہ تعالی اعلم"جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔وھو تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ جلد 21،صفحہ 651،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا:"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصاً انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے،آیا یہ نوکری جائز ہے یا حرام یا کفر ہے؟بیّنوا توجروا۔"

اگر اعلیٰ حضرت معاذ اللہ انگریزوں کے غلام ہوتے تو فورا کہتے کہ یہ نوکری جائز ہے۔لیکن آپ نے یوں جواب دیا:"مسلمان تو مسلمان،بلا وجہ شرعی کسی کافر،ذمّی یا مستامن کے قتل کی نوکری،کافر تو کافر،کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعا حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمّی پر ظلم مسلمان پہ ظلم سے اشد ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 23،صفحہ 597،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہندوؤں اور انگریزوں سے نفرت کا اظہار یوں کرتے ہیں:"یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں۔صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان وصبیان کفار کے بارے میں فرمایا **((ھم منھم))** وہ انہیں میں سے ہیں۔ولہذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے ان کی عورتوں بچوں کسی کو مستثنیٰ نہ فرمایا حکم عام دیا۔۔۔معراج الدرایہ میں ہے"صلتہ لا یکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ"حربی سے نیک سلوک شرعا کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 14،صفحہ 458،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لئے بگھی پر گن کیرج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے کوارٹروں کی طرف جارہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا: کم بخت بالکل بندر ہیں۔''
(اکرام امام احمد رضا، صفحہ 91، مجلس رضا، لاہور)

آپ کے متعلق یوں بھی لکھا ہے کہ آپ بطور نفرت ڈاک ٹکٹ پر موجود انگریزی تصویر کو الٹ لگاتے تھے۔ وہابیوں کو چیلنج ہے کہ سب مل کر کوشش کرلیں کوئی ایک بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ایسی نہیں لاسکتے کہ جس میں انہوں نے انگریز حکومت کی تعریف کی ہو، کہیں یہ کہا ہو کہ مجھے انگریز اتنا ماہینہ دیتے ہیں، ہرگز کوئی دلیل نہ ملے گی، جبکہ خود وہابی مولویوں سے ایسی باتیں مل جائیں گی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے تحریک آزادی کے موقع پر جب کئی مسلمان گاندھی کو اپنا لیڈر بنائے ہوئے تھے اور کئی انگریزوں کی خوشنودی چاہتے تھے اس موقع پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید وغلامی، خوشنودی نصاریٰ تو کی اب کہ ان سے بگڑی اس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی، سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا اور وللہ الحمد۔ سنئے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور سول نہ تنبیہ وآگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد ومدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف وتغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعار اسلام بند کئے، شعار کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام وہادی بنایا، ان سے وداد واتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین، ان کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی۔''
(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 479، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک بدیہی بات ہے کہ جو شخص انگریزوں کا ایجنٹ ہو اسے انگریز جاگیروں سے بھی نوازتے ہیں اور یہ جاگیریں لوگوں سے ڈھکی چھپی نہیں رہتی ہیں۔ ایک طرف تو ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عام دیہاتی مولوی کی طرح لوگوں کے چندوں پر گزارا کرتے تھے اور دوسری طرف انگریزوں کا ساتھی بھی ثابت کررہے ہیں۔ ان وہابیوں سے کوئی پوچھے کہ انگریزوں کی غلامی پر اعلیٰ حضرت کو انعام کیا ملا تھا؟ آج وہابیوں کو جو باہر کے ممالک سے امداد ملتی ہے وہ سب کو نظر آتی ہے کہ وہابی مرکز تعمیر ہو رہے ہیں، وہابی مولویوں کے پاس اعلیٰ گاڑیاں اور کثیر سکیورٹی گارڈ ہیں۔

بریلویوں کو برٹش غلام ثابت کرنے پر پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

❁ وہ جماعتیں جنہوں نے تحریک آزادی ہند میں حصہ لیا ان میں وہابی تحریک کے علاوہ جمعیت علمائے ہند، مجلس

احرار، تحریک خلافت، مسلم لیگ، نیلی پوش مسلمانوں میں سے اور آزاد ہند فوج خاص ہندوؤں میں سے اور گاندھی کی کانگرس قابل ذکر ہیں۔ جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر و تفسیق کی۔ ان کے خلاف سب وشتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر و مرتد ہونے کے فتوے جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔ جناب احمد رضا کی سرپرستی میں بریلوی زعماء نے مسلمانوں کو ان تحریکوں سے دور رہنے کی تلقین کی اور جہاد کی سخت مخالفت کی۔ چونکہ شرعاً جہاد آزادی کا دارومدار ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر تھا اور اکابرین ملت اسلامیہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے چکے تھے، احمد رضا خاں صاحب نے اس بنا پر جہاد کو منہدم کرنے کے لیے یہ فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اور اس کے لیے بیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ''اعلام بان هندوستان دار الاسلام'' یعنی اکابرین کو ہندوستان کے دارالاسلام ہونے سے آگاہ کرنا تحریر کیا۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے اس رسالے کے شروع میں جس چیز پر زور دیا وہ یہ تھا کہ وہابی کافر مرتد ہیں۔ انہیں جزیہ لے کر بھی معاف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نہ انہیں پناہ دینا جائز، نہ ان سے نکاح کرنا، نہ ان کا ذبیحہ جائز، نہ ان کی نماز جنازہ جائز، نہ ان سے میل جول رکھنا جائز، نہ ان سے لین دین جائز، بلکہ ان کی عورتوں کو غلام بنایا جائے اور ان کے خلاف سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ اور آخر میں لکھتے ہیں ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ یعنی خدا انہیں غارت کرے وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں۔ 115

یہ رسالہ جناب احمد رضا کی اصلیت کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے ان کے مکروہ عزائم کھل کر سامنے آجاتے ہیں کہ وہ کس طرح مجاہدین کی مخالفت کر کے انگریز استعمار کی حمایت و تائید کر رہے تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دشمنان دین وملت کا دست بازو بن چکے تھے۔ جس وقت دنیا بھر کے مسلمان ترکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر انگریزوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے اور مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ اور دوسرے اکابرین کی زیر قیادت خلافت اسلامیہ کے تحفظ و بقاء کے لیے انگریزوں سے جنگ لڑ رہے تھے، عین اس وقت جناب احمد رضا انگریزوں کے مفاد میں جانے والی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔

بلاشبہ تحریک خلافت انگریزوں کو ان کی بدعہدی پر سزا دینے کے لیے نہایت موثر ثابت ہو رہی تھی۔ تمام مسلمان ایک پرچم تلے جمع ہو چکے تھے۔ علماء و عوام اس تحریک کی حمایت کر رہے تھے۔ خود ایک بریلوی مصنف اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''1918ء میں جنگ عظیم ختم ہوئی، جرمنی اور اس کے ساتھیوں ترکی آسٹریا وغیرہ کو شکست ہوئی، ترکوں سے آزادی ہند کے متعلق ایک معاہدہ طے پایا، لیکن انگریزوں نے بدعہدی اور وعدہ خلافی کی، جس سے مسلمانوں کو سخت دھچکا لگا، چنانچہ وہ بپھر گئے اور ان کے خلاف ہو گئے۔ اہل سیاست اس فکر میں تھے کہ کسی ترکیب سے انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سزا دی جائے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ خلافت اسلامیہ کا تحفظ فرائض و واجبات

میں سے ہے۔ بس پھر کیا تھا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔"116

اور حقیقتاً تحریک خلافت انگریزوں کے خلاف ایک موثر ہتھیار ثابت ہو رہی تھی۔ مسلمان انگریزوں کے خلاف متحد ہو چکے تھے۔ قریب تھا کہ یہ تحریک انگریزی سلطنت کے خاتمہ کا باعث بن جاتی۔ اس امر کی وضاحت اہل حدیث جید عالم دین امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔117

مگر بریلوی مکتب فکر کے امام ومجدد نے انگریزوں کے خلاف چلنے والی اس تحریک کے اثرات ونتائج کو بھانپتے ہوئے انگریزوں سے دوستی کا ثبوت دیا اور تحریک خلافت کو نقصان پہنچانے کے لیے ایک دوسرا رسالہ "دوام العیش" کے نام سے تالیف کیا۔ جس میں انہوں نے واضح کیا کہ چونکہ خلافت شرعیہ کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے، اس لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ترکوں کی حمایت ضروری نہیں، کیونکہ وہ قریشی نہیں ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے انگریزوں کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کی بھرپور مخالفت کی اور انگریزی استعمار کی مضبوطی کا باعث بنے۔ احمد رضا خاں صاحب تحریک خلافت کے مسلم زعماء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے رقمطراز ہیں: "ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ خلافت کا نام لو۔ عوام بھڑ کیں خوب چندہ ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس سرزمینیں آزاد ہوں۔"118

جناب احمد رضا نے تحریک ترک موالات کی بھی شدید مخالفت کی۔ کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ یہ تحریک انگریز کے زوال کا باعث بن سکتی ہے۔ تحریک ترک موالات کا مقصود یہ تھا کہ انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ انہیں ٹیکس وغیرہ کی ادائیگی نہ کی جائے اس کے تحت چلنے والے سرکاری محکموں میں ملازمت نہ کی جائے، غرضیکہ ان کی حکومت کو یکسر مسترد کر دیا جائے تاکہ وہ مجبور ہو کر ہندوستان کی سرزمین سے نکل جائیں۔ اس مقصد کے لیے تمام مسلمانوں نے 1920ء میں متحد ہو کر جدوجہد شروع کر دی۔ جس سے انگریز حکومت کے خلاف ایک فتنہ کھڑا ہو گیا اور وہ متزلزل ہونے لگی۔ اس تحریک کو گاندھی کے علاوہ جناب احمد رضا نے بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اور ایک رسالہ تحریر کر کے اس کی سختی سے ممانعت کی اور اس تحریک کے سرکردہ راہنماؤں کے خلاف کفر کے فتوے صادر کیے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے تحریر کئے گئے رسالے (والمحجتہ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ) میں اعتراف کرتے ہیں۔ اس تحریک کا ہدف انگریز سے آزادی کا حصول ہے۔119

نیز اس رسالے میں جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں: "ہم مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں ہے۔ (120) اور جو اس کی فرضیت کا قائل ہے وہ مسلمانوں کا مخالف ہے اور انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔"121

نیز لکھتے ہیں: "حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جہاد سے استدلال کرنا جائز نہیں کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی تھی اور حاکم وقت پر اس وقت تک جہاد فرض نہیں، جب تک اس میں کفار کے مقابلے کی طاقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم پر جہاد کیسے فرض ہو سکتا ہے کیونکہ ہم انگریز کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"122

مسلمانوں کو جہاد وقتال نیز انگریز سے محاذ آرائی سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ یعنی اے ایماندار و! تم اپنے آپ

کے ذمہ دار ہو۔ کسی دوسرے شخص کا گمراہ ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوسکتا بشرطیکہ تم خود ہدایت پر گامزن ہو۔123

یعنی ہر مسلمان انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرے، اجتماعی جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں اور اپنے رسالہ کے آخر میں ان تمام راہنماؤں پر کفر کا فتوی لگایا ہے، جو انگریزی استعمار کے مخالف اور تحریک ترک موالات کے حامی تھے۔124

جناب احمد رضا نے جہاد کے منہدم کرنے کا فتوی اپنے رسالے ''دوام العیش'' میں بھی دیا ہے۔ لکھتے ہیں:
''مسلمانان ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔''125

بہرحال احمد رضا صاحب کے متعلق مشہور ہو گیا تھا کہ وہ استعمار کے ایجنٹ ہیں اور ہر اس تحریک کے مخالف ہیں جو انگریزوں کے خلاف چلائی جاتی ہے۔ بریلوی اعلیٰ حضرت کے ایک پیروکار لکھتے ہیں: ''مسلمان احمد رضا سے بدظن ہو گئے تھے۔''126

ایک اور مصنف لکھتا ہے: ''مسئلہ خلافت سے ان کو اختلاف تھا۔ انتقال کے قریب ان کے خلاف مسلمانوں میں بہت چرچا ہو گیا تھا اور ان کے مرید اور معتقد اختلاف خلافت کے سبب ان سے برگشتہ ہو گئے تھے۔''127

بہرحال عین اس وقت، جب کہ مسلمانوں کو متحد ہو کر انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد کرنے کی ضرورت تھی، جناب احمد رضا خاں صاحب انگریزوں کے مفاد کے لیے کام کر رہے تھے۔

اگر یہ نہ بھی کہا جائے کہ احمد رضا خاں صاحب انگریز کے ایجنٹ تھے تب بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان کی تمام تر سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف اور انگریز کے مفاد میں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے مجاہدین کی تو مخالفت کی مگر انگریز کے حامی و مؤید رہے۔ مشترق فرانسس رابنس نے جناب احمد رضا صاحب کے متعلق لکھا ہے: ''احمد رضا بریلوی انگریزی حکومت کے حامی رہے۔ انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں بھی انگریزی حکومت کی حمایت کی۔ اسی طرح وہ تحریک خلافت میں 1921ء میں وہ انگریز کے حامی تھے۔ نیز انہوں نے بریلی میں ان علماء کی کانفرنس بھی بلائی جو تحریک ترک موالات کے مخالف تھے۔'' یہ تھے جناب احمد رضا اور ان کی سرگرمیاں۔128 ﴿

ظہیر صاحب نے تین باتوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ بتایا ہے:۔

(1) تحریک خلافت وغیرہ میں حصہ نہ لینا۔

(2) ہندوستان کو دارالاسلام کہنا اور جہاد کو فرض نہ قرار دینا۔

(3) وہابی مولویوں کی تکفیر کی۔

ان شاء اللہ ہم ان پر سیر حاصل گفتگو کریں گے:۔

بریلویوں کا گاندھی کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت کرنا

(1) اعلیٰ حضرت کے دور میں جو تحریک خلافت تھی اس کا لیڈر گاندھی تھا، اس کی حمایت میں بعض سنی علماء بھی تھے۔ گاندھی

کو منبروں پر بٹھایا جا رہا تھا، اس کے متعلق یہ کہا جانے لگا کہ نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔ ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی، اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا۔ میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے گاندھی اور ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے یہاں تک فتوے جاری کر دیئے کہ مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں کیونکہ ہندو گائے کی عبادت کرتے ہیں اور اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ گاندھی جیسے ایک مشرک کو مسلمانوں کا لیڈر ماننے پر راضی نہ تھے اور وہ گاندھی کی چالوں کو سمجھتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہندو شدت پسندی کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو۔ اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آتا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر وبادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے؟ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندو دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انہیں "لـم يـقـاتـلـوكـم في الدين" میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی؟ محاربہ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رو سے زشت ومنکر جانے، اسی کے ازالہ کے لئے لڑائی ہوتی ہے، اور ازالہ منکر تین قسم ہے کہ موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 454، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جب گاندھی نے مسلمانوں کو مزید خستہ حالی میں لیجانے کی ایک اور چال چلی اور وہ یہ تھی کہ مسلمان انگریزوں کی نوکریاں چھوڑ دیں تاکہ بعد میں معاشی لحاظ سے کمزور ہو کر بھوکے مرنے لگے اور پھر بھیک مانگنے کے لئے ہمارے پاس آئیں جس کی بدولت ہم انہیں اپنی انگلیوں پر نچائیں یا مجبور ہو کر ہندوستان سے ہجرت کر جائیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور ہندوؤں کی چال سے آگاہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں: "ان جلسوں ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سو دو سو نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے ترکوں کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان؟ غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزار ہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جا رہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار ونا مراد جا رہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر وسیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ وا تامت کے پلاؤ تورمے سیدھے ہو گئے اور ہوں گے۔ اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روز حساب ہی کھلے گا ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہو گا نہ کوئی مددگار۔ کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا؟ اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اتنوں نے تجارتیں اتنوں نے زمینداریاں؟۔۔۔اور بفرض غلط وبفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں

تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنو د بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟ حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو، منافقانہ میل پر پھولے ہو، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے (انگریز کی نوکری) ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ ''خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا'' لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال، کل دولتیں، دنیاوی جمیع اعزاز، جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انہیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف وخطر کچا ہی چبائیں، یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی، یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ532۔۔رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت ہرگز آزادی کی جدوجہد کے خلاف نہ تھے بلکہ آپ اس ہندو مسلم اتحاد کے خلاف تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے مؤید محمد علی جوہر اور شوکت علی جب امام احمد رضا خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک خلافت میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ''مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔'' اس جواب سے علی برادران کچھ ناراض سے ہو گئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کے لئے مکرر ارشاد فرمایا: ''مولانا! میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔''

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، صفحہ45، ادارہ مسعودیہ کراچی)

اس طرح کے اور کئی دلائل ہیں جس سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ اور کسی سے مخفی نہیں کہ یہی نظریہ آگے چل کر مسلمانوں کی آزاد ریاست کے قیام کا ذریعہ بنا۔ آپ نے انگریز کی غلامی کو چھوڑ کو ہندوؤں کا غلام ہونے سے بچنے کا کہا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زائد کیا جا رہا ہے۔ یہ کون سا دین ہے؟ نصاریٰ کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب "فر من المطر ووقف تحت المیزاب" چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ432، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ظہیر صاحب کا کہنا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترک مسلمانوں کے حامی نہ تھے صریح جھوٹ ہے۔ ترکوں کے دشمن خود وہابی تھے اور ان وہابیوں نے ہی ترکوں سے جنگ کر کے مکہ مدینہ پر قبضہ کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترکوں کے خیر خواہ تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''وہابی و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں۔ لہٰذا اول میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن۔ اس لئے ان کی حمایت اس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔۔۔

ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور ہیں مخالفت انہیں کیونکر گوارا ہوتی، انہوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعویٰ نہ فرمایا اپنے آپکو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا۔ اس لحاظ مذہب کی برکت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین

سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین۔ کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب و اجماع اہلسنت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 225، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے جو کہا ''جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر و تفسیق کی۔ ان کے خلاف سب وشتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر و مرتد ہونے کے فتوی جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔''

یہ ظہیر صاحب کا حسب عادت بہتان سے بھرا بیان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ہرگز آزادی کے لئے کوشاں اکابرین کی تکفیر و تفسیق نہیں فرمائی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اولین مجاہدوں میں سے تھے، اعلیٰ حضرت ان کی بے حد تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ وہابیوں کو چیلنج ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب میں سے کوئی ایک حوالہ ایسا دکھا دیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ جو انگریزوں سے آزادی چاہنے کی کوشش کرتا ہے وہ فاسق و فاجر ہے۔ ہرگز وہابی ایسا ثابت نہیں کر پائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نے آزادی کے لئے ہندو مسلم اتحاد کو قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں ناجائز قرار دیا ہے۔ اس اتحاد کرنے والوں کو بتایا ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ میں کافر کی تعظیم سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اس اتحاد سے بچو۔ کافر کو اپنا لیڈر بنانے کے رد میں فرماتے ہیں: ''تو جو انہیں ہادی و امام بنائے گا قطعاً قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہ ہلاک پائے گا اور روز قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 406، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر کا یہ دوسرا بہتان ہے کہ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے بھی مسلم لیگ کے لیڈروں کو کافر و مرتد کہا۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کے جانشینوں نے ہی مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی انتھک کوشش کی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے گاندھی کو اپنا لیڈر نہ مان کر دوقومی نظریے کی بنیاد رکھ دی تھی۔ آپ کے بعد آپ کے تلامذہ و خلفاء اسی راہ پر چلتے رہے اور انگریزوں کی طرح ہندوؤں کی غلامی کو بھی قبول نہیں کیا 1930 میں جب شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے الہ آباد میں تقسیم ہند کی بات کی تو ہندوؤں نے اس پر بڑی ناراضگی کا اظہار کیا۔ طبقہ علماء میں سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تجویز کی پرزور تائید کی اور فرمایا: ''ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو اس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت (جمعیۃ العلماء ہند وغیرہ) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔''

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 275، رضا پبلی کیشنز، لاہور)

مارچ 1925ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرس ہوئی جس میں صاحبزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے صدرِ مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ صدارت پڑھا۔ اس کانفرنس میں "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، اس کے صدر منتخب کئے گئے۔ قائدین نے شبانہ روز کوشش سے متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں، ایک طرف اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کو منظم کیا تو دوسری طرف ہندوؤں اور گانگریسی علماء کی چالوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ 1946ء میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ اس فتوی پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کے دستخط تھے، جن میں سرِفہرست شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تھے اور دیگر علماء میں سے کوئی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ تھا تو کوئی شاگرد۔ 1946ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اپنے مریدوں اور مسلمانوں کو بہت سخت تاکید کی کہ وہ اپنا ووٹ مسلم لیگ کو دیں۔ 11 دسمبر 1945ء کو روزنامہ "وحدت" دہلی میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "میں فتوی دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔۔۔ فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔"

(ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ، صفحہ 56، بیانی بھوت، انڈیا)

آج پروفیسر طبقہ اس تاریخ کو مانتا ہے کہ علماء اہل سنت نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پروفیسر نثار احمد چوہدری فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے سنی بریلوی علماء، جو ملت اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے، کو یہ توفیق دی کہ وہ تحریک پاکستان اور دوقومی نظریہ کے مسلسل مؤید و حامی رہے۔ مولانا سلیمان اشرف جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اس زمانے میں بھی ہندو مسلم اتحاد کو غلط قرار دیتے تھے۔ جب تحریک خلافت کی وجہ سے مسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنا لیا تھا، وہ کفر و اسلام کے اتحاد کو خواہ وہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ خارج از امکان قرار دیتے تھے۔"

(تاریخ پاکستان، صفحہ 347، مطبوعہ، لاہور)

علمائے اہلسنت خصوصاً امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی ان کوششوں کو دیکھ کر محمد علی جناح صاحب نے کہا: "میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کو سچا ضرور کرے گا۔"

(مجلہ برگ گل، صفحہ 1994، وفاقی اردو کالج، کراچی)

سید اختر حسین علی پوری لکھتے ہیں: "جب مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی تو قائد اعظم نے بمبئی میں پیر جماعت علی شاہ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائد اعظم کو مبارک باد کا تار دیا۔ جواباً انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔" (سیرت امیر ملت، صفحہ 487، علی پور سیداں)

کیسا دور آ گیا ہے کہ لوگوں کو صحیح تاریخ سے اندھا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ وہ سنی علماء جنہوں نے مسلم لیگ کی پوری حمایت کی انہیں غدار کہا جارہا ہے اور خود وہابی جو انگریزوں سے غلامی کا دم بھرتے رہے ہیں وہ مجاہد بن گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے مسلم لیگ کی کوئی حمایت نہیں کی بلکہ اس کی مخالفت کی۔ اخبار "**انقلاب لاہور**" میں دیوبندی مولویوں کا حال یوں لکھا ہے: "کانگریس جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو گالیاں سنائیں ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے۔ ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزید سے تشبیہ دی۔"

(اخبار انقلاب لاہور، 15 مارچ 1939ء)

فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ اس کتاب کے کسی مناسب مقام پر تفصیلاً لکھا جائے گا کہ کس نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا؟ کس نے کہا تھا کہ پاکستان ایک درندے کی پیدائش ہے؟ پاکستان کو ناپاکستان کس نے کہا تھا؟

ہندوستان دارالاسلام ہے

(2) ظہیر صاحب نے دوسرا استدلال ایجنٹ ہونے پر یہ کیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور جہاد کو فرض قرار نہیں دیا۔ گویا کہ ظہیر کے نزدیک ہر وہ عالم انگریزوں کا ایجنٹ ہے جو ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے اور جہاد کو فرض قرار نہ دے۔ لو اپنے ہی دام میں صیاد آ گیا، آئیں دیکھیں! کون کون وہابی مولوی ظہیر کے بقول انگریزوں کا ایجنٹ بن رہا ہے؟ شاہ اسماعیل دہلوی سے کسی نے دوران تقریر انگریزوں سے جہاد کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: "ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔" (حیات طیبہ، صفحہ 294، مکتبہ فاروقی، دہلی)

محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: "جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان پر برٹش نے تسلط قائم کیا ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائرِ اسلام کی آزادی رہے، وہ بحکم حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔"

(الاقتصاد صفحہ 19، وکٹوریہ پریس)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا بیان ہے: "علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرمارواہیں (کتنی عزت سے نام لیا جارہا ہے۔) اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ؟ بلکہ عزم جہاد

ایسی جگہ گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔"

مزید آگے صفحہ 30 پر لکھتے ہیں:"اسی طرح زمانہ غدر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی،وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔"

(ترجمانِ وہابیہ،صفحہ15، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ،صفحہ405،407،مکتبہ قادریہ لاہور)

جہاد کی شرائط

یہ عبارتیں اور فتوے وہابیوں کی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں،اب وہابی بتائیں کہ ان کے اکابر کیا تھے مجاہد یا ایجنٹ؟اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہاد اور دارالاسلام کی تعریف و شرائط ہیں۔اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی روشنی میں فرمایا کہ ہندوستان پر مسلمانوں نے کئی سالوں سے حکومت کی ہے اور آج بھی اس میں مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے،یہاں جمعہ،عیدین کی نماز ہوتی ہے پھر یہ دارالاسلام کیسے نہ رہا؟جہاد کے متعلق فرمایا کہ جہاد کی شرائط کتب میں موجود ہیں جس میں ایک شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ(یعنی جنگ جیتنے) کا یقین ہو،جبکہ ہندوستان میں اگر ایک ہندو یا ایک انگریز کو قتل کیا جائے گا تو وہ کئی مسلمانوں کو قتل کریں گے۔اس لئے آزادی حاصل کی جائے لیکن قتل و غارت گری کر کے نہیں بلکہ شرعی احکام کو سامنے رکھا جائے چنانچہ فقہ حنفی کی روشنی میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:"ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلام کے احکام و شعائر مطلقا جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔فرائض،نکاح،رضاع،طلاق،عدۃ،رجعت،مہر،خلع،نفقات،حضانت،نسب،ہبہ،وقف،وصیت،شفعہ وغیرہا،بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرا بیضاء کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت و جبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے والحمد للہ رب العالمین۔"

(فتاوی رضویہ،جلد14،صفحہ105،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

پھر قرآن و فقہ حنفی کی روشنی میں جہاد کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطین اسلام و عساکر اسلام اصحاب خزائن و اسلحہ و استطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے،قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔۔۔مجتبیٰ و جامع الرموز و ردالمحتار میں ہے "يجب على الامام ان يبعث سرية

الی دارالحرب کل سنۃ مرۃ اومرتین وعلی الرعیۃ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والافلایباح قتالھم " سلطان اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال ایک یا دوبار دارالحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔خصوصا ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 446، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤقف کو کئی دلائل سے واضح کیا ہے۔وہابیوں پر لازم تھا کہ وہ اعلیٰ حضرت کے ان دلائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیتے اور ان دلائل کو غلط ثابت کر کے کہتے کہ اعلیٰ حضرت کا مؤقف غلط ہے۔جبکہ وہابی ان دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہیں اور زبردستی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے کر خود کو اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مزے کی بات یہ کہ جن وجوہات کی بناء پر اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے رہے ہیں وہ وجوہات ان کے اپنے نام نہاد اکابر کے فتاوی وکتب میں موجود ہیں جس کی چند ایک جھلکیاں ہم نے اوپر بیان کر دیں۔

ہندوستان کے دارالاسلام ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ الگ ہے اور انگریزوں سے آزادی چاہنے یا نہ چاہنے کا مسئلہ الگ ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آزادی چاہتے تھے لیکن آپ یہ فرماتے تھے کہ ایک ہندو مسلمانوں کا لیڈر نہ ہو اور دوسرا یہ نہ کہا جائے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے کہ اس وقت جہاد کی شرائط پوری نہیں ہیں اور یہ ہندوؤں کی سازش ہے کہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھار کر انگریزوں سے شہید کروا دیا جائے۔اعلیٰ حضرت کی اسی حکمت عملی کو محمد علی جناح صاحب اور علماء اہل سنت نے اپنایا اور انگریزوں سے بغیر جنگ وجدل کئے پاکستان معرض وجود میں آیا۔وہابی کہتے ہیں ہم نے انگریزوں سے جہاد کر کے پاکستان بنایا ہے، ان سے پوچھا جائے کہ آپ کا سپاہ سالار کون تھا، کس جگہ آپ کی اور انگریزوں کی جنگ ہوئی اور آپ غالب آگئے اور انگریزوں نے کہا جاؤ وہابیو! اتنی جگہ تمہارا ملک ہے؟ وہابیوں کو اتنا بڑا تاریخی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا سوچنا چاہئے۔

(3) ظہیر صاحب نے جگہ جگہ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ وہابیوں کی تکفیر کرتے تھے۔لیکن یہ کہیں نہیں لکھتے کہ کیوں کرتے تھے؟ جن باتوں کو اعلیٰ حضرت کفر ٹھہراتے تھے اور اس پر دلائل دیتے تھے، وہابی ان باتوں کو غیر کفر ثابت کریں۔جب وہابیوں سے اپنے مولویوں کی گستاخیوں پر پردہ نہیں ڈالا جاتا تو مجبورا میاں مٹھو بن کر کہتے ہیں ہمارے مولویوں کو کافر کہا گیا۔پھر ان مولویوں کو گستاخوں سے نکال کر مجاہدین میں شامل کر دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو یہ ظاہر کریں کہ ان کی تکفیر مجاہد بننے کے سبب کی گئی ہے اور تکفیر کرنے والے انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔یہ وہابیوں نے خوب ڈرامہ بنایا ہوا ہے۔پھر ان کی اتنی بھی عقل کام نہیں کرتی کہ جن مولویوں کے جس کفر کو چھپایا جا رہا ہے، وہ آج بھی کتابوں میں موجود ہیں۔پتہ نہیں وہابی شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم شریعت کی طرح تاریخ میں بھی جو مرضی

کہہ دیں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ قارئین خود سوچیں کہ گستاخوں کی گستاخی کے سبب ان پر جو حکم کفر لگتا ہے وہ لگانا انگریز غلامی ہے یا اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گندے عقائد کی تشہیر کر کے مسلمانوں کے دلوں میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم کم کرنا انگریز غلامی ہے؟

وہابیوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

باقی جو ظہیر صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمان اعلیٰ حضرت سے بدظن ہو گئے تھے نرا جھوٹ ہے اور جو عبارت پیش کی کہ جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ وہابی بھولے بھالوں کو اعلیٰ حضرت نے مرتد کہا ہے وہ عبارت یوں ہے: "ان عبارات سے ظاہر ہو لیا کہ ان مبتدعین منکرین ضروریاتِ دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول ومقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتیٰ بہ ہے۔ بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکمِ ارتداد ہی جاری کیا جائے گا، نہ ان سے سلطنت اسلام میں معاہدہ دائمہ جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز، نہ جزیہ لینا جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں ان سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز، نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز، نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔"

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 130، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی اس عبارت میں صراحت ہے کہ جو شخص چاہے وہ وہابی ہو یا غیر وہابی اگر وہ ضروریات دین کا منکر ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کرتا ہے، آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، قیامت، جنت دوزخ وغیرہ کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اس عبارت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تمام وہابی کافر ہیں؟ پھر یہ کہاں لکھا ہے کہ وہابیہ عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے؟ یہ تو خود وہابی نام نہاد جہادیوں کا قول ہے کہ بریلویوں سے جہاد جائز ہے اور ان کی عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہرگز اعلیٰ حضرت نے تمام وہابیوں کو کافر و مرتد نہیں کہا بلکہ لکھا ہے جو گستاخ رسول ہے وہ کافر ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: "وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ کفر تک نہ پہنچی ہو جب تو نکاح میں ان کا شاہد (گواہ) ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہوں تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کر سکتے ہیں اس کی وکالت صحیح ہو جائے گی اگرچہ اس سے میل جول اختلاط حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 11، صفحہ 218، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں! صراحت کے ساتھ فرمایا کہ جب ان کی گمراہی کفر تک پہنچی ہو۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: "یہ فرقے اور اسی طرح دیوبندی ونیچری غرض جو بھی ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام، نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انہیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انہیں اپنے سے دور کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **"ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم"** سے بچو، انہیں دور رکھو تا کہ وہ تمہیں نہ گمراہ کریں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔"

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 412، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لہٰذا ہر بدمذہب گمراہ ضرور ہے لیکن کافر اس وقت ہوگا جب کسی ضروریات دین کا انکار کرے۔

آخر میں جو ظہیر صاحب نے انگریز رابنس کا قول نقل کیا ہے وہ بھی بغیر دلیل جھوٹ و باطل ہے۔ میری کافی کوشش کے باوجود رابنس کا یہ قول مجھے ملا نہیں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر اس نے کچھ ایسا کہا بھی ہوگا تو صرف اتنا ہی کہا ہوگا کہ احمد رضا خان نے تحریک خلافت کی مخالفت کی یہ نہیں لکھا ہوگا کہ احمد رضا ہمارا آدمی تھا۔ بہر حال تلاش جاری ہے جب یہ مل جائے گا تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں ظہیر صاحب کی یہ تحریف بھی لکھ دی جائے گی۔

حوالہ جات (البریلویہ)

103 ﴿ وہابی کا لفظ سب سے پہلے اہل حدیث حضرات کے لئے انگریز نے استعمال کیا تا کہ وہ انہیں بدنام کرسکیں وہابی کا لفظ باغی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ بلاشبہ وہابی انگریز کے باغی تھے۔ ﴾

مترجم صاحب نے اپنی خود ساختہ لغت میں وہابی کا مطلب باغی بنا لیا ہے۔ جبکہ لفظ وہابی ابن عبد الوہاب نجدی کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔ انگریزوں کے چندوں سے پلنے والے اب مجاہد بن گئے ہیں۔

104 اس ثبوت کے لئے ہماری کتاب القادیانیہ ملاحظہ کیجئے۔

105 اس کے لیے ملاحظہ ہو کتب: بریلوی فتوے، تکفیری افسانے، آئینہ صداقت، مقدمہ الشہاب الثاقب، مقدمہ رسائل چاند پوری، فاضل بریلوی، وغیرہ

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 194)

106 تذکرہ صادق، از عبد الرحیم

107 ملاحظہ ہو کتاب (Wahabi Trils)

108 انڈین مسلم ص ۳۲

109 تاریخ اہلحدیث کے متعلق ہم ایک مستقل رسالہ تصنیف کریں گے یہ علامہ مرحوم کے مستقبل کے عزائم میں شامل تھا، لیکن بہت سے دوسرے منصوبوں کی طرح یہ بھی نامکمل رہ گیا۔ ''ان اللہ فعال لما یرید''

110 وہابی تحریک، ص ۲۹۲

111 تذکرہ صادقہ

112 ایضاً

113 وہابی تحریک، ۳۱۵

114 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب ''بریلویت اور تکفیری افسانے'' علاوہ ازیں ان کتابوں کی طرف رجوع کیجئے: آئینہ صداقت، مقدمہ شہاب ثاقب، مقدمہ رسائل چاند پوری، فاضل بریلوی، از مسعود احمد بریلوی۔

115 ملاحظہ ہو اعلام بان ہندوستان، دار الاسلام ص ۱۹، ۲۰

116 مقدمہ دوام العیش، از مسعود احمد، ص ۱۵

117 ایضاً ص ۱۷

118 دوام العیش، ص ۶۳، مطبوعہ بریلی، ص ۹۵، مطبوعہ لاہور

119 المحجۃ المؤتمنۃ، از احمد رضا، ص ۱۵۵۔

120 مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی یہی فتوٰی تھا۔

121 المحجۃ المؤتمنۃ، ص ۲۱۰۔

122 المحجۃ المؤتمنۃ، ص ۲۰۶

123 ملاحظہ ہو خاتمۃ الکتاب، ص ۲۱۱

124 دوام العیش، ص ۴۶

125 مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

126 مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

127 کتابی دنیا مقالہ حسن نظامی، ص ۲، از مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

128 (Indian Muslims) ص ۳۴۴، مطبوعہ کیمرج یونیورسٹی، ۱۹۷۴ء

فصل: وصال اعلیٰ حضرت

میرادین ومذہب

﴿ جناب بریلوی کی موت ذات الجنب کے مرض سے واقع ہوئی۔مرتے وقت انہوں نے چند وصیتیں کیں جو "وصایا شریف" کے نام سے ایک رسالے میں شائع ہوئیں۔احمد رضاخاں صاحب نے مرتے وقت کہا:"میرادین ومذہب جومیری کتب سے ظاہر ہے اس پرمضبوطی سے قائم رہنا ہرفرض سے اہم فرض ہے۔"129 ﴾

ظہیر صاحب ذکرِ وصال کواس لئے لائے کہ پوری کتاب میں ان کی سیرت کو جھوٹ تحریفوں سے داغ دار کرنے کی کوشش مکمل ہوسکے اب وصال کو بھی جھوٹ بول کرایسا ظاہر کروں کہ لوگ مزید متنفر ہو جائیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کاوصال ذات الجنب کے مرض سے نہیں بلکہ اسہال کے مرض سے ہوا تھا جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت میں مذکور ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ94، کنسیر انٹرنیشنل، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواپنی وصیت میں فرمایا:"میرادین ومذہب جومیری کتب سے ظاہر ہے اس پرمضبوطی سے قائم رہنا" اس پر اعتراض کرتے ہوئے وہابی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دین محمدی کو چھوڑ کر اپنے دین پر چلنے کا کہا۔انہوں نے کوئی نیا مذہب بنایا تھا جس کومضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت کی۔جبکہ وہابیوں کا یہ اعتراض کم علمی ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی نیا دین نہیں بنایا تھا بلکہ گمراہ لوگوں کے باطل عقیدے کا رد فرما کر دین محمدی کی تجدید کی تھی اور اس پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میرادین جومیری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا۔اب وہابیوں کو چیلنج ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے نظریات کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرکے دکھائیں، اگلے باب میں ظہیر صاحب نے ان عقائد کو غلط ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگایا ہے لیکن کوئی ایسا عقیدہ ثابت نہیں کرسکے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔لہذا آپ کا یہ کہنا کہ "میرے دین ومذہب پر قائم رہنا" بالکل جائز ہے۔لفظ دین سے کوئی نئی شریعت مراد ہونا ضروری نہیں کیونکہ لفظ دین کا ایسا استعمال تو حدیث پاک میں ہوا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی بسند حسن حدیث پاک ہے ((الرجل علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم من یخالل))خاص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب،باب من یؤمر أن یجالس، جلد4، صفحہ259، المکتبۃ العصریہ،بیروت)

یہ حدیث امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فتاوی رضویہ میں بھی نقل کی ہے۔گویا آپ کا یہ فرمانا حدیث پاک کی روشنی میں تھا۔مشہور رائٹر شیخ محمد اکرام اعلیٰ حضرت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔" (موج کوثر، صفحہ70، طبع ہفتم1966ء)

بلکہ اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسّی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔"

(تقویۃ الایمان صفحہ 40، مطبوعہ سرگودھا)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا دین کوئی نیا نہیں تھا بلکہ وہی دین تھا جس پر ائمہ کرام، صوفیا کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے جس کا اعتراف خود وہابیوں کے پیشوا امرتسری نے بھی کیا۔

اعلیٰ حضرت کی بدمذہبوں سے دور رہنے کی نصیحت

﴿ نیز انہوں نے کہا: '' پیارے بھائیو! مجھے معلوم نہیں میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں۔ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں جو تم کو بہکانا چاہتے ہیں اور فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ مثلاً دیوبندی وغیرہ۔''130 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیت میں دیگر فرقوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ شیعوں سے بھی بچنے کا کہا تھا چونکہ ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اس لئے پوری وصیت نہیں لکھی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی وصیت میں فرمایا وہ یہ ہے: ''تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں جو تم کو بہکانا چاہتے ہیں اور فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیڑیئے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔''

اگر فقیر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کی اس عبارت کی تشریح کرے تو بحمد اللہ! کئی صفحے لکھ دے۔ مختصر یہ ہے کہ جتنے بھی گمراہ فرقے آتے ہیں وہ سنیوں ہی کو گمراہ کرکے اپنے فرقے میں لاتے ہیں، آج جتنے بھی گمراہ فرقے ہیں ان سب میں موجود لوگوں کو دیکھ لیں ان کے باپ دادا سنی ہی تھے بلکہ پہلے خود یہ سنی تھے۔ یہی وہابیوں کا حال دیکھ لیں کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں اور ان کے بعد جب تک سنیوں نے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو اپنائے رکھا ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، لوگ انہیں گستاخ سمجھتے ہوئے اپنی مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ پھر جب والدین کی اپنے بچوں کے عقائد کی طرف عدم توجہ ہوئی اور سنی مساجد میں جاہل صلح کلیت کی ماری انتظامیہ بننا شروع ہوگئی تو یہی وہابی مولویوں نے سنیوں کی مساجد میں آکر درس و بیان سے مسلمانوں کے عقائد خراب کر دیئے۔ آج بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لیا جائے تو یہ دین مزید تفرقہ سے بچ سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا گمراہوں سے بچنے کا کہنا عین حدیث پاک کی تعلیم تھا چنانچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدمذہبوں کے متعلق فرماتے ہیں ''ایاکم و ایاھم ... یفتنونکم'' ترجمہ: تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔

(صحیح مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، جلد 1، صفحہ 12، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ایصالِ ثواب کرنے کی تلقین

﴿ اور وصیت کے آخر میں کہا: ''اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا

کریں، دودھ کا برف خانہ ساز، اگر چہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، اردکی پھریری، دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اور روزانہ ایک چیز ہو سکے، یوں کیا کرو یا جیسے مناسب جانو۔۔۔"

پھر حاشیے میں درج ہے: دودھ کا برف، دوبارہ پھر بتایا، چھوٹے مولانا نے عرض کیا: اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں! فرمایا: پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے میرا رب صرف برف ہی عطا فرمائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب دفن کے وقت بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساتھ لے آئے۔ 131

یہاں ظہیر صاحب اس وصیت پر اعتراض کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری وصیت پڑھ لیں اس میں کیا شرعی قباحت ہے، آپ نے مرغوب کھانوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا کہ اللہ عزوجل کی راہ میں وہ چیز صدقہ کرنا چاہئے جو اچھی ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 92)

اعلیٰ حضرت کے جنازے پر مسلمانوں کی تعداد

بریلوی مکتب فکر کے اعلیٰ حضرت کی وفات 25 صفر 1340ھ بمطابق 1921ء 68 برس کی عمر میں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب بریلوی کا جنازہ قابل ذکر حاضری سے محروم تھا۔ بہر حال ہم اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے کیونکہ بغیر دلیل کے کوئی حکم لگانا ہم اپنے اسلوب تحریر کے منافی تصور کرتے ہیں۔ تاہم قرائن وشواہد سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ عوام ان کی تلخ لسانی، بات بات پر تکفیر کے فتووں اور انگریز کی عدم مخالفت کی وجہ سے ان سے متنفر ہو گئے تھے۔ 132

اس بات کا اعتراف ایک بریلوی مصنف نے بھی کیا ہے کہ مسلمان امام احمد رضا سے متنفر ہو گئے تھے۔ نیز ان کے مرید ومعتقد بھی اختلاف خلافت کے سبب ان سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ ویسے بھی بریلویت کے پیروکار چونکہ اپنے امام ومجدد کے بارے میں بہت زیادہ غلو ومبالغہ کے عادی ہیں اگر جنازے کی حاضری کسی عام عالم دین کے جنازے کے برابر بھی ہوتی تو ان کی تصانیف اس سلسلے میں مبالغہ آمیز دعووں سے بھری ہوتیں۔۔۔۔۔۔ جب کہ انہوں نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ البتہ بریلوی قوم حاضری کے علاوہ ان کے جنازے کے بارے میں دوسرے چند ایک مبالغوں سے باز نہیں آئی۔

یہ ظہیر صاحب کا مسلسل جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے لوگ متنفر ہو گئے تھے، جگہ جگہ اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے جھوٹے حوالے دیتے جا رہے ہیں۔ ان دیئے گئے حوالوں میں ہرگز ایسا نہیں لکھا ہوا۔ جہاں تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں لوگوں کی شرکت کا تعلق ہے تو سید الطاف علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نماز جنازہ کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلہ سوداگران سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلہ پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عید

گاہ، جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے، لے جائی گئی۔ اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی، لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم ازکم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔۔۔اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا۔"

(جہان رضا، صفحہ113، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ277، مکتبہ قادریہ لاہور)

اتنے جھوٹ و بہتان باندھنے کے باوجود ظہیر صاحب ایک اور جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں: "بغیر دلیل کے کوئی حکم لگانا ہم اپنے اسلوب تحریر کے منافی تصور کرتے ہیں۔" اس طرح کے لچھے دار بیان عوام کو بہکانے کے لئے ہوتے ہیں مگر ظہیر کو معلوم نہیں کہ عوام کو اعلیٰ حضرت جیسی شخصیت سے بہکانا کوئی آسان کام نہیں۔

حوالہ جات (البریلویہ)

129 وصایا شریف، ص 10، ترتیب حسنین رضا مطبوعہ ہند
130 اعلیٰ حضرت بریلوی، از بستوی، ص105
131 بستوی، 9، 10
132 بستوی، ص111
133 مقدمہ دوام العیش، از مسعود احمد ص 18
134 ایضاً

فصل: شانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو علمائے کرام نے اپنے تاثرات دیئے، ظہیر صاحب اسے مبالغہ آرائی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فرشتوں کا مومن کے جنازہ میں شرکت کرنا اور جنازہ اٹھانا

﴿ ایک صاحب لکھتے ہیں: "جب جناب احمد رضا صاحب کا جنازہ اٹھایا گیا تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ اسے فرشتوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔"135 ﴾

اس میں کونسی بات خلاف شرع ہے؟ کیا ملائکہ کا کسی عالم دین، ولی اللہ کے جنازے میں شریک ہونا، اسے اٹھانا حدیث پاک میں ناممکن فرمایا گیا ہے۔ بلکہ حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہے کہ ملائکہ ہر مومن کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث ہے "عن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناسا رکبانا علی دوابهم فی جنازة، فقال ((ألا تستحيون أن ملائكة الله يمشون على أقدامهم، وأنتم على ظهورها)) "ثوبان مولی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی سواریوں پر سوار ہیں، آپ نے فرمایا تم کو حیا نہیں آتی کہ ملائکہ پیدل چل رہے ہیں اور تم سوار ہو۔

(سنن ابن ماجه كتاب الجنائز، باب ما جاء فى شهود الجنائز، جلد1، صفحه 475، دار إحياء الكتب العربية، الحلبی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں "وهذا الحديث يدل على أن الملائكة تحضر الجنازة والظاهر أن ذلك عام مع المسلمين بالرحمة ومع الكفار باللعنة" ترجمہ: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ فرشتے ہر مسلمان کے جنازے میں بطور رحمت شریک ہوتے ہیں اور کافر کے جنازے میں لعنت بھیجتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔

(شرح سنن ابن ماجه، صفحه106، قديمی كتب خانه، كراچی)

جہاں تک فرشتوں کا کسی نیک ہستی کا جنازہ اٹھانے کا تعلق ہے تو یہ بھی ثابت ہے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے "عن أنس بن مالك قال لما حملت جنازة سعد بن معاذ قال المنافقون ما أخف جنازته وذلك لحكمه فی بنی قريظة فبلغ ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ((إن الملائكة كانت تحمله)) "انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے کہا کہ سعد نے جو بنو قریظہ کے خلاف فیصلہ کیا تھا اس کے سبب ان کا جنازہ ہلکا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ان کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔

(سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنه، جلد5، صفحه690، مصطفى البابی، مصر)

نبی کریم ﷺ کو کسی عاشق کے وصال کا علم ہونا

﴿ بستوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا کی وفات کے بعد ایک عرب بزرگ تشریف لائے، انہوں نے کہا25صفر المظفر 1340 کو میری قسمت بیدار ہوئی! خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں۔لیکن مجلس پر ایک سکوت طاری ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے۔میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا (فداك ابی و امی) کس کا انتظار ہے؟فرمایا: احمد رضا کا انتظار ہے۔میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں؟فرمایا:ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔میں ہندوستان آیا اور بریلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے اور وہی 25صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔136 ﴾

اس میں بھی کیا خلاف شرع بات ہے؟ کیا قبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوتی؟ کیا یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم کو پتہ چل جائے کہ میرا کونسا عاشق دنیا سے رخصت ہوکر ہمارے پاس آنے والا ہے؟ ایسے کثیر واقعات اس پر دلیل ہیں۔امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح ارشاد الساری کے شروع میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں "قال عبد الواحد بن آدم الطواویسی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و معہ جماعۃ من اصحابہ وھو واقف فی موضع فسلمت علیہ فردّ علیّ السلام فقلت ما وقوفك ھنا یا رسول اللہ ؟ قال انتظر محمد بن اسماعیل،قال فلما کان بعد ایام بلغنی موتہ فنظرت فاذا ھو فی الساعۃ التی رایت فیھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولما ظھر امرہ بعد وفاتہ خرج بعض مخالفیہ الی قبرہ واظھروا التوبۃ والندامۃ" ترجمہ:حضرت عبد الواحد آدم طواویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کو ایک جگہ کھڑے دیکھا۔میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور عرض کی یارسول اللہ! آپ کس لئے کھڑے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاری) کا انتظار کررہا ہوں۔کچھ دنوں بعد مجھے امام بخاری کے وصال کا علم ہوا، میں نے جب غور کیا تو یہ اسی دن فوت ہوئے تھے جس دن مجھے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی تھی۔جب یہ بات امام بخاری کے مخالفین کو پہنچی تو وہ ان کی قبر پر آئے اور توبہ اور ندامت کا اظہار کیا۔

(ارشاد الساری، جلد1،صفحہ56،دار الفکر،بیروت)

بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو خواب میں آکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیبی خبر دی کہ آج تم اپنا روزہ ہمارے پاس آکر کھولو گے۔امام بخاری کے استاذِ محترم حضرت ابن شیبہ روایت کرتے ہیں "عن أم ھلال بنت وکیع، عن امرأۃ عثمان قالت أغفی عثمان فلما استیقظ قال إن القوم یقتلوننی ، قلت کلا یا أمیر المؤمنین، قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وأبا بکر، وعمر ، قال قالوا: ((أفطر عندنا اللیلۃ)) قالوا ((إنک تفطر عندنا اللیلۃ))حضرت ام ہلال بنت وکیع حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلکی نیند سوئے اور جب نیند سے جاگے تو فرمایا

مجھے لوگ قتل کر دینگے۔ آپ کی زوجہ نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ آج تم رات ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الایمان، ما ذکر عن عثمان رضی اللہ عنہ فی الرؤیاء جلد 6، صفحہ 181، مکتبہ الرشد، الریاض)

﴿ بارگاہ رسالت میں بریلوی حضرات نے اپنے امام کی مقبولیت کو ثابت کرنے کے لیے جن من گھڑت واقعات اور دعووں کا سہارا لیا ہے ان میں سے ایک "وصایا شریف" میں بھی درج ہے وہ (یعنی احمد رضا) آپ کی خوشبوؤں سے بسے ہوئے سدھارے۔ 137

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احمد رضا کو غسل دینے کے لیے خصوصی طور پر آب زمزم اور عطر کسی حاجی کے ہاتھ ارسال کیا تا کہ احمد رضا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت مدینہ منورہ کی خوشبو سے معطر ہوں۔ العیاذ باللہ۔ ﴾

وصایا شریف کی اصل عبارت یہ ہے: "عین وقت غسل ایک حاجی صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ سے ملنے تشریف لائے انہیں یہاں آکر وصال شریف کی خبر ہوئی تحفہ میں زم زم شریف اور مدینہ طیبہ کا عطر اور دیگر تبرکات ساتھ لائے تھے۔ زم زم شریف میں کافور تر کیا گیا اور خلعت رخصت میں لگادیا گیا۔ تاجدار مدینہ کے قربان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ طیبہ سے سرکاری عطائیں عین وقت پر پہنچیں وصال محبوب کے لئے وہ ان کی خوشبوؤں سے بسے ہوئے سدھارے۔" (وصایا شریف، صفحہ 28)

ظہیر صاحب کی نقل کردہ عبارت اور اصل عبارت میں فرق نمایاں ہے۔ حضور علیہ السلام کی عطائیں انہی عاشقوں پر ہوتی ہے جو عطاؤں کو ماننے والے ہیں، وہابی عطاؤں کے منکر ہیں اور رہیں گے۔

﴿ اگر مبالغات کا ذکر شروع ہو ہی گیا ہے تو مناسب ہے کہ چند مزید مبالغہ آمیز اقوال ذکر کر دیئے جائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی پر مبنی کسی بریلوی کا قول ہے: "میں نے بعض مشائخ کو کہتے سنا ہے: امام احمد رضا کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا۔" 138 ﴾

اس اعتراض کا پہلے بھی جواب دیا گیا ہے لیکن ظہیر صاحب کا حافظہ کمزور لگتا ہے جو ایک اعتراض بار بار ذکر کرتے ہیں۔ پہلے اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ عبارت تحریف شدہ ہے۔ اصل عبارت یوں تھی: "امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ تھے۔"

(البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 112، مکتبہ قادریہ لاہور)

﴿ گزشتہ دو صدی کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آتا۔ 139

ایک اور بریلوی مصنف ارشاد کرتے ہیں: "آپ کی علمی جلالت اور علمی کمال کی کوئی نظیر نہیں۔ امام احمد رضا صاحب اپنے علم اور اصابت رائے میں منفرد تھے۔"140

اور: "امام احمد رضا صاحب نے دین کی تعلیمات کو از سر نو زندہ کیا۔"141

فتاویٰ رضویہ میں ہزار ہا مسائل (142) ایسے ہیں جن سے علماء کے کان بھی آشنا نہیں۔143

اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ کو دیکھ لیتے تو اس کے مؤلف کو اپنے جملہ اصحاب میں شامل فرما لیتے۔144

ایک دوسرے بریلوی مصنف کا کہنا ہے: "امام احمد رضا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے۔"145

ایک اور بریلوی مصنف مبالغہ آراء ہیں: "امام احمد رضا کے دماغ میں امام ابوحنیفہ کی مجتہدانہ ذہانت ابوبکر رازی کی عقل اور قاضی خاں کا حافظہ تھا۔"146

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے اعلیٰ حضرت کے متعلق تاثرات

کیا یہ ناممکن ہے؟ کئی بزرگان دین کے علم و عمل کے متعلق علمائے اسلاف نے ایسے الفاظ فرمائے ہیں۔ اگر اس پر لکھنے بیٹھیں تو کئی صفحے بھر جائیں، صرف ایک شخصیت کا حوالہ کافی ہے جسے وہابی بھی مانتے ہیں چنانچہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال صاحب امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی شان میں فرماتے ہیں: "وہ (امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔"

(مقالات یوم رضا جلد 3 صفحہ 10 مطبوعہ لاہور)

اعلیٰ حضرت صحابہ کرام کے مظہر

بریلوی حضرات نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے امام و مجدد کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق ٹھہراتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے لکھا ہے: "امام احمد رضا حق میں صدیق اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر، رحم و کرم میں ذوالنورین کی تصویر اور باطل شکنی میں حیدری شمشیر تھے۔" معاذ اللہ۔147

ظہیر صاحب جوز بردستی اسے توہین قرار دے رہے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں مظہر کا معنی ہی پتہ نہیں۔ یہاں مظہر کا معنی معاذ اللہ برابری نہیں بلکہ عکس ہے۔ مسند احمد میں ہے "عن جابر بن عبد الله قال لما أراد رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يخلف عليا، قال قال له علي ما يقول الناس في إذا خلفتني؟ قال فقال **((أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون موسى؟ إلا أنه ليس بعد نبي))** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی نے عرض کی جب آپ مجھے پیچھے چھوڑ جائیں گے تو لوگ

کیا نہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے ایسے ہی ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله رضي الله عنه، جلد23، صفحہ9، مؤسسة الرسالة، بیروت)

اب کیا یہاں حضرت علی المرتضیٰ کی حضرت ہارون علیہ السلام سے برابری پائی جارہی ہے؟ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لن یخلو الارض من ثلثین مثل ابراهیم بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون" خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے، انہیں کی بدولت تمہاری فریادسنی جاتی ہے اور انہیں کے سبب رزق دیا جاتا ہے اور انہیں کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ (کنز العمال بحوالہ حب في تاریخہ، جلد12، صفحہ342، مؤسسة الرسالہ بیروت)

تحفہ اثناء عشریہ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رب تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا مظہر کہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "ابوبکر مظہر صفتِ الٰہی تھے۔ لہٰذا ان کی شان میں فرمایا ((ارحم امتی بامتی ابوبکر)) امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں۔ پس کام مسلمانوں کا کہ مورد رحمت الٰہی ہیں، اس کو ان کے حوالہ کیا اور علی مرتضیٰ کہ شیر خدا مظہر جلال وقہر الٰہی تھے کافر کشی شیوہ ان کا تھا۔" (تحفہ اثناء عشریہ (مترجم)، صفحہ567، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

ولی کی کرامت معجزہ نبی سے ہے

اس پر بھی مستزاد: "اعلیٰ حضرت معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک معجزہ تھے۔"148

قارئین کو علم ہونا چاہئے کہ معجزہ اس خرقِ عادت شے کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی علیہ السلام کے ہاتھوں پر صادر ہو۔ اب یہ بریلوی حضرات ہی بتاسکتے ہیں کہ کیا احمد رضا کی ذات کی پیدائش یا ان کی صفات اور خصائل خلاف عادت تھیں؟ اور پھر چودھویں صدی میں ان کا وجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کیسے ہوسکتا ہے؟

شرعی طور پر ایسا کہنا بالکل جائز ہے کہ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے۔ ولی اللہ کی کرامت کے متعلق صراحت ہے کہ یہ کرامت نبی علیہ السلام کا معجزہ ہوتی ہے۔ رد المحتار میں ہے "جواب عن قول المعتزلة المنكرين الكرامات للأولياء، لأنها لو ظهرت لاشتبهت بالمعجزة فلم يتميز النبي من غيره. والجواب أن المعجزة لا بد أن تكون ممن يدعي الرسالة تصديقا لدعواه، والولي لا بد من أن يكون تابعا لنبي وتكون كرامته معجزة لنبيه، لأنه لا يكون وليا ما لم يكن محقا في ديانته واتباعه لنبيه" ترجمہ: معتزلہ منکرین کرامات اولیاء جو دلیل بناتے ہیں کہ اگر کرامات ظاہر ہوجائیں تو معجزہ میں شبہ ہوجائے گا اور نبی اور غیر نبی میں تمیز نہیں رہے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کہ وہ مدعی رسالت سے اس کی تصدیق کیلئے ظاہر ہو اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے تابع ہو اور اس کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ولی اس وقت تک ولی نہیں ہوسکتا جب تک وہ دیندار اور نبی علیہ السلام کا فرمانبردار نہ ہو۔

(رد المحتار، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، جلد3، صفحہ551، دار الفكر، بيروت)

وہابی مولوی سعید بن علی بن وہب القحطانی اپنی کتاب "فقہ الدعوۃ فی صحیح الإمام البخاری" میں لکھتا ہے "قد جزم الإمام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ أن کرامات الأولیاء من معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأوضح أن الآیات الدالۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ترجمہ: ابن تیمیہ نے تاکید کی کہ کرامات اولیاء معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ اور یہ واضح کیا کہ یہ کرامات نبوت محمدی پر دلیل ہیں۔

(فقہ الدعوۃ فی صحیح الإمام البخاری، جلد 1، صفحہ 768، الرئاسۃ العامۃ لإدارات البحوث العلمیۃ والإفتاء والدعوۃ والإرشاد)

جس طرح ولی اللہ کی کرامت کو نبی کا معجزہ کہہ سکتے ہیں، اسی طرح ولی اللہ کو بھی نبی علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ ولی اللہ اپنے اخلاق و کردار سے نبی علیہ السلام کا مطیع ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور نبی کی ذات خود سراپا معجزہ ہوتی ہے۔

اللہ عزوجل کی حجت سے کیا مراد ہے؟

﴿ جناب بریلوی کے اس معتقد نے تو انہیں معجزہ ہی کہا تھا۔ ان کے ایک اور پیروکار نے تو انہیں واجب الاطاعت نبی کے مقام پر فائز قرار دے دیا۔ وہ کہتے ہیں: "اعلیٰ حضرت زمین میں اللہ تعالیٰ کی حجت تھے۔" 149

اب ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی حجت تو نبی کی ذات ہی ہوتی ہے۔ بریلوی حضرات سمجھانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر جناب خاں صاحب کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، ان کی بات کو ٹھکرایا گیا اور ان کی اتباع اور اطاعت سے انکار کیا گیا تو یہ رب کائنات کی طرف سے پیش کی جانے والی دلیل وحجت کو ٹھکرانے کے مترادف ہوگا۔

ان تمام مبالغہ آمیز دعووں سے ثابت ہوتا ہے کہ خاں صاحب بریلوی کے متبعین ان کی ذات کو مقدس قرار دینے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ ہم گزشتہ صفحات میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ بریلوی حضرات اپنے مجدد اعلیٰ حضرت کو غلطیوں سے مبرا اور معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ اور بلاشبہ عصمت انبیائے کرام علیہ السلام کی خاصیت ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی امتی کو معصوم سمجھنا ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سوء الاعتقادی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ﴾

ہم اللہ عزوجل سے یہی دعا مانگتے ہیں جو ظہیر و مترجم نے لکھی (اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سوء الاعتقادی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔) مگر لگتا ہے ظہیر صاحب اور مترجم نے یہ دعا فقط لکھی ہے دل سے مانگی نہیں کہ اگر واقعی یہ دعا مانگتے تو اس طرح کی جاہلانہ روش اختیار نہ کرتے۔

بہرکیف یہ تحریر ظہیر و مترجم کی کم علمی اور شدت پسندی کی عکاسی کرتی ہے۔ ظہیر صاحب کو "حجۃ اللہ" کے معنی کا پتہ ہی نہیں۔ انہوں نے پتہ نہیں کہاں سے پڑھ لیا ہے کہ اللہ کی حجت صرف نبی علیہ السلام کی ذات ہوتی ہے جبکہ کتب حدیث مثل سنن الدارمی، شعب الایمان، مصنف ابن ابی شیبہ میں احادیث ہیں "عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((العلم علمان علم فی القا فذاک العلم النافع وعلم علی اللسان فتلک حجۃ اللہ علی عبادہ)) حسن سے مروی رسول اللہ نے فرمایا: علم دو طرح کا

ہے۔ایک علم قلب ہے جو علم نافع ہے اور ایک علم لسان ہے جو اللہ عزوجل کی حجت ہے لوگوں پر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد، ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزہد، جلد7، صفحہ82، مکتبۃ الرشد، الریاض)

دیکھیں! صراحۃً حدیث نبوی میں علم کو حجۃ اللہ کہا گیا۔دراصل حجت کا مطلب دلیل ہے۔جس طرح قرآن، حدیث، انبیاء علیہم السلام حجۃ اللہ ہیں، اسی طرح صحابہ کرام، تابعین، صوفیا کرام اور علمائے کرام بھی حجۃ اللہ ہیں کہ یہ قرآن وحدیث کے احکام لوگوں تک پہنچانے والے، لوگوں کو شریعت پر چلانے والے ہوتے ہیں۔امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ "تلبیس ابلیس" میں فرماتے ہیں "أن سهل بن عبد الله يقول أنا حجة الله على الخلق فاجتمعوا عنده فاقبل عليه الزبيرى فقال له بلغنا أنك قلت أنا حجة الله على الخلق فبماذا أنبى أنت أصديق أنت قال سهل لم أذهب حيث تظن ولكن إنما قلت هذا هذا لأخذى الحلال" ترجمہ: حضرت سہل بن عبد اللہ نے کہا میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت ہوں۔لوگ ان کے پاس جمع ہوئے اور زبیری نے ان سے پوچھا ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت ہوں تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کیا آپ نبی ہیں یا صدیق ہیں؟ حضرت سہل نے کہا کہ آپ جیسا گمان رکھتے ہیں میں ایسا نہیں ہوں۔میں نے یہ اس لئے کہا کہ میں حلال کو اپناتا ہوں۔

(تلبیس ابلیس، صفحہ185، دار الفکر، بیروت)

کئی کتب میں علمائے کرام کو حجۃ اللہ کہا گیا ہے۔شرف المصطفی میں عبد الملک بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (المتوفی 407) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "قال أبو العباس الزاهد كان أبو علي في عصره حجة الله على خلقه" ترجمہ: حضرت ابو العباس زاہد نے فرمایا کہ ابو علی اپنے دور میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت تھے۔ (شرف المصطفى، جلد5، صفحہ284، دار البشائر الإسلامية، مکہ)

خود وہابی مولوی سخاوت علی جونپوری نے نذیر حسین دہلوی کو حجۃ اللہ علی العالمین کہتے ہوئے لکھتے ہیں: "تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العالمین مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم ہے"

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ523، مکتبہ شعیبیہ کراچی)

نواب صدیق حسن خاں کی تعریف میں وہابی مولوی عبد الباری سہسوانی لکھتا ہے:۔

هو حجة لله قاهرة	هو بيننا اعجوبة الدهر
هو اية في الخلق ظاهرة	انواره اربت على الفجر

اس کے باوجود یہ تصریح کرتے ہیں "وثنائى هذا عليه ليس من المبالغة فى شىء" ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کی حجت قاہرہ ہیں، وہ ہمارے درمیان زمانے کا عجوبہ ہیں، وہ مخلوق میں آیت ظاہرہ ہیں، جس کے انوار صبح صادق سے زیادہ ہیں۔اس میں کچھ مبالغہ نہیں۔"

(خاتمہ ابجد العلوم جلد3، صفحہ294، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ282، مکتبہ قادریہ لاہور)

اعلیٰ حضرت کا کرتے والا واقعہ

گزشتہ غلو آمیز دعووں کے علاوہ چند اور مبالغات کا ذکر کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ساڑھے

تین برس کی عمر میں جناب احمد رضا ایک بازار سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے صرف ایک بڑا سا کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا، سامنے سے طوائفیں آ رہی تھیں، انہوں نے اپنا کرتہ اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں۔طوائفوں نے کہا: "واہ منے میاں! آنکھیں تو چھپالیں مگر ستر ننگا کردیا۔" ساڑھے تین برس کی عمر میں بریلویت کے موسس نے جواب دیا: "جب نظر بہکتی ہےتو دل بہکتا ہےاور جب دل بہکتا ہےتو ستر بہکتا ہے۔"150

اب ان سے کوئی پوچھے کے ساڑھے تین برس کی عمر میں خاں صاحب کو کیسے علم ہوگیا کہ آنے والی طوائفیں ہیں؟ اور پھر جس بچے نے ابھی ستر ڈھانپنا شروع نہ کیا ہو اسے نظر اور دل کے بہکنے سے ستر کے بہکنے کا جنسی راز کیسے معلوم ہوگیا؟ لیکن جھوٹ بولنے کے لیے عقل وخرد کا ہونا تو ضروری نہیں۔

اعلیٰ حضرت کے حکمت بھرے الفاظ پر اعتراض کا جواب

بڑا تعجب ہوا کہ ظہیر صاحب کو یہ معلوم ہے کہ جھوٹ بولنے کے لیے عقل وخرد کا ہونا ضروری نہیں۔بہرکیف جہاں تک طوائف کے علم کا مسئلہ ہےتو یہ کوئی بعید نہیں، جس نے یہ واقعہ بتایا ہے ہوسکتا ہے وہ جانتا ہو کہ یہ عورتیں طوائفیں ہیں جیسا کہ گلی محلے کی بدکار عورتوں کے متعلق لوگوں کو علم ہوتا ہے۔پھر بچپن میں ایسی حکمت بھری بات ہونا بھی ناممکن نہیں، احادیث میں تو چند ماہ کے بچوں کا حکمت بھرا کلام ثابت ہے،حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے واقعہ میں وہاں موجود چھوٹے بچے نے فیصلہ کیا تھا۔جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے ﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہےتو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا۔ (سورۃ یوسف،سورۃ12،آیت26)

اس آیت کی تفسیر میں کئی مفسرین خصوصا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "وقال العوفی عن ابن عباس فی قوله (وشهد شاهد من أهلها)قال كان صبيا فی المهد وكذا روی عن أبی هريرة، وهلال بن يساف، والحسن، وسعيد بن جبير والضحاك بن مزاحم:أنه كان صبيا فی الدار واختاره ابن جرير وقد ورد فيه حديث مرفوع فقال ابن جرير:حدثنا الحسن بن محمد، حدثنا عفان، حدثنا حماد هو ابن سلمة أخبرنی عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال تكلم أربعة وهم صغار فذكر فيهم شاهد يوسف "یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پاک کی اس آیت: "اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔" کی تفسیر میں فرمایا وہ گواہ جھولے میں پڑا بچہ تھا۔اسی طرح حضرت ابوہریرہ،ہلال بن یساف،حسن،سعید بن جبیر اور ضحاک بن مزاحم رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ وہ اس گھر کا ایک بچہ تھا اور ابن جریر نے اسے اختیار کیا ہے۔اس پر مرفوع حدیث وارد ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ چار بچوں نے بہت چھوٹی عمر میں کلام کیا ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ کا تذکرہ بھی

کیا۔ (تفسیر القرآن العظیم،فی تفسیر، سورۃ یوسف،سورۃ 12، آیت 26، جلد4،صفحہ 383، دار طیبہ)

جب جھولے میں پڑا بچہ رب تعالیٰ کی عطا سے حکمت والا کلام بول سکتا ہے تو ساڑھے تین سال کے بچے کا ایسے حکمت بھرے الفاظ بولنا کیسے ناممکن ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ کو ایک چھوٹے بچے نے جواب دیا کہ میں پھسلوں گا تو کچھ نہیں ہوگا، آپ پھسلیں گے تو امت پھسل جائے گی۔ اس طرح کے کثیر واقعات ہیں فقط ایک واقعہ روض الریاحین کا پیش خدمت ہے: ''شہر بصرہ کی ایک گلی میں بچے اخروٹ اور بادام سے باہم کھیل رہے تھے۔حضرت بہلول دانا مجذوب کا گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا تھوڑی دوری پر ایک کمسن بچہ تنہا کھڑا ہے چہرے پر حزن وغم کے آثار ہیں اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔حضرت بہلول: میاں صاحبزادے! آپ شاید اس لئے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کھیلنے کو اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔ آیئے میں آپ کے لئے اخروٹ فراہم کردوں۔ بچہ: جناب! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟ حضرت بہلول: پھر کس کام کے لئے پیدا ہوئے؟ بچہ: ہم تو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ علم حاصل کریں اور رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔حضرت بہلول: رب تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے آپ کو اس مختصر سی عمر میں یہ علم کہاں سے ملا؟ بچہ: رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا ہے اور تم پلٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے۔

حضرت بہلول: آپ تو مجھے صاحب عقل دکھائی دیتے ہیں، ذرا مجھے کوئی نصیحت کریں۔بچہ: دنیا محو سفر ہے نہ یہ کسی کے لئے رہے گی اور نہ کوئی دنیا میں رہے گا۔ انسان کے لئے اس عالم میں حیات وموت ان دو تیز گھوڑوں کی طرح ہیں جو آگے پیچھے دوڑتے ہیں۔اے وارفتہ دنیا! دنیا کو ترک کر اور اسی میں آخرت کے لئے زادِ سفر بنا۔صاحبزادہ نے آسمان کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ ان کے نورانی رخساروں پر آنکھوں سے آنسو یاقوت کی طرح رلنے لگے اور مناجات زبان پر جاری ہوگئیں۔مناجات کے اشعار نہایت پر اثر اور رقت انگیز تھے۔اس کے بعد بے ہوش ہوکر گر پڑے۔حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرشتہ صورت کو خاک پر گرا دیکھا تو فوراً سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔گرد وغبار آستین سے صاف کرنے لگے کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولیں خوف خدا نے ان کے رخسار وجسم کو پیلا کر دیا تھا۔

حضرت بہلول: صاحبزادہ بلند اقبال! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ آپ تو ابھی کمسن بچے ہیں گناہوں اور بدکاریوں کی سیاہی سے آپ کا دامن اعمال بالکل صاف ہے پھر اتنی فکرمندی کیوں؟ بچہ: مجھے اپنے حال پر چھوڑ یئے میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ جب چولہا جلاتی ہیں تو بڑی لکڑیوں میں یک بیک آگ نہیں لگاتیں بلکہ پہلے گھاس پھوس اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جلاتی ہیں اس کے بعد بڑی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ جہنم کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کے طور پر استعمال ہونے والوں میں کہیں میرا بھی نام نہ ہو۔حضرت بہلول: اے خشیت کے پیکر صاحبزادے! آپ تو عقل وفراست میں کمال رکھتے ہیں مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔بچہ: حیف ہیں غفلت میں سرمست اور موت پیچھے لگی ہے، آج نہیں تو کل جانا یقینی ہے۔ اس دنیا میں اگر جسم کو خوبصورت، بیش قیمت اور ملائم لباس سے چھپایا تو کیا حاصل آخر تو اسے ایک دن خاک ہونا ہے اور قبر میں خاک ہی کا بستر اور خاک ہی کی چادر ہوگی۔وہاں سارا حسن وجمال زائل ہو

جائے گا۔ ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان بھی نہیں رہے گا۔ افسوس عمر گزر گئی اور کچھ حاصل نہ کیا۔ سفر کیلئے کوئی زادِ سفر نہ کیا۔ مجھے اپنے مالک حقیقی اور احکم الحاکمین کے حضور اس انداز میں حاضر ہونا ہے کہ گناہوں کی گٹھڑی سر پر ہوگی۔ دنیا میں رہ کر چھپ کر جو گناہ کئے وہاں سب ظاہر ہوں گے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عقاب و عتاب سے بے خوف ہو کر گناہ نہیں کئے بلکہ اس کی رحمت و کرم پر بھروسہ کر کے، اب وہ ارحم الراحمین اگر عدل کرے تو عذاب دے اور اگر فضل کرے تو معاف کرے سب اسی کے احسان و کرم پر ہے۔ نورانی پیشانی والے کمسن صاحبزادے کا دل ہلا دینے والا وعظ سن کر حضرت بہلول دانا بیخود ہو گئے۔ خوف و ہراس سے جسم کانپنے لگا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔ حضرت بہلول کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس گئے اور انہیں تلاش کیا۔ بچوں نے بتایا۔ جناب عالی! آپ جس بچے کی بابت پوچھ رہے ہیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چمن کا پھول، گلشن مرتضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہار، بوستان فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشبو ہے۔ شہزادہ گلگوں قبا شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا چراغ ہے۔ حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یقیناً ایسا پھل ایسے ہی درخت پر ہوسکتا ہے۔" (روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 137 تا 139، رضا پبلیشرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت کے متعلق علماء کے تاثرات

بریلوی حضرات کہتے ہیں: "امام احمد رضا کے علمی دبدبے سے یورپ کے سائنسدان اور ایشیا کے فلاسفر لرزتے رہے۔" 151 نیز: "اعلیٰ حضرت کو خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ برس کی کتابیں حفظ تھیں ان کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لیے اہل لغت لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔" 152 نیز: "اعلیٰ حضرت جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو انہیں مسجد خیف میں مغفرت کی بشارت دی گئی۔" 153

بریلوی شاعر ایوب علی رضوی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے:۔

اندھوں کو بینا کردیا بہروں کو شنوا کردیا　　　دین نبی زندہ کیا یا سیدی احمد رضا
امراض روحانی و نفسانی امت کے لیے　　　در ہے تیرا دارالشفاء یا سیدی احمد رضا
یا سیدی یا مرشدی یا مالکی یا شافعی　　　اے دستگیر راہنما یا سیدی احمد رضا
جب جان کنی کا وقت ہو اور رہزنی شیطاں کرے　　　حملہ سے اس کے لے بچایا سیدی احمد رضا
احمد کا سایہ غوث پر اور تجھ پر سایہ غوث کا　　　اور ہم پہ ہے سایہ تیرا یا سیدی احمد رضا
احمد پہ ہو رب کی رضا احمد کی ہو تجھ پر رضا　　　اور ہم پہ ہو تیری رضا یا سیدی احمد رضا 154

ان کے ایک اور شاعر ہرزہ سرا ہیں:۔

خلق کے حاجت روا احمد رضا　　　ہے میرا مشکل کشا احمد رضا
کون دیتا ہے مجھ کو کس نے دیا؟　　　جو دیا تم نے دیا احمد رضا
دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا　　　ہاں مدد فرما شاہ احمد رضا

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش — اپنے دامن میں چھپا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے — جام کوثر کا پلا احمد رضا
قبر ونشر وحشر میں تو ساتھ دے — ہو میرا مشکل کشا احمد رضا
تو ہے داتا اور میں منگتا ترا — میں ترا ہوں اور تو مرا احمد رضا 155

یہ تو ہیں جناب بریلوی اور ان کے پیروکار ! اور یہ ہیں ان کی پھیلائی ہوئی تعلیمات ! غلو ومبالغہ آمیزی میں اس قوم کی کوئی نظیر نہیں، ہر آنے والا جانے والے کو اس طرح کی شرکیہ خرافات سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو راہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﷺ

ظہیر کے آخری دعائیہ جملے" اللہ تعالیٰ اس قوم کو راہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے" اچھے ہیں، دعا اچھی ہے مگر افسوس ہم ظہیر کے لئے نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو مر کر مٹی ہو چکے، ہاں ! ان کی باقیات اور ان کی خود ساختہ تعلیمات پر عمل کرنے والی قوم کے لئے ایک مرتبہ پھر کہتے ہیں" اللہ تعالیٰ اس قوم کو راہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے" وہابیوں کو شاید بلکہ یقیناً منقبت کی شرعی حیثیت کا علم نہیں۔ دنیا میں بے شمار علمائے کرام گزرے ہیں جن کے علم ومرتبہ کو بعد میں آنے والوں نے بیان کیا ہے۔ خود وہابیوں نے اپنے کئی مولویوں کی تعریف میں بہت کچھ کہا ہے چنانچہ وہابی مولوی نواب صدیق حسن خاں کی تعریف میں وہابی مولوی نے یوں کہا"تمکن من اعنتہ البیان مالم یتمکن علیہ الاعیان فجاء فی عصرہ عدیم النظر فی مایکون و کان" وہ بیان کی ان لگاموں پر قادر ہیں، جن پر بڑے بڑے قادر نہ ہو سکے، وہ اپنے زمانے میں بے نظیر ہیں، ان کی نظیر ماضی میں ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔" (حالانکہ آئندہ کی خبر (علم غیب) تو ان کے نزدیک کسی کے پاس نہیں، شاید ان کا موقف یہ ہو کہ ان کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔)

(حاتمہ ابجد العلوم جلد3، صفحہ 291، البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 282، مکتبہ قادریہ لاہور)

اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت لکھتا ہے"نسبت پیر خود تا اینکہ روزے حضرت جل و علا دست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے رااز امور قدسیہ کہ بس رفیع بدیع بود پیش روے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیز ہائے دیگر خواہم داد "ترجمہ: یہاں تک کہ ایک روز ان کا دایاں ہاتھ اللہ نے اپنے خاص دست قدرت میں پکڑا اور امور قدسیہ کی بلند وبالا چیز کو ان کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ تجھے میں نے یہ چیز دے دی اور مزید چیزیں دوں گا۔ (صراط مستقیم، باب چہارم خاتمہ دربیان راہ از واردات الخ، صفحہ 164، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

ہم کسی کو پیر بنائیں اور اپنے پیر کے بارے کوئی محبت بھرا جملہ کہیں تو حرام بلکہ شرک کا فتویٰ اور خود اندر کھاتے سب کچھ کرتے ہیں۔ واہ وہابیوں واہ!

کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

ﷺ خود جناب بریلوی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں مبالغہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

کریں اقطاب عالم کعبہ کا طواف   کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا ﷺ

یہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کی جارہی ہے جو کہنا جائز وغلو نہیں۔کعبہ کا کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی اللہ کی تعظیم وزیارت کرنا وطواف کرنا محال نہیں ہے۔علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی کہ کعبہ کسی ولی کی زیارت کے لیے جاسکتا ہے۔خاتم المحققین ابن عابدین علامہ امین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں"فی البحر عن عدۃ الفتاوی الکعبہ اذا رفعت عن مکانها لزیارۃ لاصحاب الکرامۃ ففی تلك الحالة جازت الصلاۃ الی ارضها۔۔وما ذکر فی البحر نقله فی التاترخانیة عن الفتاوی العتابیة قال الخیر الرملی هذا صریح فی کرامات الاولیاء" ترجمہ: بحر میں بہت سے فتاوی سے نقل ہے کہ کعبہ جب اپنی جگہ سے کسی صاحب کرامت کی زیارت کے لیے جائے تو اس حالت میں اس زمین کی طرف منہ کرکے نماز جائز ہے،جو کچھ بحر نے ذکر کیا یہ تاترخانیہ سے اور انہوں نے فتاوی عتابیہ سے نقل کیا ہے،علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ کراماتِ اولیاء میں صریح ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ،باب شروط الصلوۃ ،جلد1،صفحہ432،دار الفکر،بیروت)

دیوبندی مولوی زکریا صاحب لکھتے ہیں:"بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جو طواف کررہے ہوتے ہیں۔بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے۔" (فضائل حج، صفحہ87،ماخوذ از تفہیم توحید، صفحہ288،توحید اکیڈمی ،لاہور)

انیس الارواح اور دیگر کتب میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت کو کعبہ گیا اور دیکھا گیا کہ وہ ان کا طواف کررہا تھا۔اگر کوئی اعتراض کرے کہ کعبہ کیسے ولی اللہ کی زیارت وطواف کے لئے جاسکتا ہے،کعبہ کی حرمت کیا ولی اللہ سے کم ہے؟تو اس کا جواب حدیث سے سنئے چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی "رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یطوف بالکعبة ویقول ((ما أطیبك وأطیب ریحك، ما أعظمك وأعظم حرمتك، والذی نفس محمد بیده، لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك، ماله ودمه)) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا،انہوں نے کعبہ کو فرمایا: کیا ہی تیری خوشبو ہے،کیا ہی تیری عظمت ورفعت ہے،اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے،مؤمن کے جان ومال کی حرمت اللہ عزوجل کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ،باب حرمة دم المؤمن وماله جلد2، صفحہ1297، دار إحیاء الکتب العربیة ،الحلبی)

اس حدیث کے تحت شرح ابن ماجہ میں ہے "ذکره السیوطی فی الجامع الصغیر وإنما قال حرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك لأن فیهم الأنبیاء والصلحاء لا سیما النور الأول المحمدی صلی الله علیه وسلم وإنما شرف الکعبة لتعبد المؤمن الیه فهذا یدل علی مسجودیة وان المسجودیة لا تدل علی الفضیلة الکلیة وفضل الکعبة فضل جزء وفضل الإنسان کلی "ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں فرمایا: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کعبہ سے فرمانا) اللہ عزوجل کے نزدیک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔اس لئے کہ مؤمنین میں انبیاء علیہم السلام اور صلحاء ہیں،خصوصا نور محمدی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہے۔ کعبے کو شرف اس وجہ سے ہے کہ مؤمن اس کی طرف سجدہ کرتا ہے اور اس کی طرف سجدہ کرنا اس پر دلیل نہیں کہ کعبہ کو فضیلت کلی حاصل ہے بلکہ اس کو یہ فضیلت جزوی ہے اور مؤمن کو فضیلت کلی ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ مجموع من 3 شروح، صفحہ 282، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

❁ اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم　　　جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں 157 ❁

یہ شعر اعلیٰ حضرت کا اپنا نہیں بلکہ جب داغ دہلوی کو آپ کا نعتیہ کلام سنایا گیا تو انہوں نے یہ شعر آپ کی شان میں کہا۔ بالفرض اگر یہ آپ نے بھی کہا ہو تو ایسا کہنا جائز ہے، کئی بزرگان دین سے ایسا کہنا تحدیث نعمت کے طور پر ثابت ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم کے کسی ایک مسئلہ کو لے کر کوفہ کے محدثین وفقہا پر دورہ کرتا اور جب دوسرے دن مجلس منعقد ہوتی تو امام اعظم فرماتے فلاں نے اس مسئلہ میں یہ کہا ہو گا اور فلاں نے یہ۔ امام ابو یوسف یہ سنکر حیران رہ جاتے اور امام اعظم اس پر فرماتے: "میں تمام علم کوفہ کا عالم ہوں۔"

(فتاویٰ اجملیہ، جلد 1، صفحہ 63، شبیر برادرز، لاہور)

میرا سینہ ایک صندوق ہے

❁ نیز: "میرا سینہ ایک صندوق ہے کہ جس کے سامنے کسی علم کا بھی سوال پیش کیا جائے، فوراً جواب مل جائے گا۔" 158 ❁

یہ بھی کوئی ناممکن اور قرآن وسنت کے خلاف نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے آپ نے سر عام فرمایا مجھ سے قیامت تک جو جو چیز ہونے والی ہے اس کا پوچھو بتا دوں گا چنانچہ امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابو عمر بن عبد البر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی "قال شهدت علي بن ابي طالب يخطب فقال في خطبته سلوني فو الله لاتسألوني عن شيء الى يوم القيمة الا حدثتكم به " ترجمہ: میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، باب فی ابتداء العالم جلسۃ بالفائدۃ و قولہ سلونی، جلد 1، صفحہ 138، دار الفکر، بیروت)

اسی طرح اور بزرگان دین کے متعلق اس طرح کی روایات ملتی ہیں۔

خود کو بطور عاجزی کتا کہنا

❁ احمد رضا صاحب ایک طرف تو اپنے بارے میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لے رہے اور دوسری طرف اپنے آپ کو دائرہ انسانیت سے خارج کرتے ہوئے نغمہ سرا ہیں:۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا　　　تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں 159

مزید:۔

تجھ سے دردر سے سگ اور سگ سے مجھ کو نسبت　　میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا160

ایک مرتبہ خاں صاحب بریلوی کے پیر صاحب نے رکھوالی کے لیے اچھی نسل کے دو کتے منگوائے، تو جناب بریلوی اپنے دونوں بیٹوں کو لیے اپنے پیر صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے: "میں آپ کی خدمت میں دو اچھی اور اعلیٰ قسم کے کتے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ انہیں قبول فرمالیجئے۔"161

تو یہ ہیں جناب احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت کے دونوں پہلو، ایک طرف تو وہ امام غوث قطب اور قاضی الحاجات وغیرہ کے القاب سے متصف ہیں اور دوسری طرف شرف انسانیت سے بھی گرے ہوئے ہیں اور انسان کی بجائے ایک ناپاک جانور سے خود کو تشبیہ دینے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔

خود کو بطور عاجزی کے کتا کہنا جائز ہے اور اسے انسانیت سے خارج سمجھنا صریح جہالت ہے۔ کسی کو بہادری کے سبب شیر کہا جاتا ہے تو کیا یہ اسے انسانیت سے خارج کرنا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کا لقب اسد اللہ تھا، اس کا مطلب ہے اللہ عزوجل کا شیر، اب وہابی اس کے متعلق کیا کہیں گے؟ چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں کہ بزرگان دین نے اپنے آپ کو بطور عاجزی ایسا فرمایا ہے:۔

ایران کے مشہور صوفی شاعر شمس الدین محمد المعروف حافظ شیرازی رحمۃ اللہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہیں:۔

شنیدم که سگاں را قلادہ می بندی　　چرا به گردن حافظ نمی نهی رسنے

ترجمہ: میں نے سنا ہے آپ نے اپنے کتوں کے گلے میں پٹا ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال دیتے!

(سگ مدینہ کہنا کیسا؟ صفحہ36، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت سیدنا شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ النورانی منقبتِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام میں فرماتے ہیں:۔

سگ درگاہِ جیلانی بہاؤ الدین ملتانی　　لقائے دینِ سلطانی محی الدین جیلانی

(سگ مدینہ کہنا کیسا؟ صفحہ37، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خود وہابی مولویوں کا بھی خود کو کتا کہنا ثابت ہے چنانچہ غیر مقلد وہابی مولوی عبد السلام مبارکپوری اپنی کتاب سیرت البخاری میں لکھتا ہے اور حضور سے متعلق اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے:۔

من نه همیں مدح سرائے شهم　　شاہ جهانم که سگ در گهمه

ترجمہ: میں نہ صرف رسول اللہ کا مدح سرا ہوں بلکہ شاہ جہاں ہوں کیونکہ میں رسول اللہ کی درگاہ کا کتا ہوں۔

(سیرت البخاری، صفحہ 25، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

مشہور غیر مقلد لیڈر پروفیسر ساجد میر کے دادا سابق امیر اہل حدیث مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنی کتاب "سراجا منیرا" میں عاشق رسول حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنے کے بعد ان کا ایک شعر نقل کرتا ہے:۔

تاب صلت کارِ پاکاں من از ایشاں نیستم　　چوں سگانم جائے دہ در سایہ دیوار خویش

اس کے بعد لکھتا ہے کہ میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں۔ (یعنی کتے سے بھی گیا گزرا ہوں۔)

(کتاب سراجا منیرا، صفحہ 91، 25، 102، مطبوعہ سیالکوٹ)

دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں خودکو مدینے کے کتوں میں شمار کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار   مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھکو مرغ و مار

(قصائد قاسمی، صفحہ 5، 7، مکتبہ رشیدیہ ملتان)

دیوبندی مولوی محمود الحسن گنگوہی اپنے متعلق کہتا ہے: "میں اتنا بڑا پیٹ کا کتا ہوں کہ دینی خدمات دنیا کے بدلہ کرتا ہوں۔"

(آداب الاختلاف، صفحہ 174، جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی)

اہل سنت کے نزدیک تو بطور عاجزی خودکو مدینے کا کتا، پیر کے در کا کتا کہنا جائز ہے۔ ظہیر صاحب کے نزدیک یہ کہنا جائز نہیں اور ایسا کہنے والا انسانیت سے خارج ہے، اس کے تحت وہابیوں کے یہ مولوی خود ان کے مذہب میں انسانیت سے خارج ہو گئے۔

تذکرہ علمائے اہل سنت بزبان ظہیر

جاتے جاتے ظہیر صاحب نے علمائے اہل سنت کا تذکرہ کیا اور ان پر الزامات کی کچھ یوں بوچھاڑ کی:۔

﴾ اس باب کے آخر میں ہم بریلوی مذہب کے چند اکابرین کا ذکر کرکے اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نعیم مراد آبادی ہیں۔ یہ 1883ء میں پیدا ہوئے۔ یہ جناب بریلوی کے ہم عصروں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی جناب بریلوی کی طرح توحید و سنت کی مخالفت، شرک و بدعت کی حمایت اور غیر شرعی رسم و رواج کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کا ایک مدرسہ بھی تھا جس کا نام شروع میں "مدرسہ اہل السنۃ" تھا، بعد میں تبدیل کرکے "جامعہ نعیمیہ" رکھ دیا گیا۔ اس مدرسے سے فارغ ہونے والے نعیمی کہلاتے ہیں۔ ان کی تالیفات میں "خزائن العرفان" جسے بعد میں جناب احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ قرآن کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔۔۔۔۔162

"اطیب البیان" جو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تصنیف "تقویۃ الایمان" کے جواب میں لکھی گئی اور "الکلمۃ العلیا" قابل ذکر ہیں۔ ان کی وفات 1948ء میں ہوئی۔163

بریلوی حضرات انہیں "صدر الافاضل" کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

بریلوی زعماء میں امجد علی بھی ہیں۔ یہ ہندوستان کے صوبہ اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اور مدرسہ حنفیہ جون پور میں تعلیم حاصل کی۔ جناب امجد علی احمد رضا صاحب کے بھی کچھ عرصہ تک زیر تربیت رہے اور ان کے مذہب کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی تصنیف "بہار شریعت" بریلوی فقہ کی مستند کتاب ہے، جس میں احمد رضا صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی احکام و مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔ ان کی وفات 1948ء میں ہوئی۔164

ان کے اکابرین میں سے دیدار علی بھی ہیں، جو نواب پور میں 1270ھ میں پیدا ہوئے اور احمد علی سہارن پوری سے تعلیم حاصل کی اور 1293ھ میں فارغ ہونے کے بعد مستقل طور پر لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا

جاتا ہے: "مولانا دیدار علی نے لاہور شہر کو وہابیوں اور دیوبندیوں کے زہریلے عقائد سے محفوظ رکھا۔" 165

ان کی وفات 1935ء میں ہوئی ان کی تالیفات میں "تفسیر میزان الادیان" اور "علامات وہابیہ" قابل ذکر ہیں۔

ان میں حشمت علی بھی ہیں۔ یہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے ان کے والد سید عین القضاۃ کے مریدوں میں سے تھے۔ یہ جناب بریلوی کے مدرسے منظر اسلام میں زیر تعلیم رہے۔ انہوں نے امجد علی صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 1340ھ میں فارغ ہوئے۔ اس طرح انہوں نے احمد رضا صاحب کے بیٹے سے بھی سند لی اور بعد میں جناب بریلوی کی تعلیمات پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔ احمد رضا صاحب کے بیٹے نے انہیں "غیظ المنافقین" کے لقب سے نوازا۔ 1380ھ میں سرطان میں مبتلا ہوئے اور پیلی بھیت میں وفات پائی۔ 166

ان کے قائدین میں سے احمد یار نعیمی بھی ہیں۔ یہ بدایون میں 1906ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے دیوبندیوں کے مدرسے "المدرسۃ الاسلامیہ" میں پڑھتے رہے پھر یہ نعیم مراد آبادی کے ہاں چلے گئے اور ان سے تعلیم مکمل کی۔ مختلف شہروں میں گھومنے پھرنے کے بعد گجرات میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور وہاں "جامعہ غوثیہ نعیمیہ" کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے اپنی کتاب "جاء الحق" میں جناب بریلوی کے مذہب کی تائید اور متبعین کتاب وسنت کی مخالفت میں کافی زور لگایا ہے۔

جناب احمد یار نے احمد رضا صاحب کے ترجمہ قرآن پر "نور العرفان" کے نام سے حاشیہ بھی لکھا ہے جس میں اپنے پیشتر قائدین کی طرح بڑے شدومد سے قرآن کریم کی بہت سی آیات کی تاویل ومعنوی تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ اسی طرح ان کی دو معروف کتابیں "رحمۃ الالہ بوسیلۃ الاولیاء" اور "سلطنۃ مصطفیٰ" بھی ہے۔ ان کی وفات 1971ء میں ہوئی۔ 167

یہ تھے بریلوی مذہب کے زعماء جنہوں نے اس مذہب کے اصول اور ضوابط وضع کیے اور جناب بریلوی کے لگائے ہوئے پودے کو پروان چڑھایا۔ اگلے باب میں ہم ان کے عقائد بیان کریں گے۔ واللہ الموفق!

شرعی واخلاقی تقاضہ تو یہ تھا کہ ظہیر صاحب ثابت بھی کرتے کہ اعلیٰ حضرت کے جانشینوں نے شرک وبدعت وغیر اسلامی رسموں کی ترویج کی ہے، ظہیر صاحب نے مفتی صاحب کے حاشیہ کے بارے کہا کہ اس میں تحریف سے کام لیا گیا ہے، خالی اس طرح کہنے سے ظہیر کی کوئی نہیں مانے گا بلکہ دلیل دینی ہوگی، پر افسوس شروع سے لے کر آخر تک ظہیر صاحب صرف الزام تراشی ہی کرتے رہے ہیں، اپنے دعووں کو ثابت نہیں کر پائے۔ ان علمائے اہل سنت نے اپنے زمانے کے ہر گمراہ فرقے سے مناظرے کئے اور مذہب اہل سنت کو حق ثابت کیا، مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ہندوؤں سے مناظرے کئے، اسلام پر لگائے ہوئے الزامات کے جوابات دیئے۔ ظہیر صاحب نے ان سب کو نظر انداز کر کے، اپنی نفرت کا اظہار کر دیا۔

حوالہ جات (البریلویہ)

135 انوار رضا، ص 272، ایضاً روحوں کی دنیا، مقدمہ ص 22

136 بستوی، ص 121، فتاویٰ رضویہ، جلد 12، المقدمہ، ص 13

137 وصایا شریف، ص 19

138 وصایا شریف، ص 24، ترتیب حسنین رضا

139 ایضاً

140 شرح الحقوق، مقدمہ، ص 8

141 ایضاً 7

142 ﴿ جی ہاں! احکام ومسائل کے نام پر قصے کہانیوں سے واقعی علماء کے کان آشنا نہیں۔ ﴾ وہابی شرک وبدعت کہنے اور سننے سے آشنا ہیں۔

143 بہار شریعت، جلد ا، ص 3

144 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد 11، ص 4

145 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد 5

146 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، ص 210

147 ایضاً، ص 263

148 ایضاً

149 ایضاً ص، 303

150 سوانح اعلیٰ حضرت، از بدر الدین، ص 110، وانوار رضا

151 روحوں کو دنیا، ص 26

152 انوار رضا، ص 65

153 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری، ص 12۔ ایضاً انوار رضا، ص 235

154 مدائح اعلیٰ حضرت، از ایوب علی رضوی، ص 5

155 نفحۃ الروح، از ایوب رضوی، ص 47، 48

156 حدائق بخشش، از بریلوی، ص 7

157 انوار رضا، ص 319، وایضاً حدائق بخشش

158 مقدمہ شرح الحقوق، ص 8

159 ایضاً، ص 11، حدائق بخشش، 43

160 حدائق بخشش، ص 5

161 انوار رضا، ص238

162 ﷺ اس کتاب کا رد مراد آباد ہی کے اہل حدیث مشہور عالم دین مولانا عزیز الدین مراد آبادی مرحوم نے اپنی کتاب "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" میں کیا ہے۔ اور نعیم الدین صاحب کے استدلالات کو باطل ثابت کیا ہے۔ ﷺ

باطل ثابت کیا نہیں بلکہ ڈھکو سلے مار کر باطل ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے، جس طرح ظہیر صاحب نے اہل سنت بریلوی عقائد کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

163 ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے اہل سنت اور حیات صدر الافاضل وغیرہ

164 حاشیہ الاستمداد، ص90، 91

165 ایضاً، ص94، تذکرہ علمائے اہل سنت 83

166 تذکرہ علمائے اہل سنت، از محمود بریلوی، ص 82، مطبوعہ کانپور

167 تذکرہ اکابر اہل السنہ، ص 5859، از اشرف قادری، الیواقیت المہریہ، ص39، سیرۃ سالک از کوکب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول: تعارفِ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ

ظہیر صاحب نے اس باب کا نام ''بریلویت'' رکھا تھا، جس میں انہوں نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ذات پر جھوٹے الزامات لگائے۔ اس باب میں ان الزامات کا جواب دیا جائے گا۔

فصل: تاریخ و بانی

﴿ بریلویت پاکستان میں پائے جانے والے احناف کے مختلف مکاتبِ فکر میں سے ایک مکتبہ فکر ہے۔ بریلوی حضرات جن عقائد کے حامل ہیں، ان کی تاسیس و تنظیم کا کام بریلوی مکتبہ فکر کے پیروکاروں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی نے انجام دیا۔ بریلویت کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔ 1

جناب احمد رضا ہندوستان کے صوبے اتر پردیش (یوپی) (2) میں واقع بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔ 3

بریلوی حضرات کے علاوہ احناف کے دوسرے گروہوں میں دیوبندی اور توحیدی قابل ذکر ہیں۔

بریلویت کے مؤسس و بانی راہنما علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نقی علی اور دادا رضا علی کا شمار احناف کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ 4

ان کی پیدائش 14 جون 1865ء میں ہوئی۔ 5۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ والدہ نے ان کا نام امّن میاں رکھا۔ والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا۔ 6

لیکن جناب احمد رضا ان اسماء میں سے کسی پر بھی مطمئن نہ ہوئے اور اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔ 7 اور خط و کتابت میں اسی نام کا استعمال کثرت سے کرتے رہے۔ ﴾

امام احمد رضاخان کا اپنانام عبدالمصطفیٰ رکھنا

یہ ظہیر کا بہتان ہے کہ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن کسی اور نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنانام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔آپ کا نام احمد رضا ہی تھا اور آپ نے عبدالمصطفیٰ نام نہیں رکھا تھا بلکہ یہ بطور لقب تھا۔عبدالمصطفیٰ بطور عَلَم (ذاتی نام) رکھنا آپ کے نزدیک مکروہ تھا چنانچہ فرماتے ہیں: ''فقیر کے اس بارے میں تین رسالے ہیں جو میرے مجموعہ فتاوٰی میں ہیں۔ایک دربارہ غلام مصطفیٰ اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔دوسرا دربارہ عبدالمصطفیٰ اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ توصیفاً بلا شبہہ جائز اور اجلہ صحابہ سے ثابت۔کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔''

(فتاوی رضویہ،جلد24،صفحہ669،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

فتاوی رضویہ میں عبدالمصطفیٰ بطور لقب رکھنے پر کثیر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:'' ابن بشران امالی اور ابواحمد دہقان جزءحدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا حمد و درود کے بعد فرمایا"ایھا الناس انّی قدعلمت انکم کنتم تونسون منّی شدّۃ وغلظۃ وذلک انی کنت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وکنت عبدہ وخادمہ" ترجمہ: لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی ودرشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گزار تھا۔

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو عبدالنبی ،عبدالرسول،عبدالمصطفیٰ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے،سب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ705، رضافاؤنڈیشن،لاہور)

امام احمد رضاخان کا رنگ

﴿ جناب احمد رضا کا رنگ نہایت سیاہ تھا۔ان کے مخالفین انہیں اکثر چہرے کی سیاہی کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ان کے خلاف لکھی جانے والی ایک کتاب کا نام ہی ''الطّین اللّازب علی الاسود الکاذب ''یعنی''

کالے جھوٹے کے چہرے پر چپک جانے والی مٹی'' رکھا گیا۔8

اس بات کا اعتراف ان کے بھتیجے نے بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں: ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ گہرا گندمی تھا۔ لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب وتاب ختم کر دی تھی۔''9

کسی کے کالے رنگ ہونے پر اس کے علم وفضل پر طعن کرنا نری حماقت ہے۔خود ظہیر جتنا سفید تھا سب کو پتہ ہے۔(اگر کسی نے ظہیر صاحب کا رنگ اور خشخشی داڑھی والی شکل دیکھنا ہو تو انٹرنیٹ میں You Tube پر دیکھ سکتا ہے۔) ظہیر صاحب کا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا، جھوٹ ہے۔دن رات کی محنت سے وہ چمک نہیں رہتی جو ابتداء میں ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا؟ ۔امام احمد رضا خان ہرگز کالے رنگ کے نہیں تھے بلکہ سفید رنگ بارعب شخصیت تھے۔ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:'' منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیۂ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ وسفید رنگ کے مالک تھے۔داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی، مگر نہایت خوبصورت تھی۔''

(مقالات یوم رضا، حصہ 3، صفحہ 17، رضا اکیڈمی، لاہور)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں:'' ان کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری (عاجزی وانکساری) کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔''

(افتتاحیہ حیاتِ رضا، صفحہ 17، عظیم پبلی کیشنز، لاہور)

پھر ظہیر صاحب نے یہ اپنے پاس سے ہی کہہ دیا کہ لوگ ان کے سیاہ چہرے پر طعن کرتے تھے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے کے حوالہ سے جو ظہیر صاحب نے کہا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ کو گہرا گندمی کہا، یہ بھی جھوٹ ہے۔انہوں نے چمکدار گندمی لکھا تھا۔ظہیر صاحب کو چمکدار گندمی کی صحیح عربی نہیں آئی تو انہوں نے "اسمر اللون" لکھ دیا۔اعلی حضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خان بریلوی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں'' ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ابتداء سے وصال تک مسلسل محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب وتاب ختم کر دی تھی۔''

(اعلیٰ حضرت بریلوی، صفحہ 20، مکتبہ نبویہ، لاہور)

امراض میں مبتلا ہونا

﴿ جناب احمد رضا نحیف وزار تھے۔(10) وردگردہ اوردوسری کمزورکردینے والی بیماریوں میں مبتلا تھے۔(11) کمر کی دردکا شکار رہتے۔12 ﴾

کثیر دینی خدمت کے سبب امراض کا شکار رہنا کوئی عیب نہیں۔گردوں کی تکلیف تھی لیکن جب آپ مکہ سے مدینہ کے سفر کی طرف چلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے صدقے رب تعالیٰ نے گردوں کے درد سے ہمیشہ کے لئے شفاء دے دی چنانچہ ملفوظات میں ہے:''24صفر 1324ھ کو کعبہ تن سے کعبہ جاں (یعنی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ) کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال (یعنی جھٹکوں) سے کیا حال ہوگا! والہذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی بلکہ جدہ سے براہِ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا۔مگر ان کے کرم کے صدقے! ان سے استعانت عرض (یعنی مدد کی درخواست) کی اور ان کا نام پاک لے کر اونٹ پر سوار ہوا۔ ہال (جھٹکے) کا ضرر پہنچنا در کنار وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی، دفعۃً دفع ہوگئی۔وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ2، صفحہ215، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

﴿ اسی طرح سر درد اور بخار کی شکایت بھی عموماً رہتی۔13 ﴾

ظہیر صاحب نے البریلویہ میں کہا تھا کہ انہیں شدید دردِ سر رہتا تھا۔مترجم صاحب نے لفظ شدید کا ترجمہ ہی نہیں کیا کیونکہ اصل حوالے میں لفظ شدید نہیں تھا بلکہ ظہیر صاحب نے بطور جھوٹ اپنی طرف سے شامل کیا تھا۔ملفوظات میں صرف اس قدر ہے:''الحمد للہ! کہ مجھے اکثرت حرارت دردِ سر رہتا ہے۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ119، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

کیا امام احمد رضا خان ایک آنکھ سے اندھے تھے؟

﴿ ان کی دائیں آنکھ میں نقص تھا۔اس میں تکلیف رہتی اور وہ پانی اتر آنے سے بے نور ہوگئی تھی۔طویل مدت تک علاج کراتے رہے مگر وہ ٹھیک نہ ہوسکی۔14

ایک مرتبہ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ انہوں نے سالن کھا لیا مگر چپاتیوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ ان کی بیوی نے کہا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے نظر ہی نہیں آئیں۔حالانکہ وہ سالن کے ساتھ ہی رکھی ہوئی

تھیں۔15 ﴾

آنکھ سے بے نور ہونا بھی کوئی علمی عیب نہیں ۔ مسجد نبوی کے ایک خطیب بھی نابینا ہیں ۔ یہاں بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ایک آنکھ بے نور ہوگئی تھی ۔ آپ کی دونوں آنکھیں الحمد للہ درست تھیں ۔ دراصل آپ کی داہنی آنکھ میں ایک چھوٹا سا حلقہ پڑ گیا تھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آپ کی آنکھ چند سالوں بعد موتیا کے سبب بے نور ہو جائے گی ۔ لیکن آپ نے موتیا کے مریض کو دیکھ کر وہ دعا پڑھی تھی جس کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مریض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے والا اس مرض میں مبتلا نہ ہوگا ۔ لہٰذا اس دعا کی برکت سے آپ موتیا کے مرض سے ساری زندگی محفوظ رہے ۔ پورا واقعہ آپ یوں فرماتے ہیں: ''جمادی الاولیٰ 1300ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال (یعنی مسلسل) دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے والان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا ۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا ۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی ۔ بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسطِ شے مرئی (یعنی نظر آنے والی چیز کے درمیان) میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا ۔ اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوا وہ نا صاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا ۔ یہاں اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر علاج چشم میں بہت سر برآوردہ تھا ۔ سینڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا ۔ میرے استاذ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے ۔ علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار رہے ۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا: ''کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست (یعنی خشکی) آگئی ہے ۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔'' مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی ۔ مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے، فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے (یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدا نا کردہ) پانی اتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی ۔) میں نے التفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزول آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا ۔ 1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا ۔ بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا ۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا ۔ انہوں نے بیس برس کہے تھے، انہوں

نے سولہ برس بعد چار کہے ۔ مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا ۔ الحمد للہ کہ بیس درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں ۔ یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائم معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے ۔ میں اگر انہی واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے تو ایک دفتر ہو۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 70، المکتبہ المدینہ، کراچی)

ظہیر صاحب کی تحریف دیکھیں کہ ملفوظات کے حوالے سے لکھ دیا کہ ساری زندگی وہ بے نور آنکھ ٹھیک نہ ہو سکی جبکہ اوپر واضح انداز میں بتایا گیا کہ آنکھ بے نور نہیں ہوئی تھی فقط تھوڑا سا حلقہ تھا جو مزید نہیں بڑھا ۔ ان کی بددیانتی ملاحظہ ہو ۔ باقی چپاتیاں نظر نہ آنا آنکھ کے بے نور ہونے کی دلیل نہیں ۔ کیا ایک آنکھ والے کو روٹی نظر نہیں آتی ؟ کسی سوچ میں گم ہونے کی وجہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔

اعلیٰ حضرت کا حافظہ

﴿ جناب بریلوی نسیان میں مبتلا تھے ۔ ان کی یادداشت کمزور تھی ۔ ایک دفعہ عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ان کے ماتھے پر ہے ۔ کافی دیر تک پریشان رہے، اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آ کر رک گئی ۔ تب پتہ چلا کہ عینک تو ماتھے پر تھی ۔ 16 ﴾

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن قوی حافظے کے مالک تھے اور ان کے قوی حافظے کی مثال فتاوی رضویہ میں موجود ہزاروں مسائل ہیں جو بے شمار جزئیات پر مشتمل ہیں ۔ ایک مفتی کے فتوے میں موجود دلائل اس کی علمیت و حافظے کی عکاسی کرتے ہیں کہ مفتی اپنے علم و حافظے کے سبب دلائل نقل کرتا ہے ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے حافظے و ذہانت کے متعلق فرماتے ہیں: ''میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا ۔ جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا ۔ جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا ۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے ۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں ! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی ۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 112، کمسٹیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

آپ کے قوت حافظہ کا عالم یہ تھا کہ تیس دنوں میں پورا قرآن حفظ فرما لیا چنانچہ جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضور (اعلیٰ حضرت) نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشیں کر لینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لئے پہلے روز کا کاشانہ اقدس سے آتے وقت سورۃ بقرۃ شریف تلاوت میں تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا۔ جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 252، کسمسر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب دارالافتاء میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتاء (سوال) آیا، دارالافتاء میں کام کرنے والوں نے پڑھا اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا اور جواب جزئیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا۔ فقہاء کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے ردالمحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاوی ہندیہ میں، خیریہ میں، یہ یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل و کمال نے علماء کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 255، کسمسر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

وہابیوں کے رد میں آپ نے علمائے حرم کے کہنے پر مکہ معظمہ میں دو دن میں علم غیب پر پوری کتاب "الدولة المكية" لکھ دی۔ باقی ظہیر کا عینک والی بات سے نسیان کا استدلال کرنا عجیب بات ہے۔ جو لوگ عینک استعمال کرتے ہیں انہیں بخوبی

تجربہ ہوگا کہ بعض اوقات عینک ماتھے یا سر پر کھڑی کر کے کام کرتے ہوئے ذہن سے نکل جاتا ہے کہ عینک کہاں ہے۔ مجھے امید ہے کہ عینک استعمال کرنے والے ظہیر کے اس بیوقوفانہ اعتراض پر ہنس رہیں ہوں گے۔

دنیا میں کئی مشہور سائنسدانوں، علمائے حضرات کے متعلق اس طرح کے واقعات کتابوں میں مذکورہ ہیں کہ وہ ذہن کسی اورطرف مرکوز ہونے کے سبب اس طرح کی بھول کرتے ہیں۔ مسند احمد اور مشکوۃ شریف کی ایک حدیث پاک ہے ''عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال إن رجالا من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم حین توفی النبی صلی اللہ علیہ و سلم حزنوا علیہ حتی کاد بعضہم یوسوس قال عثمان و کنت منہم فبینا أنا جالس فی ظل أطم من الآطام مر علی عمر رضی اللہ عنہ فسلم علی فلم أشعر أنہ مر ولا سلم فانطلق عمر حتی دخل علی أبی بکر رضی اللہ عنہ فقال لہ ما یعجبك أنی مررت علی عثمان فسلمت علیہ فلم یرد علی السلام وأقبل ہو وأبو بکر فی ولایۃ أبی بکر رضی اللہ عنہ حتی سلما علی جمیعا ثم قال أبو بکر جاءنی أخوك عمر فذکر أنہ مر علیك فسلم فلم ترد علیہ السلام فما الذی حملك علی ذلك قال قلت ما فعلت فقال عمر بلی واللہ لقد فعلت ولکنہا عبیتکم یا بنی أمیۃ قال قلت واللہ ما شعرت أنك مررت ولا سلمت قال أبو بکر صدق عثمان'' ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہوگئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس دوران کہ میں ایک ٹیلے کے سائے میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق میرے پاس سے گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہ چلا۔ جناب عمر فاروق نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری شکایت کی۔ پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر فاروق کے سلام کا جواب نہ دیا؟ میں نے کہا میں نے تو ایسا نہ کیا۔ عمر فاروق بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے خبر نہیں کہ تم گزرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ9، المکتب الإسلامی، بیروت)

خود امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس طرح کا واقعہ ہوجانے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رد المحتار میں ہے ہماری بات کی بعض کے اس قول سے تائید ہوتی ہے کہ عاقل وہ ہے جس کا کلام اور افعال درست ہوتے ہیں ماسوائے نادر موقع

کے۔ دیکھو! تصریح کرتے ہیں کہ اگر نادر العض کلمات وحرکات قانون عقل سے خارج بھی صادر ہوں، تو عاقل ہی کہا جائے گا۔ آگے چل کر فرماتے ہیں "فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش ونحوه اناطة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله وافعاله الخارجة عن عادته" قابل اعتمادبات یہ ہے کہ مدہوش اور اس جیسوں کا حکم ان سے خلل کے غلبے کی وجہ سے عادۃً صادر ہونے والے اقوال وافعال پر لگے گا۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ بعض اوقات کسی خیال کے استغراق یا تکلیف کی شدت یا فرحت کی کثرت یا اور کسی صورت سے وہ بات بیخودی کی اس سے صادر ہوجاتی ہے کہ جب خیال کرتا ہے تو خود ہی اسے تعجب ہوتا ہے، پھر کیا اس سے یہ لازم آسکتا ہے کہ اسے مسلوب الحواس ٹھہرادیں اور اس کے تصرفات کا نفاذ نہ مانیں، اور یہاں طول عہد مرض ایک قرینہ قویہ بھی ہے کہ اس کی پریشانی میں اگر نادر کسی ایسے فعل کا وقوع ہوجائے تو کچھ جائے تعجب نہیں۔ "فی ردالمحتار عن هشام ابن کلبی قال حفظت مالم یحفظ احد ونسیت مالم ینسه احد حفظت القران فی ثلثة ایام واردت ان اقطع من لحیتی مازاد علی القبضة فنسیت فقطعت من اعلاها" ردالمحتار میں ہشام بن کلبی سے منقول ہے اس نے کہا میں نے ایسا حفظ کیا جو کسی نے نہ کیا اور میں بھولا کہ اس طرح کوئی نہ بھولا۔ میں نے قرآن پاک تین دن میں حفظ کرلیا اور میں نے اپنی داڑھی کی مٹھی سے زائد مقدار کو کاٹنے کا ارادہ کیا لیکن بھول کر مٹھی کے اوپر سے بھی کاٹ دی۔

دیکھو ایسا صحیح الضبط قوی الدماغ آدمی جس نے روزانہ دس دس پارے قرآن مجید کے یاد کرکے تین روز میں کلام اللہ شریف پورا حفظ کرلیا، اس سے ایسی خطاء عظیم واقع ہوئی کہ جس پر وہ خود کہتے ہیں مجھ سے وہ بھول ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی، اب کیا اس نادربات پر ان کی قوت بالکل زائل اور مسلوب الحواسی حاصل پائی جائے گی؟ بالجملہ جب تک غالب افعال واقوال ایسے ہی نہ ثابت کئے جائیں۔ ہرگز بکار آمد نہیں کہ فقہائے کرام عدم اعتبار نادر کی تصریح فرماچکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ جلد 19، صفحہ 620، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت کو کیا طاعون ہوا تھا؟

﴿ ایک دفعہ وہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور خون کی قے کی۔ 17 ﴾

یہ بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت میں صاف لکھا ہے کہ آپ کو طاعون نہیں ہوا تھا کیونکہ آپ نے پہلے ہی طاعون زدہ کو دیکھ کر دعا پڑھی ہوئی تھی چنانچہ پورا واقعہ بیان کرتے ہوئے مفتی ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی اور بکری کا قورمہ تھا۔ گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں، یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے، بہتر ہے کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں (یعنی میزبانوں کو فرمائش کرنا عادت نہیں)۔ وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منھ بالکل بند ہوگیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اترتا تھا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کرسکتا تھا۔ یہاں تک کہ قراءت سریہ بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قراءت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون شدت تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا۔ اسلئے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے اور نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا'' جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔ الحمد للہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔۔۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی ''اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب'' (اے ہمارے رب! تیرا حبیب سچا ہے اور طبیب جھوٹا ہے۔) کسی نے میرے دہنے کان پر منھ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں۔ لوگ باری باری میرے لئے جاگتے تھے، اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھے۔ غرض بمشکل سمجھے۔ جب دونوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک

رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دیا لیا۔ پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمد اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ170، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اب دوبارہ ظہیر صاحب کی عبارت دیکھیں کہ اسی کتاب کے حوالے سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو طاعون ہوا جبکہ اس جگہ طاعون نہ ہونے کی نفی ہے، یہ جھوٹ وتحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

کیا اعلیٰ حضرت تیز مزاج اور فحش گو تھے؟

﴾ بہت تیز مزاج تھے۔ (18) بہت جلد غصے میں آجاتے۔ زبان کے مسئلے میں بہت غیر محتاط (19) اور لعن طعن کرنے والے تھے۔ فحش کلمات کا کثرت سے استعمال کرتے۔ بعض اوقات اس مسئلے میں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے اور ایسے کلمات کہتے کہ ان کا صدور صاحب علم وفضل سے تو درکنار کسی عام آدمی کے بھی لائق نہ ہوتا۔ ان کے ایک معتقد بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ مخالفین کے حق میں سخت تند مزاج واقع ہوئے تھے اور اس سلسلے میں شرعی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔20

یہی وجہ تھی کہ لوگ ان سے متنفر ہونا شروع ہو گئے۔ بہت سے ان کے مخلص دوست بھی ان کی عادت کے باعث ان سے دور ہوتے چلے گئے۔ ان میں سے مولوی محمد یسین بھی ہیں جو مدرسہ اشاعۃ العلوم کے مدیر تھے اور جنہیں جناب احمد رضا اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے وہ بھی ان سے علیحدہ ہو گئے۔21

اس پر مستزاد یہ کہ مدرسہ مصباح التہذیب جو ان کے والد نے بنوایا تھا، وہ ان کی ترش روئی، سخت مزاجی، بذات لسانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اس کے منتظمین ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے وہابیوں سے جا ملے اور حالت یہ ہو گئی کہ بریلویت کے مرکز میں احمد رضا صاحب کی حمایت میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا۔ باوجودیکہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت وہاں اپنی تمام تر سرگرمیوں سمیت موجود تھے۔22 ﴿

یہ سب بھی جھوٹ ہے۔ بہت تیز مزاج کا یہ مطلب نہیں کہ بڑی جلدی غصہ آجاتا تھا بلکہ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے

جسم میں حرارت زیادہ تھی جیسا کہ کئی لوگوں کو ہوتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔ میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا اور اگر پیوں تو با آنکہ (یعنی اس وجہ سے کہ) مزاج گرم ہے فوراً زکام ہو جاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی پانی کو منع کر دیا تھا۔ جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے۔ تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کی سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے اس میں کلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔ مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں، تازہ و باسی بکثرت پیا اور نفع ہی کیا۔''

(ملفوظات، حصہ 2، صفحہ 200، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

باقی ظہیر کا کہنا کہ لعن طعن کرتے، فحش کلمات کی کثرت کرتے تھے یہ بہتان ہے۔ آپ گمراہ گستاخ فرقوں کے عقائد کا شدومد سے رد ضرور کرتے تھے لیکن آج بھی ان کی تحریر گواہ ہے اس میں کسی قسم کی فحش گوئی نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''جب وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلا تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، انکو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، انکی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اسکی مولویت، بزرگی، فضیلت، کو خطرے میں لاؤ۔ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔''

(ایمان کی پہچان، صفحہ، 58، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بتائیں اس میں کیا فحش کلامی ہے؟ کیا ان کا یہ فرمان درست نہیں ہے؟ شروع سے ہی علمائے کرام اپنے دور کے گمراہ فرقوں کا اسی طرح شدومد سے رد فرماتے رہے ہیں۔ حدیث پاک میں اس کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم "خذلھم اللہ تعالی اجمعین" (اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار کرے۔) مسلمانوں کو بہکائے فتنہ وفساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے ﴿يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ اور خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا نہ شیطان کے مکر کو دفع

کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی کا کام ہوسکتا ہے۔ جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوتے ہیں۔ ادھر ہندو سے وداد واتحاد منایا، ادھر روافض ومرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سدِ فتنہ ناجائز ٹھہرایا، غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھری حلال کردیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گرو، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں، ان پر فرض ہے کہ روافض ومرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سدباب کریں، وعظ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں، حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لما ظهرت الفتن اوقال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفـ لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لايقبل الله منه صرفا ولا عدلا" بیاں ظاہر ہوں تو عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔''

جب بدمذہبوں کے دفع نہ کرنے والے پر لعنتیں ہیں تو جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب ولعنت اکبر ہوگی ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ اور ظالم جلدی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہر بدمذہب کے ساتھ سختی نہیں کرتے تھے بلکہ جو اپنی بدمذہبی پر جم جاتے تھے ان کے ساتھ سختی فرماتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مُذَبْذَب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہوجائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداءً بہت نرمی کی گئی۔ مگر چونکہ اِن کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہوگئی تھی اور مصداق ﴿ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ﴾ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا۔ اس وقت سختی کی گئی کہ ربّ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ اے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ لازم

ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ1، صفحہ90، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سنت متوارثہ یہی ہے کہ جہاں تک اپنی ذات کا تعلق ہو معاف کر دینا افضل ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کی پوری سیرت میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لیا ہو بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے معاف ہی فرمایا ہے چنانچہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔ وہ ان حضرات کے فرزندان روحی و معنوی ہیں جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ و رسول عز وعلا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کرلیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا اور رسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا اور تقریراً تحریراً اس کا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہوسکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ ذریات نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جو بات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، اذناب اسے کیا بناتے۔ آخر اسی غم میں ماردم بریدہ کی طرح پیچ و تاب کھائے، دل ہی دل میں جلتے۔ ﴿قُلْ مُوتُوْا بِغَيْظِكُمْ﴾ جب غصہ تاب سے باہر ہو جاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے اور سمجھتے کہ بہت بڑا کارنمایاں کیا۔ غرض اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھا لیا اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔ اس لئے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان میں تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔ اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سے پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کیلئے ذریعہ عبرت و نصیحت ہو۔ ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھئے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھئے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کو پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں، میں اس کا عادی ہوں۔ لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان

صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام واکرام جاگیر وعطیات سے مالا مال کر دیجئے، پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ومعذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام واکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشتہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان نہ پہنچایئے۔ ﴿کُلُّ امْرِءٍ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ﴾

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ164، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

دیکھیں! کس احسن انداز میں آپ نے اصلاح فرمائی۔ پتہ چلا کہ نخش گوئی اس وقت کے وہابیوں کا طرزِ عمل تھا لیکن کیا دور آ گیا ہے کہ ظہیر جیسے اعلیٰ حضرت کو نخش گو ثابت کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ ظہیر صاحب نے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ بھی تحریف سے بھرے پڑے ہیں۔ حیات اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مولوی یٰسین کے بارے میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں استاد کا درجہ دیتے تھے، اور وہ اعلیٰ حضرت کی نخش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ مکمل عبارت پیش خدمت ہے: ''اہل سنت کے لئے سوائے بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ اگرچہ بریلی میں 1312ھ میں ایک مدرسہ سرائے خام میں قائم ہوا تھا اور اس کا نام اشاعت العلوم تھا۔ اس کے بانی مولوی محمد یٰسین صاحب پنجابی شاگرد حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھے۔ یہ ایک زمانہ تک تو خاموشی کے ساتھ صرف درس وتدریس میں مشغول تھے۔ جب دیوبندیوں نے 1327ھ میں اپنی جماعت بندی اور جتھا قائم کرنے کے لئے ابتدائے قیام مدرسہ دیوبند سے اس وقت تک جتنے فارغ التحصیل ہوئے تھے یا وہاں پہنچ کر حدیث کا دورہ تمام کیا یا کچھ دنوں کے لئے شریک درس ہو گئے تھے اگرچہ کسی جگہ کے فارغ ہوں، ان سب کو بلا کر ان کی دستار بندی کر دی تھی۔ مولوی محمد یٰسین صاحب بھی انہیں لوگوں میں تھے کہ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے کتابیں تمام کیں، چند دنوں کے لئے دیوبند جا کر دورہ میں شرکت کی تھی، ان کی بھی دستار بندی دیوبندیوں نے کر دی تھی۔ اس زمانہ سے ان کا میلان دیوبندیوں کی طرف زیادہ ہونے لگا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں آمد ورفت میں کمی شروع کر دی تھی اور رفتہ رفتہ وہابی دیوبندی ہو گئے۔ ورنہ پہلے ان کے تعلقات اعلیٰ حضرت سے اچھے تھے اور اعلیٰ حضرت کو بمنزلہ اپنے استاذ کے سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اعلیٰ حضرت کی بے حد عزت کرتے اور بہت وقعت

کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 508، کمسمبر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس میں کہاں یہ لکھا ہے کہ وہ آپ کی نخش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر گئے تھے؟ پھر یہاں یہ لکھا ہے کہ مولوی یٰسین اعلیٰ حضرت کو اپنا استاد سمجھتے تھے، لیکن ظہیر صاحب نے اس کا الٹ کردیا کہ اعلیٰ حضرت انہیں اپنا استاد سمجھتے تھے۔

حضور پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت لکھی ہے اس میں بھی غضب ناک اور زبان دراز، کثرت سے لعنت بھیجنے والے، گالیاں دینے والے اور نخش گوئی کرنے والے الفاظ ظہیر کے اپنے ہیں جو انہوں نے تحریفی انداز میں پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ شرف ملت حضور عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت یوں نقل کرتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے لیکن کسی مقام پر تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین ناموس اسلاف کی حفاظت میں تیغ بُراں نظر آتے ہیں۔ دونوں کے طرز عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 99، مکتبہ قادریہ، لاہور)

دورانِ تعلیم قرآن کا واقعہ

﴾ جہاں تک بریلوی حضرات کا تعلق ہے تو دوسرے باطل فرقوں کی مانند اپنے امام وقائد کے فضائل و مناقب بیان کرتے وقت بہت سی جھوٹی حکایات اور خود ساختہ کہانیوں کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بریلوی حضرات اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ جھوٹ کسی کی قدر ومنزلت میں اضافے کی بجائے اس کی تذلیل اور استہزاء کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: "آپ کی ذہانت وفراست کا یہ عالم تھا کہ چار برس کی مختصر عمر میں جس میں عموماً دوسرے بچے اپنے وجود سے بھی بے خبر ہوتے ہیں، قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا۔ آپ کی رسم بسم اللہ خوانی کے وقت ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے لوگوں کو دریائے حیرت واستعجاب میں ڈال دیا۔ حضور کے استاد محترم نے آپ کو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھانے کے بعد الف، با، تا، پڑھایا۔ پڑھاتے پڑھاتے جب لام الف (لا) کی نوبت آئی تو آپ نے خاموشی اختیار فرمالی۔ استاد

نے دوبارہ کہا کہ کہو میاں لام الف! حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے پھر دوبارہ کیوں؟ اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خان صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا: بیٹا استاد کا کہا مانو۔ حضور نے ان کی طرف نظر کی۔ جد امجد نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا کہ بچے کو شبہ ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے۔ اب اس میں ایک لفظ مرکب کیوں آیا؟ اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو منکشف کرنا مناسب نہ تھا، مگر حضرت جد امجد نے خیال فرمایا کہ یہ بچہ آگے چل کے آفتاب علم وحکمت بن کر افق عالم پر تجلی ریز ہونے والا ہے، ابھی سے اسرار ونکات کے پردے اس کی نگاہ ودل پر سے ہٹا دیئے جائیں۔ چنانچہ فرمایا: بیٹا تمہارا خیال بجا ودرست ہے، لیکن پہلے جو حرف الف پڑھ چکے ہو وہ دراصل ہمزہ ہے اور یہ الف ہے، لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ چونکہ ابتداء ناممکن ہے، اس لئے ایک حرف یعنی لام اول میں لا کر اس کی ادائیگی مقصود ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں کہا تو کوئی بھی حرف ملا دینا کافی تھا لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ با، تا، دال اور سین بھی شروع میں لا سکتے تھے۔ جد امجد علیہ الرحمہ نے انتہائی جوش محبت میں آپ کو گلے لگا لیا اور دل سے بہت سی دعائیں دیں۔ پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃً خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے۔ لا یا لا اور سیرت اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام۔ 23

اس بے معنی عبارت کو ملاحظہ فرمایئے۔ اندازہ لگائیں کہ بریلوی حضرات چار برس کی عمر میں اپنے اعلیٰ حضرت کی ذہانت وفراست بیان کرنے میں کس قسم کے علم کلام کا سہارا لے رہے ہیں اور لغو قسم کے قواعد وضوابط کو بنیاد بنا کر ان کے ذریعہ سے اپنے امام کی علمیت ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خود اہل زبان عرب میں سے تو کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس لایعنی قاعدے کو پہچان سکے اور اس کی وضاحت کر سکے۔ لیکن ان عجمیوں نے الف اور لام کے درمیان صورت وسیرت کے لحاظ سے مناسبت کو پہچان کر اس کی وضاحت کر دی۔ ؎

شرف ملت عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حالانکہ بات ظاہر ہے کہ لام اور الف میں صورۃً مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے کہ لا سے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ لام بصورتِ الف اور الف بصورتِ لام لکھا گیا ہے اور سیرۃً مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا اسم لام (ل ام) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حروف تہجی کا پہلا حرف ''ا'' ہے، اس کا اسم الف (ا ل ف) ہے، اس کے

درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان صورۃً وسیرۃً مناسبت ہے، لہٰذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا، تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔ لا یہ وہ باریک نکتہ تھا جو امام احمد رضا نے بچپن میں سمجھ لیا اور نام کے ماہرین تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ 105 مکتبہ قادریہ، لاہور)

غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا

﴿ دراصل بریلوی قوم اپنے امام کو انبیاء اور رسل سے تشبیہ ہی نہیں بلکہ ان پر افضلیت دینا چاہتی ہے اور یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ ان کے امام و قائد کو کسی کی طرف سے تعلیم دینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا سینہ علوم و معارف کا مرکز و مہبط بن چکا تھا اور تمام علوم انہیں وہبی طور پر عطا کیے جا چکے تھے۔ اس امر کی وضاحت نسیم بستوی کی اس نص سے بھی ہو جاتی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: ''عالم الغیب نے آپ کا مبارک سینہ علوم و معارف کا گنجینہ اور ذہن و دماغ و قلب و روح کو ایمان و یقین کے مقدس فکر و شعور اور پاکیزہ احساس و تخیل سے لبریز فرما دیا تھا۔ لیکن چونکہ ہر انسان کا عالم اسباب سے بھی کسی نہ کسی نہج سے رابطہ استوار ہوتا ہے اس لیے بظاہر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) کو بھی عالم اسباب کی راہوں پر چلنا پڑا۔''24

یعنی ظاہری طور پر تو جناب احمد رضا صاحب نے اپنے اساتذہ سے اکتساب علم کیا مگر حقیقی طور پر وہ ان کی تعلیم کے محتاج نہ تھے کیونکہ ان کا معلم و مربی خود رب کریم تھا۔ ﴾

ظہیر نے بہتان لگاتے ہوئے دعویٰ یہ کیا ہے کہ سنی اعلیٰ حضرت کو انبیاء و رسل علیہم السلام پر ترجیح دیتے ہیں لیکن جتنے بھی حوالے دیے ہیں کیا ان میں ایک بھی حوالہ ایسا ہے جس میں کہا گیا ہو کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں؟ اس حوالے میں تو اللہ عز و جل کے اس فضل کا ذکر ہے جو اعلیٰ حضرت پر ہوا ہے اور ان کی سیرت و کتب سے واضح ہوتا ہے۔ اس طرح کے خصائص کئی بزرگانِ دین میں پائے جاتے ہیں جیسے حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے متعلق کتب سیرت میں ملتا ہے۔ ان خصائص سے انبیاء پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے جب غلام کا یہ حال ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔ مگر اسے وہی سمجھے گا جس کے دل میں انبیاء اور اولیاء کی محبت ہوگی نہ کہ وہ وہابی جن کے دلوں میں بدعت و شرک کے ابہام بھرے ہوئے ہیں۔

رہی یہ بات کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا یہ تو صریح کفر ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شیعوں کے عقائد پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان کا ہر تنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماعِ مسلمین کافر بے دین ہے۔ شفاء شریف، صفحہ 365 میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے "وکذلك نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الانبیاء" اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام، مطبع مصر، صفحہ 44 میں کلامِ شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں۔ ملا علی قاری شرح شفا، مطبوعہ قسطنطنیہ، جلد 2، صفحہ 526 میں فرماتے ہیں "ھذا کفر صریح" یہ کُھلا کفر ہے۔ منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر، مطبع حنفی، ص 146 میں ہے "ما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز کون الولی افضل من النبی کفر و ضلالۃ والحاد و جھالۃ" وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و جہالت ہے۔ شرح مقاصد، مطبوع قسطنطنیہ، جلد 2، ص 305 اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی تلمی، آخر فصل اول باب ثانی میں ہے "واللفظ لھا ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء" بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، مطبع مصر، جلد 1، ص 215 میں ہے "التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی" کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔ شرح عقائد نسفی، مطبع قدیم، ص 65 پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ، ص 215 میں ہے "واللفظ لھما (تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان اولا (کفر و ضلال کیف و ھو تحقیر النبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی الولی الخ باختصارہ" ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رَد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 175 میں ہے "النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ" نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے

والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔۔۔۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ262، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندیوں کے نزدیک امتی عمل میں اپنے نبی سے بڑھ سکتا ہے

البتہ دیوبندیوں کے امام قاسم نانوتوی کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے چنانچہ تحذیر الناس میں لکھتا ہے: ''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

(تحذیر الناس، صفحہ7، دارالاشاعت، کراچی)

اعلیٰ حضرت کو دردِ سر اور بخار رہنا

﴿ جناب بریلوی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں: ''دردسر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتے تھے۔'' آگے چل کر لکھتے ہیں: ''الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت اور دردسر رہتا ہے۔''25
جناب احمد رضا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی جسمانی کیفیت انبیاء کرام علیہم السلام سے مشابہت رکھتی ہے۔ ﴾

کسی جسمانی کیفیت انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہونا قابل اعتراض نہیں بلکہ باعث سعادت ہے۔ حضرت حسنین کریمین کا جسم مبارک حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کی طرح تھا چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "الحسن أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين الصدر إلى الرأس، والحسين أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان أسفل من ذلك" ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے سر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینے سے نیچے تمام بدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب اهل بيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم، جلد5، صفحہ660، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار نعمت کے طور پر کہا تھا کہ انہیں اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کے ایک عمل سے موافقت عطا فرمائی ہے۔ اصل کلام یہ ہے: ''دردِ سر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتے تھے۔ ایک ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ سر ہوا، آپ نے اس شکریہ میں تمام رات نوافل میں گزاردی کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے

مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا تھا۔ اللہ اکبر! یہاں یہ حالت کہ اگر برائے نام درد معلوم ہو تو یہ خیال ہوتا ہے کہ جلد نماز پڑھ لیں۔'' پھر فرمایا: ''ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس موضع (یعنی جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے۔ لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے جس سے باذنہ تعالیٰ تمام رگ رگ کے گناہ نکال لیتا ہے۔ الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت و درد سر رہتا ہے۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ118، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

صفت میں مشابہت ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دعویٰ نبوت کیا جا رہا ہے۔ لیکن ظہیر صاحب اپنی کم علمی میں اس سے باطل استدلال کر رہے ہیں، جو ان کی عادت ہے۔

ظہیر صاحب کا علمِ ابجد پر اعتراض

﴿ اپنی تقدیس ثابت کرنے کے لیے ایک جگہ فرماتے ہیں: میری تاریخ ولادت ابجدی حساب سے قرآن کریم کی اس آیت سے نکلتی ہے جس میں ارشاد ہے ﴿أُولٰـئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی روحانی تائید فرمادی ہے۔ 26 ﴾

یہ اعتراض علم ابجد کو نہ جاننے کی بنا پر ہے۔ جمل یا ابجد یا حروف کے اعداد کا تصور مسلمانوں میں بہت پرانا ہے، بزرگانِ دین اس کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ لوگ عہدِ رسالت میں اس سے آشنا تھے چنانچہ علامہ قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں ﴿الم﴾ کی بحث میں فرماتے ہیں ''أو إلى مدد أقوام وآجال بحساب الجمل كما قال أبو العالية متمسكاً بما روى أنه عليه الصلاة والسلام لما أتاه اليهود تلا عليهم الم البقرة فحسبوه وقالوا كيف ندخل في دين مدته إحدى وسبعون سنة، فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا: فهل غيره، فقال المص والر والمر، فقالوا خلطت علينا فلا ندري بأيها نأخذ، فإن تلاوته إياها بهذا الترتيب عليهم وتقريرهم على استنباطهم دليل على ذلك '' ترجمہ: یا بعض سورتوں کے شروع میں مذکور ان حروف مقطعات سے بحساب جمل بعض قوموں کی بقا کی میعاد کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابو العالیہ نے رسول اللہ کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب یہود آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں ﴿الم﴾ البقرۃ پڑھ کر سنائی تو انہوں نے حساب لگایا اور کہا کہ ہم ایسے دین میں کیسے داخل ہوں جس کی کل مدت ہی 71 سال ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے تو اس پر یہود نے

پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ پھر آپ نے آلمص، آلر، آلمر وغیرہ دیگر ایسی آیات پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے کہا آپ نے معاملہ ہم پر مشتبہ کر دیا، اب ہمیں سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ ہم ان میں سے کسے بنیاد بنا کر حساب لگائیں۔ یہود پر حضور کا ترتیب کے ساتھ آیات پڑھنا اور ان کے استنباط پر خاموش رہنا اس علم پر دلیل ہے۔

(أنوار التنزيل وأسرار التأويل،فی تفسیر، سورۃ البقرۃ، سورت2، آیت 1، جلد1، صفحہ 34، دار إحياء التراث العربي، بیروت)

کئی بزرگانِ دین انہی اعداد کے لحاظ سے اپنی تاریخ پیدائش نکالتے ہیں، اپنا تاریخی نام بھی اسی سے رکھتے ہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ جو 786 لکھا ہوتا ہے وہ بھی علم اعداد کے لحاظ سے ہے۔

معصوم و محفوظ میں فرق

﴿ نیز ان کے بارے میں ان کے پیروکاروں نے لکھا ہے: ''آپ کے استاد محترم کسی آیت کریمہ میں بار بار زبر بتا رہے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے جد امجد رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور کلام مجید منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب کی غلطی سے اعراب غلط لکھا گیا تھا۔ یعنی جو زیر حضور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زبان حق ترجمان سے نکلتا ہے وہی صحیح اور درست تھا۔ پھر جد امجد نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح بتاتے ہیں اسی کے مطابق پڑھو مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔''27

نتیجہ یہ نکالا کہ اعلیٰ حضرت صاحب کو بچپن سے ہی معصوم عن الخطاء کا مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ بریلوی حضرات نہ صرف یہ کہ مختلف واقعات بیان کر کے اس قسم کا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں بلکہ وہ اپنے امام و بانی کے متعلق صراحتاً اس عقیدے کا اظہار بھی کرتے ہیں چنانچہ عبدالکریم قادری صاحب لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی قلم و زبان ہر قسم کی لغزش سے محفوظ تھی۔ اور باوجودیکہ ہر عالم کی کوئی نہ کوئی لغزش ہوتی ہے مگر اعلیٰ حضرت نے ایک نقطے کی غلطی بھی نہیں کی۔''28

ایک دوسرے صاحب لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے اپنی زبان مبارک سے کبھی غیر شرعی لفظ ادا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھا۔''29

نیز یہ کہ اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے غلطیوں سے مبرا تھے۔ صراط مستقیم کی اتباع آپ کے اندر ودیعت کر دی گئی تھی۔30

انوار رضا میں ایک صاحب بڑے برملا انداز میں تحریر فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم اور زبان کو غلطیوں سے پاک کردیا تھا۔''31

مزید کہا جاتا ہے: ''اعلیٰ حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم اور غوث اعظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماتے تھے۔''32

ایک بریلوی شاعر اپنے اعلیٰ حضرت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ہے حق کی رضا احمد کی رضا　　احمد کی رضا مرضی رضا　　یعنی احمد رضا بریلوی33 ؎

اہل سنت ہرگز اعلیٰ حضرت کو نبی علیہ السلام کے برابر یا افضل نہیں مانتے اور نہ ہی کسی سنی عالم نے کسی کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یوں کہا ہے۔ علمائے کرام کا یہ کہنا کہ وہ ذہین تھے، خطا سے محفوظ تھے، ان کے قلم سے حق نکلتا تھا وغیرہ، کوئی غیر شرعی بات نہیں ہے۔ علمائے کرام نے یہ اعلیٰ حضرت کی تحریرات کو مدنظر رکھ کر فرمایا ہے کہ آپ نے جن گمراہ عقیدوں کا، غلط فتووں کا قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں رَد فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح فرمایا، آج تک گمراہ لوگ اس کا جواب نہیں دے سکے۔ شرعی طور پر انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے برعکس اولیاء کرام گناہوں سے پاک نہیں ہوتے البتہ اللہ عزوجل انہیں خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بددینی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے، بخلاف ائمہ واکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے، ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔''

(بہار شریعت، جلد1، حصہ1، صفحہ8، ضیاء القرآن، لاہور)

خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہل سنت سے خارج ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ187، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معصوم کسی بھی سنی عالم نے نہیں کہا اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا

ہے ۔ ہاں شرعی اعتبار سے خطاؤں سے محفوظ کہنا درست ہے ۔

دنیا میں کئی ایسے علماءکرام واولیائے کرام گزرے ہیں جن کے بچپن کی ذہانت کے متعلق واقعات موجود ہیں ۔ اللہ عزوجل کا اپنے پیارے بندوں کو علم لدنی عطا فرمانا مستند کتب میں مذکور ہیں ۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ چند دنوں میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا ۔ اگر امام احمد رضا خان جلد سبق یاد کرلیتے تھے تو اس میں کیا عجیب بات ہے؟ تصوف کے امام میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں: ''خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ماں کے پیٹ سے بہرہ ور با نصیب پیدا ہوئے ۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ خواجہ میرے پیٹ میں تھے ۔ ہر آدھی رات کو میرے پیٹ میں حرکت کرتے اور یا اللہ یا اللہ یا اللہ کی آواز نکالتے اور میں آدھی رات سے ایک پہر تک یہ آواز سنتی ۔''

(سبع سنابل ، صفحہ 438 ، فرید بک سٹال ، لاہور)

اگر مزید اس طرح کے واقعات لکھیں جائیں تو کئی صفحات بھر جائیں ۔ درحقیقت ظہیر کا ان واقعات کو عجیب سمجھنا اس لئے ہے جانہیں کہ وہابیوں میں آج تک نہ کوئی ولی پیدا ہوا اور نہ کوئی اتنا ذہین ۔ اولیاء اللہ اس گروہ میں پیدا ہوتے ہیں جو اولیاء اللہ کا احترام کرتے ہوں اور کرامات کو ماننے والے ہوں اور وہ صرف اہل سنت و جماعت ہیں ۔

﴿ ان کے ایک اور پیروکار لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت کا وجود اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا ۔''34 ﴾

اللہ عزوجل کی نشانی ہونے پر اعتراض کرنا بھی کم علمی کی دلیل ہے ۔ انبیاء علیہم السلام ، صحابہ کرام ، اولیاء کرام ، علمائے کرام اللہ عزوجل کی نشانیاں ہیں کہ یہ اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں ۔ قرآن پاک میں صفا اور مروہ پہاڑ کو اللہ عزوجل کی نشانی کہا گیا ہے ۔ ایک جگہ قربانی کے جانور کو اللہ عزوجل کی نشانی فرمایا گیا ، جب پہاڑ اور جانور اللہ کی نشانی ہو سکتے ہیں تو اشرف المخلوقات مسلمان کا اللہ عزوجل کی نشانی ہونا کوئی محال نہیں ۔ سورۃ حج میں فرمایا ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے ۔

(سورۃ الحج سورۃ 22 ، آیت 36)

اعلیٰ حضرت کی زیارت

﴿ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایک گستاخ اپنے امام وراہنما کے بارے میں کہتا ہے: ''اعلیٰ حضرت کی

زیارت نے صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم کردیا ہے۔'' 35 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت والا حوالہ تحریف شدہ ہے۔ اصل عبارت وواقعہ کو پیش کرتے ہوئے عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امام احمد رضا بریلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ تھے۔ وصایا شریف کے پہلے ایڈیشن کا کاتب اہل سنت وجماعت کا مخالف تھا۔ اس نے یہ عبارت تبدیل کردی اور غلط عبارت چھپ گئی۔ مرتب وصایا مولانا حسنین رضا خان نے وضاحت کی کہ میری مصروفیت کے سبب وصایا شریف ویسے ہی چھپ گیا۔ پھر انہوں نے مذکورہ بالا صحیح عبارت بھی بیان کردی کہ چونکہ میری غفلت اور بے تو جہی شامل ہے، اپنی غفلت سے تو بہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے صفحہ 24 میں اس عبارت کو کاٹ کر مذکورہ بالا لکھیں۔'' اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔''

(البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 112، مکتبہ قادریہ، لاہور)

وہابیوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس فرمان پر اعتراض ہے تو دیوبندیوں کے متعلق وہابی کیا حکم لگائیں گے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی الیاس (بانی تبلیغی جماعت) کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں۔

(سوانح مولانا محمد یوسف امیر تبلیغی جماعت، صفحہ 133 بحوالہ وصایا شریف، صفحہ 51)

دیوبندی مولوی ابوالحسن علی حسنی مولوی الیاس بانی تبلیغی جماعت کی مستند ترین سوانح عمری دینی دعوت میں رقمطراز ہیں: ''امی بی مولانا (الیاس بانی تبلیغی جماعت) پر بہت شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اکثر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے۔ کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔''

(کتاب مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، صفحہ 43۔ بحوالہ وصایا شریف صفحہ 50)

یہاں تبلیغی جماعت والوں کو صحابہ کی سی صورتیں کہا اور دوسری جگہ دیوبندیوں نے حد ہی کردی چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی کے مرنے پر دیوبندی اخبار ہفت روزہ خدام الدین لاہور نے شیخ الاسلام مدنی نمبر شائع کیا، اس میں صاف لکھا ہے: ''ایک دفعہ رات کے وقت بجلی ٹیوب کی روشنی میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کو دیکھا

کھدر کی ٹوپی کھدر کا کرتہ کھدر کا پائجامہ پہنا ہوا تھا سیدھے سادھے صحابی معلوم ہوتے تھے۔ ملخصاً۔''

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور شیخ الاسلام مدنی نمبر، ماخوذ از وصایا شریف، صفحہ 49)

﴿ مبالغہ آرائی کرتے وقت عموماً عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک بریلوی مصنف اس کا مصداق بنتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ساڑھے تین سال کی عمر شریف کے زمانے میں ایک دن اپنی مسجد کے سامنے جلوہ افروز تھے کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں تشریف لائے اور آپ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ نے (ساڑھے تین برس کی عمر میں) فصیح عربی میں ان سے کلام کیا اور اس کے بعد ان کی صورت دیکھنے میں نہیں آئی۔''36

ایک صاحب لکھتے ہیں: ''ایک روز استاد صاحب نے فرمایا: احمد میاں! تم آدمی ہو کہ جن؟ مجھے پڑھاتے ہوئے دیر لگتی ہے لیکن تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ دس برس کی عمر میں ان کے والد جو انہیں پڑھاتے بھی تھے ایک روز کہنے لگے: تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ پڑھاتے ہو۔''37 ﴾

بچپن کے یہ واقعات ناممکن نہیں ظہیر صاحب کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا چاہئے تھا کہ بچپن ایسا نہیں ہو سکتا۔ قرآن وحدیث سے ظہیر صاحب کیسے ناجائز ثابت کر سکتے تھے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے واقعات سے لے کر کئی بزرگان دین کے متعلق ایسے بے شمار مستند واقعات موجود ہیں چنانچہ بہجۃ الاسرار میں حضور غوث پاک سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دودھ پینے کے دور کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو سعد عبد اللہ بن سلیمان بن جعران ہاشمی جیلی رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ احمد جیلیہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: والدہ ماجدہ شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کا اس (سلوک) میں بڑا قدم تھا۔ ہم نے ان سے کئی مرتبہ سنا کہ وہ فرماتی ہیں جب میں نے اپنے بیٹے عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو جنا تو وہ رمضان شریف کے دن میں دودھ نہ پیتا تھا۔ رمضان کا چاند لوگوں کو غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا تو میرے پاس پوچھنے آئے میں نے کہا کہ (میرے بچے نے) آج دودھ نہیں پیا، پھر معلوم ہوا کہ یہ دن رمضان کا تھا اور ہمارے شہر میں اس وقت یہ بات مشہور ہو گئی کہ شریفوں (سیدزادوں) میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے کہ رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

(اسام الاولیا ترجمہ بہجۃ الاسرار، صفحہ 215، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

کیا اعلیٰ حضرت کا استاد قادیانی تھا؟

﴿ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ 38 ﴾

ظہیر صاحب کا اعلیٰ حضرت کے استاد غلام قادر بیگ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی کہنا صریح جھوٹ ہے۔ غلام احمد قادیانی کا بھائی 1883ء/1301ھ میں مرگیا تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کے استاد محترم مرزا غلام قادر بیگ کی پیدائش یکم محرم 1243ھ بمطابق جولائی 1827ء کی ہے اور سن وفات یکم محرم 1336ھ بمطابق 18 اکتوبر 1917ء ہے۔ مولانا مرزا غلام قادر بیگ نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک استفتا بھیجا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1305ھ میں تاریخی نام سے ایک رسالہ ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین'' لکھا۔ پھر یہی مولانا مرزا قادر بیگ 1310ھ میں کلکتہ سے استفسار کرتے ہیں۔ پھر 1311ھ میں کلکتہ ہی سے 1314ھ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہیں۔ یہ فتوے فتاوٰی رضویہ، جلد 22، صفحہ 152، فتاوٰی رضویہ، جلد 11، صفحہ 45، رضا فاؤنڈیشن، لاہور اور فتاوٰی رضویہ قدیم، جلد 3، صفحہ 32 میں موجود ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص 1301ھ میں فوت ہوا ہو پھر دوبارہ 1305ھ میں زندہ ہو جائے اور کئی سال تک فتوے طلب کرے؟

(ماخوذ از حاشیہ ملفوظات، حصہ 1 صفحہ 70، المکتبہ المدینہ، کراچی)

ایک مسلمان عالم دین کو نہ صرف قادیانی کہنا بلکہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے کے متعلق شرعی حکم بھی ملاحظہ فرمالیں۔
حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **"ایما امرء قال لاخیہ کافر فقدباء بھا احدھما ان کان کما قال والارجعت علیہ"** جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

(مسلم شریف، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر، جلد 1، صفحہ 79، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام احمد رضا خان کا پہلا فتویٰ

﴿ جناب بستوی صاحب کم سنی میں اپنے امام کے علم وفضل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''14 برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد قبلہ کی خدمت عالی میں پیش کیا۔ جواب بالکل درست (صحیح) تھا۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کے جواب سے آپ کی ذہانت وفراست کا اندازہ لگا لیا اور اس دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کردیا۔'' اس سے پہلے آٹھ سال کی

عمر مبارک میں آپ نے ایک مسئلہ وراثت کا جواب تحریر فرمایا: ''واقعہ یہ ہوا کہ والد ماجد باہر گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ کہیں سے سوال آیا آپ نے اس کا جواب لکھا اور والد صاحب کی واپسی پر ان کو دکھایا۔ جسے دیکھ کر ارشاد ہوا بمعلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امّن میاں (اعلیٰ حضرت) نے لکھا ہے۔ ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں اس جیسا کوئی بڑا مسئلہ لکھ کر دکھائے تو جانیں۔''39

اس نص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت صاحب نے آٹھ برس کی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز کر دیا تھا۔ مگر خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''سب سے پہلا فتویٰ میں نے 1286ھ میں لکھا تھا جب میری عمر 13 برس تھی۔ اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز اور دوسرے احکام فرض ہوئے تھے۔''40

یعنی بستوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے آٹھ برس کی عمر میں ہی وراثت جیسے پیچیدہ مسئلے کے متعلق فتویٰ صادر فرما دیا تھا جب کہ خود اعلیٰ حضرت صاحب اس کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں نے سب سے پہلا فتویٰ 13 برس کی عمر میں دیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے 14 برس کی عمر میں ہی تعلیم مکمل کر کے سند فراغت حاصل کر لی تھی۔41

مگر کئی مقامات پر خود ہی اس کی تردید بھی کر جاتے ہیں چنانچہ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق خیرآبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہے لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔''(42)

بستوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر 20 برس تھی۔43

اسی طرح بریلوی صاحب کے ایک معتقد لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے سید آل رسول شاہ کے سامنے 1294ھ میں شرف تلمذ طے کیا اور ان سے حدیث اور دوسرے علوم میں سند اجازت لی۔''44

ظفر بہاری صاحب کہتے ہیں: ''آپ نے سید آل رسول شاہ کے بیٹے ابوالحسین احمد سے 1296ھ میں بعض علوم حاصل کیے۔''45

بہرحال ایک طرف تو بریلوی حضرات یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ احمد رضا 13 برس یا 14 برس کی عمر میں

ی تمام علوم سے فارغ ہو چکے تھے دوسری طرف بے خیالی میں اس کی تکذیب بھی کر رہے ہیں۔ اب کسے نہیں معلوم کہ 1272ھ یعنی احمد رضا صاحب کی تاریخ پیدائش اور 1296ھ میں بھی بعض علوم حاصل کیے ہوں تو 14 برس کی عمر میں سند فراغت کے حصول کا کیا معنی ہے؟ مگر بہت دیر پہلے کسی نے کہہ دیا تھا ''لا ذاکـــرة لکذاب'' یعنی دروغ گو را حافظہ نباشد۔ (جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔) ﷺ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جو 8 سال کی عمر میں مسئلہ لکھا تھا وہ ایک اتفاقی تھا اور انہیں اس پر فتوی لکھنے کی اجازت نہ دی گئی اور 13 سال کی عمر میں باقاعدہ آپ نے فتویٰ نویسی شروع کی اور آپ کو اسی دن آپ کی مہارت کے سبب منصب افتاء عطا ہوا۔ لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔ پورا واقعہ یوں ہے: ''جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے 8 سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض (وراثت) تحریر فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی۔ جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امن میاں (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھادے تو میں جانوں۔ بتاریخ 14 ماہ شعبان 1286ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ذہن نقاد و طبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 323، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اوپر سب سے پہلا حوالہ بستوی صاحب سے نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ 14 برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اور اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے 13 برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اس 13 اور 14 میں آخر تضاد کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تضاد نہیں دراصل ظہیر صاحب نے بستوی صاحب کی عبارت یوں نقل کی تھی ''انه فرغ من التعليم والدراسة وجلس على مسند الافتاء وعمره لم يتجاوز الرابع عشرة سنة'' (اس کا صحیح ترجمہ یہ تھا) اعلیٰ حضرت جس وقت تعلیم و تدریس سے فارغ ہوئے اس وقت آپ کی عمر 14 سال سے زائد نہ تھی۔

(البریلویہ صفحہ 20، ترجمان السنہ لاہور)

یعنی آپ کی عمر 14 سال سے زیادہ نہیں تھی بلکہ کم تھی جو 13 سال اور کچھ مہینے بنتی ہے ۔جبکہ مترجم صاحب نے اپنی عادت تحریف کی تسکین کیلئے صحیح ترجمہ نہ کیا اور یہ لکھ دیا کہ آپ کی عمر چودہ سال تھی ۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حصول علم پر ظہیر کا اعتراض کرنا بھی بڑا عجیب ہے ۔کیا موجودہ دور میں درس نظامی سے فارغ ہو کہ مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ؟ B.A کر کے بندہ گریجویٹ بن جاتا ہے کیا مزید تعلیم حاصل کرنا اس کے گریجویٹ ہونے کے منافی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 14 سال کی عمر میں مروجہ علوم وکتب پڑھ لی تھیں ۔مزید تعلیم وراہ سلوک کی تعلیم کے لئے آپ دیگر حضرات کے پاس گئے ۔

علامہ عبدالحق سے اعلیٰ حضرت کا نہ پڑھنا

ظہیر صاحب کا یہ کہنا کہ عبدالحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علم منطق اس وجہ سے نہیں پڑھائی کہ آپ کی زبان مخالفین کے متعلق بہت سخت ہے ، بالکل جھوٹ ہے ۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان سے علم حاصل نہیں کیا تھا ۔واقعہ یوں ہے کہ رامپور میں جب اچانک آپ کی ملاقات علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ منطق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قاضی مبارک ۔یہ سن کر علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا ، اسی انداز پر جواب دیا گیا ۔آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے ، اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا ۔بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا تدریس ، افتاء تصنیف ۔(خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا) کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وہابیہ میں ۔علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سنی تھے ، مگر سنی گر نہ تھے ۔خاص حمایت دین کا کوئی شوق و ولولہ دل میں نہ رکھتے تھے ، (انہوں نے) فرمایا آپ بھی رد وہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے ۔یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا ۔اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو زیبا تھا یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں ۔ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو ۔اسلئے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے

شاگرد رشید اور علامہ عبدالحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی حمایت دین وثکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ (خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے متعلق) اس لفظ کو سن کر (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا: جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے کیا اور'' تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی'' مستقل کتاب مولوی اسماعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔ یہ سن کر مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیانِ سنت کی توہین وتحقیر سنی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 249، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ظہیر صاحب اور وہابیوں سے یہ بات ہضم نہیں ہوتی کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بچپن ہی سے بہت ذہین تھے، اس لئے وہ اِدھر اُدھر کے بے تکے اعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ خود دیوبندیوں سمیت وہابیوں کے کئی مولوی اعلیٰ حضرت کی علمی شان کے قائل ہیں چنانچہ وہابی ترجمان ہفت روزہ الاسلام لاہور میں لکھتا ہے: ''ہمیں ان (فاضل بریلوی) کی ذہانت وفطانت سے انکار نہیں ہے ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بالکل اوائل عمر میں ہی علوم درسیہ سے فارغ التحصیل ہوکر مسند درس وافتاء کی زینت بن گئے تھے۔''

(ہفت روزہ الاسلام، 23 جنوری 1976ء، لاہور)

یہ ظہیر کی کتاب ''البریلویۃ'' کی پہلی فصل پوری ہوئی۔ قارئین اندازہ لگالیں کہ اس مختصر سی فصل میں ظہیر نے کس قدر جھوٹ، بہتان اور تحریفات کی ہیں۔ آگے پوری کتاب اسی طرح کی لغویات سے بھری پڑی ہے۔

حوالہ جات (البریلویہ)

1 ملاحظہ ہو دائرۃ المعاف الاسلامیہ اردو، جلد ۴، ص ۴۸۵، مطبوعہ پنجاب، ۱۹۶۹ء

2 دائرۃ المعارف، جلد ۴، ص ۴۸۷

3 اعلیٰ حضرت بریلوی، مصنفہ بستوی، ص ۱۲۵، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری رضوی، مطبوعہ کراچی

4 تذکرۃ علمائے ہند، ص ۶۴

5حیات اعلیٰ حضرت، جلد ا، ص ا

6اعلیٰ حضرت، از بستوی، ص ۲۵

7ملاحظہ ہو ''من ھو احمد رضا'' از شجاعت علی قادری، ص ۱۵

8اس کتاب کے مصنف مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی مرحوم ہیں۔

﴿ بریلوی حضرات مصنف رحمہ اللہ کے اس پیرائے پر بہت جز بز ہوئے ہیں حالانکہ یہ ایسی بات نہیں ہے کہ اس پر چیں بہ جبیں ہوا جائے۔ مصنف یہاں جناب احمد رضا کا حلیہ بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ حلیہ بیان کرتے وقت کالی رنگت کا ذکر آ جانا معیوب شے نہیں ہے اور ندامت اور شرمندگی کا اظہار تو کسی عیب پر کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں ندامت سے بچنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں اور خود ساختہ عبارتوں سے کسی کتاب میں تردیدی دلائل کا ذکر کر کے کالے کو گورا کرنے کی سعی لا حاصل بہر حال بے معنی ہے۔ علامہ مرحوم نے حرمین شریفین کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا ذکر جس انداز سے کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

1: بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ ہم نے جناب احمد رضا صاحب کی رنگت کا ذکر کیوں کیا ہے حالانکہ یہ قابل اعتراض بات نہیں۔

2: اس کے جواب میں بعض حضرات نے سیاہ کو سفید ثابت کرنے کے لئے اپنی کتاب کے صفحات کو بھی بلاوجہ سیاہ کر دیا ہے۔

3: جواب میں کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ تو سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا اور رنگ کی آب و تاب بھی ختم ہو چکی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ گہرا گندمی رنگ کی کون سی قسم ہے۔ کیا ضرورت ہے ان تاویلات میں پڑنے کی؟ سیدھا اعتراف کیوں نہیں کر لیا جاتا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا۔

4: اس جواب میں جن لوگوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سفید تھا ان میں سے اب کوئی بھی موجود نہیں۔ یہ خود ساختہ دلائل ہیں۔

5: آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ بہر حال یہ عیب کی بات نہیں۔ کچھ لوگوں نے ہمارے حوالے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ ہم نے ان کی تردید ضروری سمجھی۔ ﴾

دنیا و آخرت میں روشن چہرے سُنّیوں کے ہیں

ظہیر صاحب اور مترجم صاحب نے بات کو تسلیم نہیں کیا مزید تحریفات کا سہارا لیا۔ علمائے اہل سنت کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے کہاں ہے کہ '' اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا۔'' حالانکہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتاب میں گہرا گندمی کا ذکر نہیں کیا بلکہ خالی گندمی کا ذکر کیا اور واضح دلائل کے ساتھ آپ کا سفید رنگ ہونے کے دلائل نقل کئے ہیں جس کے متعلق وہابیوں نے صرف یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ اہل سنت کے علماء نے بلاوجہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ حالانکہ وہابیوں کو رنگ سیاہ ہونے پر دلائل دینے چاہئے تھے۔ پھر ایک عجیب جواب یہ دیا ہے کہ ''سفید رنگ ہونے پر جن کے حوالے دیئے گئے ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں۔'' ظاہری بات ہے کہ حوالہ انہی لوگوں کا دیا جائے گا جنہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ ظہیر نے تو بغیر حوالہ ہی سیاہ رنگ ہونے کا کہہ دیا ہے۔ آخر میں جو جھوٹ بولا ہے کہ آج بھی احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ اگر وہابیوں کو مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے سے فرصت ملے تو عصر حاضر ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا دیدار کرلیں۔ ان کے پرنور انتہائی سفید سرخی مائل چہرے کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ واضح ہو جائے گا۔

بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک کی چلی ہے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادوں کا حسن بھی ملاحظہ فرمالیجئے:۔ ڈاکٹر محمد عبد النعیم عزیزی ایڈیٹر اسلامک ٹائمز اردو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے شہزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضور حجۃ الاسلام بہت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ وشکیل تھے۔ جانے کتنے غیر مسلم حتی کے عیسائی پادری بھی آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کا چہرہ ہی برہان تھا اور آپ صورت وسیرت ہر اعتبار اور ہر ادا سے اسلام کی حجت، حقانیت کی دلیل اور سچائی کی برہان تھے۔ جے پور، چتوڑ گڑھ، اودے پور اور گوالیر کے راجگان آپ کے دیدار کے لئے بیتاب رہا کرتے تھے اور آپ جب ان راجگان میں سے کسی کے شہر میں بسلسلہ پروگرام یا مریدین ومتوسلین کے یہاں آپ تشریف لے جاتے تھے تو آپ کی زیارت کے لئے امنڈ پڑتے تھے۔ کئی بدمذہب اور مرتدین صرف آپ کے چہرہ زیبا ہی کو دیکھ کر تائب ہوئے۔''

(فتاوی حامدیہ صفحہ 72 شبیر برادرز لاہور)

دوسرے شہزادے حضور مفتی اعظم ہند ابو البرکات محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے حضرت

مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی فرماتے ہیں: ''صورت نورانی، رنگ سرخی مائل سفید، قد میانہ، بدن نحیف، سر بڑا گول، اس پر عمامہ کی بہار، چہرہ گول، روشن وتابناک، نور برساتا ہوا، جسے دیکھ کر خدا کی یاد آجائے۔۔۔۔''

(فتاوٰی مصطفویہ صفحہ 34، شبیر برادرز، لاہور)

15 شوال المکرّم 1352ھ 1934ء میں لاہور میں جماعت اہل سنت اور دیوبندی جماعت کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک میٹنگ رکھی گئی، جو بعد میں مناظرہ میں تبدیل ہوگئی، دونوں طرف کے ذمہ داروں کی یہ خواہش تھی کہ گفتگو کے ذریعہ مسئلہ طے ہوجائے اور حق واضح ہونے پر حق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں ایک ہوجائیں۔ لہٰذا دیوبندی مکتبہ فکر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کا انتخاب ہوا اور جماعت اہل سنت کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا۔ آپ بریلی سے لاہور تشریف لے گئے، مگر ادھر تھانوی جی نہیں پہنچے۔ اس موقع پر حجۃ الاسلام نے جو خطبہ دیا وہ بے مثال خطبہ تھا اور سننے والے بڑے بڑے علما وفضلاء ان کی فصاحت وبلاغت اور علم وفضل کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

اسی موقع پر پنجابی مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی مناظر نہیں آیا تو چھوڑو، ان کے چہرے دیکھ لو (حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی جانب اشارہ کرکے) اور فیصلہ کرلو کہ حق کدھر ہے۔ (یعنی حامد رضا خان کا نورانی چہرہ ہی بتاتا ہے کہ آپ حق پر ہیں۔)

(مقدمہ فتاوٰی حامدیہ صفحہ 53، شبیر برادرز، لاہور)

ان ہستیوں کی بات چھوڑیں موجودہ دور کے سنی علماء اور وہابی مولویوں کے چہرے دیکھ لیں واضح ہوجائے گا کہ کن کا چہرہ نورانی ہوتا ہے۔ کئی وہابی مولوی مرے جن کے چہرے مرنے کے بعد دکھائے نہیں گئے کہ دیکھنے کے قابل نہیں تھے اور سنی علماء کے چہرے مرنے کے بعد چمکتے دیکھے گئے ہیں تو چہروں کا نورانی ہونا سنیوں کا خاصہ ہے اور قیامت والے دن یقیناً اہل سنت ہی کے چہرے روشن ہوں گے اور بدمذہبوں کے سیاہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ اونچالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔

(سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 106)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی اور وہابیوں کے بہت بڑے عالم مولوی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر میں اور ابن تیمیہ نے جامع الرسائل میں یہ روایت نقل کی ہے "فقال ابن عباس تبیض وجوہ أهل السنة وتسود

وجـوہ أهـل البـدعة" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اہل سُنّت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، فتح القدیر فی تفسیر، سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 106)

جس انداز سے ظہیر اور مترجم نے اعلیٰ حضرت اور ان کی اولاد کو سیاہ ثابت کرنے کے لئے سیاہ جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔ اس کا حکم خود حدیث سے سنئے چنانچہ شعب الایمان میں ہے ''عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: **((الـكـذب يسـود الوجه))** نبی کریم نے فرمایا: جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے۔

(شعب الإيمان، حفظ اللسان، جلد6، صفحہ456، مکتبۃ الرشد، الریاض)

9 اعلیٰ حضرت از بستوی، ص ۲۰

10 حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ظفر الدین بہاری، جلد ا، ص ۳۵

11 ملاحظہ ہو مضمون حسنین رضا درج شدہ اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۰

12 بستوی، ص ۲۸

13 ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۶۴۔

جناب عبد الحکیم صاحب کو شکایت ہے کہ مصنف نے یہاں بھی حضرت صاحب کی آنکھ کے نقص کا ذکر کیوں کیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی انسانی حلئے کا ایک حصہ ہے اور اس پر غیض وغضب کا اظہار کسی طور پر بھی روا نہیں۔ جواب میں قادری صاحب رقمطراز ہیں کہ: ''حقیقۃً یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ ہوا یہ کہ 1300ھ میں مسلسل ایک مہینہ باریک خط کی کتابیں دیکھتے رہے۔ گرمی کی شدت کے پیش نظر ایک دن غسل کیا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی تیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اتر آئی ہے۔ بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسط سے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔''

جناب قادری صاحب نے یہ عبارت ''ملفوظات'' سے ذکر کی ہے لیکن علمی بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مکمل عبارت تحریر کرنے کی بجائے عبارت کا اگلا حصہ حذف کر گئے ہیں۔ اس کے متصل بعد ملفوظات میں لکھا ہے: ''دائیں آنکھ کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوتا ہے (یعنی جس چیز کو دائیں آنکھ سے دیکھتے) وہ نا صاف اور دبا معلوم ہوتا۔''

اس عبارت کو چھوڑنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ قادری صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کی آنکھ کے نقص کو چھپانا چاہتے ہیں۔حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے۔کسی آنکھ میں نقص کا پایا جانا انسان کے بس کی بات نہیں رب کائنات کا اختیار ہے لہٰذا ہم قادری صاحب سے گذارش کریں گے کہ وہ اظہار ندامت کی بجائے اعتراف حقیقت کرلیں۔(ثاقب)

عجیب بات ہے پوری عبارت کی ہیرا پھیری خود کرتے ہیں اور علمی بددیانتی کا الزام شرف ملت حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پر لگاتے ہیں۔ہم نے پیچھے بھی کہا کہ آنکھ سے اندھا ہونا کوئی دینی عیب نہیں، لیکن تشویش اس بات کی ہے کہ ایک عظیم شخصیت کو محض عداوت کی وجہ سے اندھا ثابت کیا جارہا ہے۔ملفوظات کی مکمل عبارت اوپر پیش کی گئی ہے جس میں صراحت ہے کہ صرف آنکھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ حلقہ پڑا تھا جو مزید نہ بڑھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آنکھ موتیا سے بے نور ہوجائے گی لیکن وہ دعا کی برکت سے بے نور نہیں ہوئی۔اتنا حصہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:''مقدمہ نزول آب ہے (یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدا نا کردہ) پانی اتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی۔) میں نے التفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزول آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔ 1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا۔ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔انہوں نے بیس برس کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔الحمد للہ کہ بیس در کنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 70، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

مترجم صاحب نے جو عبارت مزید دلیل کے طور پر پیش کی ہے کہ:''وہ نا صاف اور دیا معلوم ہوتا۔'' اس عبارت میں ہی مترجم صاحب کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے کہ نا صاف دکھائی دینے اور بالکل نہ دکھائی دینے میں فرق ہے یا نہیں؟

مترجم نے اوپر لکھا کہ ''حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے'' تو مترجم ومصنف کی عقل میں یہ کیوں نہ آیا کہ یہ ایسی خرابی وعیب بھی نہیں کہ جسے بیان کرکے کسی مسلمان کو گندہ کرنے کی ناپاک وناکام کوشش کی جائے۔

14 ملفوظات ص ۲۱،۲۰۔

ﷺ بریلویت کے موسس ومجدد جناب احمد رضا نہایت فحش اور غلیظ زبان استعمال کرتے تھے۔ ذیل میں ان کی غیر مہذبانہ زبان کے چند نمونے ذکر کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب وقعات السنان میں رقمطراز ہیں: ضربت مرداں دیدی قمت رحمٰن کشیدی۔ تھانوی صاحب! اس دسویں کہاوی پر اعتراضات میں ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالئے۔ دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔ کیا اتنی ضربات عظیم کے بعد بھی نہ سوجی ہوگی۔ (وقعات السنان ص 51 مطبوعہ کراچی بحوالہ ''شریعت حضرت محمد مصطفیٰ اور دین احمد رضا'' از ملک حسن علی بی اے علیگ)
رسلیا کہتی ہے میں نہیں جانتی میری ٹھہرائی پر اتر ـــــ دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو۔ (ایضاً) اف ری رسلیا تیرا بھول پن۔ خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔ (وقعات السنان، ص 60)
رسلیا والے نے ـــــ اپنی دوشتی میں تیرا احتمال بھی داخل کرلیا۔

(وقعات السنان، ص 27)

اپنی کتاب خالص الاعتقاد میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق لکھتے ہیں: ''کبھی کسی بے حیاء ناپاک گھنونی سی گھنونی بے باک سے بے باک۔ پاجی کمینی گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابلے بے دھڑک ایسی حرکات کیں؟ آنکھیں میچ کر گندہ منہ پھاڑ کر ان پر فخر کئے؟ انہیں سربازار شائع کیا؟ اور ان پر افتخار ہی نہیں بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی، حیاوار، شرمیلی، بانکی، نکیلی، ہیٹھی، رسیلی، اچپل البیلی، چنچلا نیلی، اجودھیا باشی آنکھ بیتان لیتی اوبچی ہے ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں گھونگھٹ اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ وہ تراشا اور اس کا نام ''شہاب ثاقب'' رکھا ہے۔''
(خالص الاعتقاد، ص 22)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں: ''کفر پارٹی وہابیہ کا بزرگ ابلیس لعین ـــــ خبیثو! تم کافر ٹھہر چکے ہو۔ ابلیس کے مسخرے، دجال کے گدھے ـــــ ارے منافقو ـــــ وہابیہ کی پوچ ذلیل، عمارت قارون کی طرح تحت الثریٰ پہنچی نجدیت کے کوے سکتے، وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوح گستاخ بھڑکتے۔''
(خالص الاعتقاد، ص 2 تا 20)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں: ''سرکش، طاغی، شیطان لعین، بندہ داغی۔''

(الامن والعلی، ص 112)

فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "غیر مقلدین و دیوبندیہ جہنم کے کتے ہیں۔ رافضیوں (شیعہ) کو ان سے بدتر کہنا رافضیوں پر ظلم اور ان کی شان خباثت میں تنقیص ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 2، ص 90)

سبحان السبوح میں ارشاد کرتے ہیں: "جو شاہ اسماعیل اور نذیر حسین وغیرہ کا معتقد ہوا، ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔ غیر مقلدین سب بے دین، پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔"

(سبحان السبوح، ص 134)

بدمذہبوں کو زجر کرنا

مترجم صاحب کی کم عقلی اور کم علمی کا اندازہ لگائیں کہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ کونسی کتاب کس کی ہے؟ وقعات السنان اعلیٰ حضرت کی کتاب نہیں ہے۔ یہ مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے اور مترجم صاحب نے اسے اعلیٰ حضرت کی تصنیف ٹھہرا کر، عبارات توڑ موڑ کر بے ربط نقل کی ہیں اور اسے فحش کلامی پر محمول کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ آپ یہ کتاب پوری پڑھ لیں کہیں بھی ایسی پیش کی گئی عبارات نہیں ملیں گی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جگہ جگہ لفظ رسلیا استعمال کیا گیا ہے۔ رسلیا کا مطلب ہے رنگیلا۔ اس لفظ کو استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہابی مولوی اپنی گستاخانہ عبارات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی باطل تاویلیں کرتے ہیں۔ اس قسم کے الفاظ ان کے دلائل کو زجر کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں کہ گستاخی الفاظوں کے ہیر پھیر سے نہیں چھپتی۔ اس طرح کے الفاظ بطور زجر کہنے کی کئی مثالیں کتب احادیث وغیرہ میں موجود ہیں۔ المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمیر بن وہب کے متعلق کہا "هذا الكلب عدو الله عمير بن وهب ما جاء إلا لشر" ترجمہ: یہ کتا اللہ عزوجل کا دشمن عمیر بن وہب شر کے ارادے سے آیا ہے۔

(المعجم الکبیر، باب العین، جلد17، صفحہ58، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ)

حدیث پاک میں والدین کو گالی دینے والے کو لعنتی کہا گیا ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث پاک ہے "عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((ملعون من سب أباه، ملعون من سب أمه))" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملعون ہے جو اپنے ماں، باپ کو گالی دے۔

(مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، جلد5، صفحہ83، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جب ماں،باپ کوگالی دینے والا ملعون ہے تو گستاخ رسول کیوں ملعون نہیں؟ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کورب تعالیٰ نے حرامی کہا چنانچہ فرمایا ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: درشت خُو اس سب پرطرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

(سورۃ القلم،سورۃ 68،آیت13)

دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جو اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

(سورۃ المجادلۃ،سورت 58،آیت20)

گستاخ کافرحکم بن ابی العاص اور اس کی اولاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون کہا چنانچہ ''اخبار مکۃ'' میں حضرت ابوعبد اللہ محمد بن اسحاق المکی الفاکہی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے منبر پر کھڑے ہوکرفرمایا "إن الحکم بن أبی العاص وولدہ ملعونون علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ترجمہ: بے شک حکم بن ابی العاص اوراس کی اولاد کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنتی قرار دیا۔

(أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ، جلد1، صفحہ 355، دار خضر،بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گستاخوں کو بدتر،جہنم کے کتے کہا، وہ آپ نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ احادیث کا فیصلہ ہے چنانچہ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: ''بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہرنجس سے بدترنجس ہیں۔حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ)) جہان سے بدتر ہیں۔دوسری حدیث میں ہے ((اصحاب البدع کلاب اھل النار)) یہ لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد6،صفحہ499،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

15 انواررضا ص ۳۶۰

16 حیات اعلیٰ حضرت ص ۶۴

17 ایضاً ص ۲۲

18 انواررضا ص ۳۵۸

19 الفاضل البریلوی مصنفہ مسعود احمد ص ۱۹۹

20 مقدمہ مقالات رضا از کوکب، ص ۳۰ مطبوعہ لاہور
21 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۱۱
22 ایضاً، ص ۲۱۱
23 البریلوی، از بستوی، ص ۲۶، ۲۷، انوار رضا، ص ۳۵۵ وغیرہ
24 انوار رضا، ص ۳۵۵، بستوی ص ۲۷
25 ملفوظات، جلد ا، ص ۶۴
26 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ا
27 بستوی، ص ۲۸، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۲
28 یادِ اعلیٰ حضرت، از عبدالحکیم شرف قادری، ص ۳۲
29 مقدمہ الفتاویٰ الرضویہ، جلد ۲، ص ۱۵، از محمد اصغر علوی
30 انوار رضا، ص ۲۲۳
31 ایضاً ۱۷۲
32 ایضاً ۲۷۰
33 باغ فردوس، مصنفہ ایوب رضوی، ص ۷
34 انوار رضا، ص ۱۰۰
35 وصایا شریف، ص ۲۴
36 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ۲۲
37 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، ص ۶
38 بستوی، ص ۳۲
39 اعلیٰ حضرت بریلوی، ص ۳۲
40 من ہو احمد رضا، از قادری ص ۱۷۔

یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ حضور کی شریعت میں نماز دس برس کی عمر میں فرض ہے اور جناب احمد رضا پر

نماز ۱۳ برس کی عمر میں فرض ہوئی (ناشر)

وقتِ بلوغت

ایک سے بڑھ کر ایک جاہل ہے ۔یہاں ناشر صاحب نے اپنی کم علمی میں اعتراض کردیا اور یہ پتہ ہی نہیں کہ نماز کب فرض ہوتی ہے؟ نماز کس عمر میں فرض ہوتی ہے اس کے متعلق امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں ،قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہوجائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہوسکتا''فی الدر المختار فان لم یوجد فیھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی'' درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

(فتاوی رضویہ،جلد6، صفحہ477، رضافاؤنڈیشن،لاہور)

پتہ چلا کہ فقہ حنفی میں نماز تب فرض ہوتی ہے جب عمر پندرہ سال ہوجائے یا پندرہ سال سے قبل احتلام ہوجائے ۔فقہ حنفی کا یہ مسئلہ احادیث وصحابہ کرام وائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ماخوذ ہے چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر قال عرضت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جیش وأنا ابن أربع عشرۃ فلم یقبلنی فعرضت علیہ من قابل فی جیش وأنا ابن خمس عشرۃ فقبلنی قال نافع وحدثت بھذا الحدیث عمر بن عبد العزیز فقال ھذا حد ما بین الصغیر والکبیر ثم کتب أن یفرض لمن یبلغ الخمس عشرۃ ۔۔۔ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند أھل العلم،وبہ یقول سفیان الثوری،وابن المبارك، والشافعی،وأحمد، وإسحاق یرون أن الغلام إذا استکمل خمس عشرۃ سنۃ فحکمہ حکم الرجال وإن احتلم قبل خمس عشرۃ فحکمہ حکم الرجال "ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی تو ایک غزوہ میں جانے کے لئے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا،آپ نے قبول نہ فرمایا۔پھر دوسرے غزوہ کے لئے پیش ہوا، اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے مجھے جہاد کیلئے قبول فرمالیا۔حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی تو

انہوں نے فرمایا کہ پندرہ سال بڑے ہونے کی حد ہے پھر لکھا کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے اس پر (نماز، روزہ) فرض ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ حضرت سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق فرماتے ہیں کہ جب لڑکے کی عمر پندرہ سال ہو یا اس سے قبل اسے احتلام ہو جائے تو اس کا حکم مردوں کے حکم کی طرح ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی حد بلوغ الرجل والمرأۃ جلد3، صفحہ633، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

41 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ۳۳۔ ایضاً انوار رضا، صفحہ ۳۵۷ وغیرہ

42 بہاری، ص ۱۳۳، ایضاً انوار رضا، ص ۳۵۷

43 نسیم بستوی، ص ۳۵

44 انوار رضا، ص ۳۵۶

45 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۳۵، ۴۴

فصل: خاندان

کیا اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان سے تھے؟

﴿ جناب احمد رضا کے خاندان کے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہوسکا کہ ان کے والد اور دادا کا شمار احناف کے علماء میں ہوتا ہے۔البتہ جناب بریلوی صاحب کے مخالفین الزام لگاتے ہیں کہ ان کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا۔انہوں نے ساری عمر تقیہ کیے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تاکہ وہ اہل سنت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔ان کے مخالفین اس کے ثبوت کے لیے جن دلائل کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے چند ایک یہاں بیان کیے جاتے ہیں:جناب احمد رضا کے آباء اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ان کا شجرہ نسب ہے: احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔46 ﴾

یہاں ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت اور ان کے آباؤ اجداد رحمہم اللہ کو شیعہ ٹھہرانے کی ناکام و باطل کوشش کی ہے۔لیکن ایک سچ ان سے نقل گیا کہ ان کے مخالفین ان کو شیعہ کہتے ہیں۔تو مخالفین کا کام ہی الزام لگانا ہوتا ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور انکے آباؤ اجداد ہرگز شیعہ نہیں تھے بلکہ سنی حنفی اور اہل علم حضرات تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا ردّ شیعیت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رَدِّ شیعیت میں متعدد رسائل لکھے ہیں۔جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

(1) ردّ الرفضۃ (تبرائی رافضیوں کا رد بلیغ)

(2) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملا عنہ (روافض کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلافصل کا شدید رد)

(3) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہندو بیان الشہادۃ (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

(1) غایۃ الحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (پہلے خلیفہ برحق کی تحقیق)

(2) الکلام البھی فی تشبیہ الصدیق بالنبی (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہتیں)

(3) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقیٰ (آیہ کریمہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ کی تفسیر اور مناقب

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(4) مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین (شیخین کریمین کی افضلیت پر مبسوط کتاب)

(5) وجه المشرق بجلوة اسماء الصديق والفاروق (شیخین کریمین کے وہ اسماء مبارکہ جو احادیث میں وارد ہیں)

(6) جمع القرآن وبم عزوه لعثمان (قرآن کریم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع القرآن کیوں کہتے ہیں؟)

مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(1) البشرى العاجله من تحف آجله (تفضیلیہ اور مفتقانِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد)

(2) عرش الاعزاز والاكرام لاول ملوك الاسلام (مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(3) ذب الاهواء الواهية في باب الامير معاوية (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مطاعن کا جواب)

(4) اعلام الصحابة الموافقين للامير معاوية وام المومنين (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے؟)

(5) الاحاديث الراوية لمدح الامير معاويه (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کی احادیث)

ردِّ تفضیلیہ

(1) الجرح الوالج في بطن الخوارج (تفضیلیہ اور مفتقہ کا رد)

(2) الصمصام الحيدرى على حمق العيّار المفترى (تفضیلیہ اور مفتقہ کا رد)

(3) الرائحة العنبريّه عن الجمرة الحيدريه (مسئلہ تفضیل اور تفضیل من جمیع الوجوہ کا بیان)

(4) لمعة الشمعر لهدى شيعة الشنعه (تفضیل و تفسیق کے متعلق سات سوالوں کے جواب)

ابو طالب کا حکم

(1) شرح المطالب في مبحث ابى طالب (ایک سو کتب تفسیر وعقائد وغیرہا سے ایمان نہ لانا ثابت کیا۔)

ان کے علاوہ رسائل اور تصائد جو سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں وہ شیعہ وروافض کی تردید ہیں۔ کیونکہ شیعہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے ،اس لئے کہ حضرت غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 131، مکتبہ قادریہ، لاہور)

جس قدر اعلیٰ حضرت نے شیعہ مذہب کا رد لکھا، اتنا کسی وہابی ،دیوبندی نے نہیں لکھا۔ مگر شدت پسندی کی انتہا دیکھیں کہ کتنی جرأت سے شیعہ کہہ کر کے اسے تقیہ پر محمول کر دیا۔ پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک تقیہ کس چیز کا نام ہے؟ خود وہابیوں کے گروہ دیوبندیوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رَدِّ شیعیت کو تسلیم کیا۔ دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز قاضی مظہر حسین دیوبندی آف چکوال لکھتے ہیں: ''مسلک بریلویت کے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم نے بھی ہندوستان میں فتنہ رفض کے انسداد میں بہت مؤثر کام کیا ہے۔ روافض کے اعتراضات کے جواب میں اصحاب رسول کی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ بحث ماتم کے درمیان مولانا بریلوی کے فتاویٰ نقل کئے جا چکے ہیں۔ منکرین صحابہ کی تردید میں رد الرفضہ۔۔۔۔۔ رد تعزیہ داری الادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنۃ وغیرہ آپ کے یادگار رسائل ہیں جن میں سنی شیعہ نزاعی پہلو سے آپ نے مذہب اہلسنت کا مکمل تحفظ کر دیا ہے۔''

(بشارات الدارین، صفحہ 529)

دیوبندی امیر عزیمت بانی نام نہاد سپاہ صحابہ حق نواز جھنگوی کہتا ہے: ''علامہ (احمد رضا) بریلوی جن کا قائد جن کا راہنما بلکہ بقول بریلوی علماء کا مجدد احترام کے ساتھ نام لوں گا۔ احمد رضا خان نے تو یہاں تک شیعہ سے نفرت دلائی ہے کہ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اگر شیعہ کنویں میں داخل ہو جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ہے یا کچھ ڈول نکالنے کے بعد کنویں کا پانی پاک ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: کنویں کا سارا پانی نکال دیں جب کنواں پاک ہوگا اور وجہ لکھتے ہیں کہ شیعہ سنی کو ہمیشہ حرام کھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اس سے اور کچھ بھی نہ ہو سکا تب بھی وہ اہل سنت کے کنویں میں پیشاب ضرور کر آئے گا۔ اس لئے اس کنویں کا سارا پانی نکال دینا لازمی اور ضروری ہے۔''

(حق نواز جھنگوی کی 15 تاریخ ساز تقریریں، صفحہ 13،15، طبع لاہور)

وہابی مولوی محمد شفیع نے کہا کہ یہ بریلوی بھی شیعہ ہی ہیں یونہی حنفیوں میں گھس آئے ہیں (دوسرے وہابی عبد القادر

رائے پوری نے) کہا: '' یہ غلط ہے ۔مولوی احمد رضا خان صاحب شیعہ کو بہت بُرا سمجھتے تھے ۔بانس بریلی میں ایک شیعہ تفضیلی تھے ۔ان کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔''

(حیات طیبہ، صفحہ232،طبع لاہور)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ شیعہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے ۔حیات اعلیٰ حضرت میں ایک واقعہ ہے: ''حضرت ننھے میاں رحمۃ اللہ علیہ(برادرخورد اعلیٰ حضرت)عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آرہا ہے ۔تالیف قلوب کے لئے اس سے بات چیت کر لیجئے ، کہ اتنے میں وہ بھی آگیا ۔ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے ۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا ۔حضور کے مخاطب نہ فرمانے سے اس کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا ۔غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا ۔اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لئے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے ۔پھر فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد شریف سے تشریف لارہے ہیں، راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے میں بھوکا ہوں ۔آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں ،وہ پیچھے پیچھے کاشانہ اقدس تک پہنچتا ہے ۔ امیر المومنین خادم کو کھانا لانے کے لئے حکم فرماتے ہیں ۔خادم کھانا لاتا ہے اور دسترخوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے ۔وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے ۔امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھالیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کردیا جائے ۔خادم فوراً تعمیل کرتا ہے ۔ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوادیا: "اخرج یا فلان انك منافق" اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے ۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ 206، کنٹمپرانٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس کے باوجود وہابیوں کے نزدیک امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن معاذ اللہ شیعہ ہیں اور تقیہ میں زندگی گزاردی تاکہ اہل سنت میں شیعہ مذہب کو رواج دے سکیں ۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔درحقیقت تقیہ کا مرض وہابیوں میں عام ہے سنیوں کی مسجدوں میں سنی بن کر درس وتبلیغ کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے عقیدے میں لے آتے ہیں ۔اعلیٰ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتد او مبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ ان لوگوں سے میل جول رکھتا، ان کی مجالس وعظ میں جاتا ہے، اس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سنی کہتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ534، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے جو ناموں سے استدلال کر کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے وہ بھی نرالا ہے۔ عبدالحکیم شریف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے چند وہابی مولویوں کے ناموں کا ذکر فرماتے ہیں: ''نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسینی، بیٹے کا نام میر علی خاں اور میر نورالحسن خان۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی ہیں، مدارس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔ قنوج کے مولوی کا نام رستم علی ابن علی اصغر، ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسنین ابن مولوی حسین علی۔ ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتاب ابجد العلوم کی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے جریدے اشاعۃ السنۃ کے ایڈیٹر کا نام محمد حسین بٹالوی ہے۔ کیا یہ سب شیعہ ہیں؟''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ139، مکتبہ قادریہ، لاہور)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کا الزام

﴿ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدہ اہلسنت سے وابستہ کوئی شخص ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اپنے ایک قصیدے میں لکھا ہے:۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار — مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت — کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر 47

انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔48

کوئی ظاہری شیعہ اپنے اس مقصد میں اتنا کامیاب نہ ہوتا جتنی کامیابی احمد رضا صاحب کو اس سلسلے میں تقیہ کے لبادے میں حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے تشیع پر پردہ ڈالنے کے لیے چند ایسے رسالے بھی تحریر کیے جن میں بظاہر شیعہ مذہب کی مخالفت اور اہل سنت کی تائید پائی جاتی ہے۔ شیعہ تقیہ کا یہی مفہوم ہے جس کا تقاضا انہوں نے کما حقہ ادا کیا۔ ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جو اشعار لکھے گئے ہیں یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہے بلکہ کسی رافضی کے ہیں۔اس کے متعلق عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''امام احمد رضابریلوی کا نعتیہ دیوان دو حصے پر مشتمل ہے۔ یہ 1325ھ/ 1907ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ ماہ صفر 1340ھ/ 1921ء کو آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ 1342ھ/ 1923ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا۔ انہوں نے مسودہ نابھہ سٹیم پریس، نابھہ (پٹیالہ،مشرقی پنجاب بھارت) کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے کتابت کروائی اور کتاب چھاپ دی۔ کاتب بدمذہب تھا، اس نے دانستہ یا نادانستہ چند ایسے اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کر دیئے جوام زرع وغیرہ،شرکہ عورتوں کے بارے میں تھے، ان عورتوں کا ذکر حدیث کی کتابوں مسلم شریف،ترمذی شریف اورنسائی شریف وغیرہ میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تسامح ہوئے:۔

(1) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریس والوں پر اعتماد کر کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چیک نہ کیا۔

(2) کتاب کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ باقیاتِ رضا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھتے

(3) ٹائیٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ 1325ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ یہ سن پہلے دو حصوں کی ترتیب کا تھا جو مصنف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔تیسرا حصہ تو 1342ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔اسی لیے ٹائیٹل پیج پر امام احمد رضابریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔اگر ان کی زندگی اور 1325ھ میں یہ کتاب چھپتی تو ایسے دعائیہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(4) یہ مجموعہ مرتب کر کے امام احمد رضابریلوی کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں یا بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کیے بغیر چھاپ دیا۔

(5) کتاب چھپنے کے بعد جیسے ہی صورتِ حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کر دیتے تو صورتِ حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہلِ علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائیگی۔

محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی کے صاحبزادے حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں فرماتے ہیں: ''مجھے محبوب الملت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے خلوص سے انکار نہیں اور نہ ہی یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم رنجش کی بناء پر ایسا کیا، لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کیے بغیر حدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کرکے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے۔ ایک ایسا تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی، ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچا نہ سکی۔ سوچ کر بتائیے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو، آنے والا مؤرخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا۔''

ایک عرصہ بعد دیو بندی مکتبِ فکر کی طرف سے پورے شدومد سے یہ پروپگنڈا کیا گیا کہ مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے، لہٰذا انہیں بمبئی کی سنی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔ مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کیا جو ایک سچے مسلمان کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف جرائد اور اخبارات میں اپنا توبہ نامہ شائع کرایا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنف خون کے آنسو) نے ایک ہفت روزہ کے ذریعے انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آج 9 ذیقعدہ 1374ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر حدائق بخشش حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جواباً پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے، خدا تعالیٰ معافی بخشے، آمین۔''

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہ لیا، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر علمائے اہل سنت سے فتوے حاصل کیے گئے کہ ان کی توبہ یقیناً مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو ام المومنین کے بارے میں کہے اور نہ لکھے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاعلان اور بار بار توبہ کی ہے اور دریہ توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ فیصلہ مقدسہ کے نام سے 1375ھ میں چھپ گئے اور تمام شور اور شر ختم ہو گیا، اس میں ایک سو انیس علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمد للہ! کہ فیصلہ مقدسہ، مرکزی مجلس رضا لاہور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو، اس میں پائی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟'' (البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 139، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ایک تحریف بھرے شعر کو لے کر ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کا ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا اور اعلیٰ حضرت نے درجنوں مقامات پر جو شیعوں کو رگڑا ہے اسے سنیت کا لبادہ قرار دے دیا۔ واہ! اسے کہتے ہیں وہابیوں کی تقیہ چالا کی۔

اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

جناب احمد رضا نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہلسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مثلاً "انّ علیًّا قسیم النار" "انّ فاطمۃ سمّیت بفاطمۃ لانّ اللہ فمہا و ذریّتہا من النّار" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز جہنم تقسیم کریں گے۔ 49

اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ 50

شیعہ کے اماموں کو تقدیس کا درجہ دینے کے لیے انہوں نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ اغواث (جمع غوث یعنی مخلوقات کی فریاد رسی کرنے والے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے حسن عسکری تک پہنچتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے وہی ترتیب ملحوظ رکھی جو شیعہ کے اماموں کی ہے۔ 51

احمد رضا نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا قرار دیا اور کہا: جو شخص مشہور دعائے سیفی (جو شیعہ عقیدے کی عکاسی کرتی ہے) پڑھے اس کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

دعائے سیفی درج ذیل ہے:۔

ناد علیًّا مظہر العجائب — تجدہ عونالک فی النّوائب

کلّ ہمّ وغمّ سینجلّی — بولایتک یا علی یا علی

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارو جن سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔ تم انہیں مددگار پاؤ گے۔ اے علی رضی اللہ عنہ آپ کی ولایت کے طفیل تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ 52

اسی طرح انہوں نے پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کیا اور اس شعر کو رواج دیا:۔

لی خمسة اطفی بها حرّالوباء الحاطمة المصطفی المرتضی وابناهما و الفاطمة

یعنی پانچ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی برکت سے میری امراض کو دور کرتی ہیں ۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔53

انہوں نے شیعہ عقیدے کی عکاسی کرنے والی اصطلاح ''جفر'' کی تائید کرتے ہوئے اپنی کتاب ''خالص الاعتقاد'' میں لکھا ہے: ''جفر چمڑے کی ایک ایسی کتاب ہے جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اہل بیت کے لیے لکھی۔ اس میں تمام ضرورت کی اشیاء درج کر دیں ہیں۔ اس طرح اس میں قیامت تک رونما ہونے والے تمام واقعات بھی درج ہیں۔'' 54

اسی طرح شیعہ اصطلاح الجامعہ کا بھی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''الجامعہ ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعات عالم کو حروف کی ترتیب کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے تمام ائمہ امور و واقعات سے باخبر تھے۔'' 55

جناب بریلوی نے ایک اور شیعہ روایت کو اپنے رسائل میں ذکر کیا ہے کہ امام احمد رضا (شیعہ کے آٹھویں امام) سے کہا گیا کہ کوئی دعا ایسی سکھلائیں جو ہم اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھا کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ قبر کے قریب جا کر چالیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر کہو السلام علیکم یا اہل البیت، اے اہل بیت میں اپنے مسائل اور مشکلات کے حل کے لیے آپ کو خدا کے حضور سفارشی بنا کر پیش کرتا ہوں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے براءت کرتا ہوں۔56

یعنی شیعہ کے اماموں کو مسلمانوں کے نزدیک مقدس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت سے افضل قرار دینے کے لئے انہوں نے اس طرح کی روایات عام کیں۔ حالانکہ اہل تشیع کے اماموں کی ترتیب اور اس طرح کے عقائد کا عقیدہ اہل سنت سے کوئی ناطہ نہیں ہے۔ جناب احمد رضا شیعہ تعزیہ کو اہل سنت میں مقبول بنانے کے لیے اپنی ایک کتاب میں رقمطراز ہیں: ''تبرک کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقبرے کا نمونہ بنا کر گھر کے اندر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔'' 57

اس طرح کی لاتعداد روایات اور مسائل کا ذکر ان کی کتب میں پایا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ مذہب کے رَدّ پر کثیر کتابیں لکھیں، جگہ جگہ ان کے متعلق شرعی احکام صادر فرمائے۔ وہابیوں نے ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا اور سیاق وسباق کو ذکر کئے بغیر چند حوالہ پیش کر کے اس سے اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ شیعہ ثابت کیا ہے۔ جن دلیلوں سے ظہیر صاحب نے شیعیت کا الزام لگایا ہے، آئیں دیکھتے ہیں ان دلیلوں کے تحت کون کون سے لوگ شیعہ بنتے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جن روایات کی بنا پر شیعہ ثابت کیا گیا وہ روایات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نہیں ہیں بلکہ احادیث ہیں چنانچہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ''سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا "انا قسیم النار" میں قسیم دوزخ (دوزخ تقسیم کرنے والا) ہوں۔ یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ "رواہ شاذان الفضیلی رضی اللہ تعالی عنہ فی جزء ردّالشمس جعلنا اللہ ممن والاہ کما یحبّہ ویرضاہ بجاہ جمال محبّاہ امین'' اس کو شاذان نے جزء ردالشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔ آمین۔

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے احادیث حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی کو قسیم النار فرمایا۔ شفاء شریف میں فرماتے ہیں "قد خرج اہل الصحیح والائمۃ ما اعلم بہ اصحابہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مما وعدھم بہ من الظھور علی اعدائہ (الی قولہ) وقتل علی وان اشقاھا الذی یخضب ھذہ من ھذہ ای لحیتہ من رّاسہ وانہ قسیم النار یدخل اولیاءہ الجنۃ واعداءہ النار۔ رضی اللہ تعالی عنہ وعنابہ امین" بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ترین ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولا علی قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے صدقے ہم سے راضی ہو۔ آمین۔

نسیم میں عبارت نہایہ "ان علیاً رضی اللہ تعالی عنہ قال انا قسیم النار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں قسیم دوزخ ہوں۔ ذکر کر کے فرمایا "ابن الاثیر ثقۃ وما ذکرہ علی لایقال من قبل الرای فھو فی حکم المرفوع اذ لا

مجال فیہ للاجتہاد اہ اقول: کلام النسیم انہ لم یرہ مرویًا عن علی فاحال علی وثاقۃ ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجہ وللہ الحمد" ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنے رائے سے نہیں کہا جا سکتا ہے، لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں۔ میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا ہے اور ہم نے اس کی تخریج کردی ہے۔ وللہ الحمد۔"

(فتاوی رضویہ جلد 30، صفحہ 434، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں: ''ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن مسعود سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انما سمیت فاطمۃ لان اللہ فطمہا وذریتہا عن النار)) فاطمہ نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روزِ قیامت آگ سے محفوظ فرما دیا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 731، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کی حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے متعلق کجی دیکھیں کہ ان کی شان جو احادیث میں بیان ہوئی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو نقل کیا تو اس نقل کرنے پر شیعہ ہونے کا الزام لگا دیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اماموں اور غوث کے متعلق جو کہا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہابی بارہ اماموں کی عظمت کے قائل نہیں ہیں جبکہ اہل سنت ان اماموں کی تعظیم کرتے ہیں اگرچہ ہم ان اماموں کے متعلق وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو رافضی رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے غوث کے تذکرہ میں فقط ان اماموں کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سب سے پہلے ذکر کیا چنانچہ امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں اور وزیر دستِ راست (دائیں) عبد الرب اور دستِ چپ (بائیں) عبد الملک ہوتا ہے۔ اس سلطنت میں وزیر چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ ہوتا ہے۔ غوثِ اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارتِ غوثیت پر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت ہوئی۔ حضرت عمر

فاروق جب اس درجہ پر آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درجہ پر فائز ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرتبہ غوثیت عطا ہوا تو امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک سب حضرات مستقل غوث ہوتے گئے۔ اور امام عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقل غوث تھے۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔ سیدنا عبد القادر جیلانی غوثِ اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی آپ کے بعد جتنے غوث ہوئے ہیں اور جتنے ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت میں ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری پر انہیں غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔''

(الملفوظات، صفحہ 178، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہ بات فقط اعلیٰ حضرت ہی نے نہیں کہی بلکہ اور بزرگوں سے بھی مروی ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ''سیف المسلول'' میں لکھتے ہیں: ''کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے، پھر اس سے تقسیم ہوکر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے متعلق تھا، جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

(السیف المسلول، صفحہ 527، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

دعائے سیفی کا جو ذکر کیا گیا وہ دعا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شاہ ولی اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''ایضا ایں فقیر در سفر حج چوں بہ لاهور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاهوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواهر خمسہ وسند خود بیان کردند وایشاں دریں زمانہ یکی از اں عیاں مشائخ طریقہ احسنیہ وشطاریہ بودند وچوں کسے را اجازت می دادند او را دعوت رجعت نمی شود رحمۃ اللہ تعالی، سند قال الشیخ المعمر الثقۃ حاجی محمد سعید

لاھوری اخذت الطریقۃ الشطاریۃ واعمال الجواھر الخمسۃ من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاھوری عن الشیخ عبد الملک عن الشیخ البایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری انتھی" اور نیز فقیر (شاہ ولی اللہ) جب حج کے سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف واعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں اور انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف واعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انہوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی سے انہوں نے وجیہ الدین گجراتی انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے۔

حضرات منکرین! ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلٰثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد، محدث نے سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے "نادعلی ھفت باریا سہ باریایکبار بخواند وآں اینست نادعلیا مظھرالعجائب تجدہ عونالک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتک یاعلی یاعلی یاعلی" نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا، ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد 7، صفحہ 621، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کیا وہابیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جن کو وہابی بہت زیادہ مانتے ہیں) بھی اس دعائے سیفی کے سبب شیعہ ہیں؟ جو پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کرنے کا کہا گیا تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ کیا وہابی ان پانچ ہستیوں کے منکر ہیں؟ دوسرا یہ کہ وہ اشعار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہیں بلکہ کسی نے سوال پوچھا تھا اور ظہیر صاحب نے اس کی نسبت اعلیٰ

حضرت کی طرف کر دی۔عبارت یوں ہے:''کیافرماتے ہیں حضرات علماءدین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا شہر کلکتہ میں چند دنوں سے یہ امر مروج ہوا ہے کہ برائے دفع وبا اکثر محلوں چند چند لوگ ایک ایک فرقہ ہوکر راتوں کومع علَم ونشان وروشنی وغیرہ نکلتے ہیں اور ہرگلی کوچہ وشارع عام میں آوازیں ملاملا کر بآواز بلند شعر

لی خمسة اطفی بها حرالوباء الحاطمه　　　المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمه

(میرے لئے پانچ (ہستیاں)ہیں ان کے ذریعے توڑ کر رکھ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں اور وہ پانچ (ہستیاں) یہ ہیں (1) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (2) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3,4) ان کے دونوں صاحبزادے (حسن،حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما (5) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔کو پڑھتے پھرتے ہیں اس فعل کو قطع نظر اہل تشیع کے حضرات علماء اہلسنت وجماعت سے بھی بعض صاحب جائز بتاتے اور اکثر حضرات ناجائز بتاتے ہیں پس شعر مذکور کو دافع وبا اعتقاد کرکے بہ ہیئت مذکورہ پڑھتے پھرنا ازروئے شریعت غرا عند اہل السنۃ والجماعۃ کیسا ہے؟

جواباً فرمایا:''مضمون شعر فی نفسہ حسن ہے اور محبوبان خدا سے توسل محمود اور ذکر خمسہ پر شبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار میں حصر غیر مقصود وبعد د منافی زیادت نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"((ان لی خمسة اسماء)) رواہ البخاری عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ "میرے پانچ نام ہیں۔اسے بخاری نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((اعطیت خمسا لم یعطھا احد من الا قبلی)) رواہ الشیخان عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما" مجھے پانچ اوصاف عطا ہوئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔بخاری ومسلم نے اس کو جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

مگر علَم ونشان مہمل اور ان سے توسل باطل اور ہیأت مذکورہ لہو اشبہ، توسل دعاء ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء۔واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ،جلد24،صفحہ179،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھی جانے والی روایت بھی اعلیٰ حضرت کی اپنی نہیں ہے بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:''سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل "قیل

لمرسی الرضا رضی اللّٰہ تعالی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر و کبر اللّٰہ اربعین مرّۃ ثم قل السلام علیکم یا اہل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشہد اللّٰہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللّٰہ من اعداء محمد وال محمد من الجن والانس (ملخصا)" یعنی امام ابن الامام الی ستۃ آباء کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیں کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد9، صفحہ 791، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اب کیا وہابی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شیعہ کہیں گے؟ظہیر صاحب کا کہنا کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اماموں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر افضلیت دی، بہتان عظیم ہے۔ امام احمد رضا خان نے اماموں کو تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل قرار دینے کو گمراہ لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "فتاویٰ خلاصہ قلمی، کتاب الصلوۃ اور خزانۃ المفتین قلمی، کتاب الصلوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لا یصح میں ہے "الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فھو کافر" رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ250، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باقی علم جفر، الجامعۃ اور روضہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر کو بطور تبرک لگانے پر طعن کرنا بھی عجیب ہے۔ کیا جو علم اہل بیت اطہار سے منقول ہو اس پر عمل پیرا ہونے پر بندہ شیعہ ہو جاتا ہے؟ علم جفر کئی بزرگوں سے ثابت ہے کیا وہ سب شیعہ تھے؟ الجامعۃ کتاب کی طرح بزرگوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں انہوں نے علم جفر جیسے علوم کے تحت آئندہ وقت میں ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کی ہیں۔ بزرگوں کے روضہ مبارک کی تصویر لگانا پوری دنیا میں رائج ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ اہل بیت سے محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ خود وہابیوں کے بہت بڑے امام

مولوی وحید الزماں نے صراحت کے ساتھ کہا:''
ہم اہل حدیث شیعان علی ہیں۔''
(نزل الابرار، جلد1، صفحہ7)

المختصر یہ کہ ظہیر صاحب نے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے اور اس پر جن باتوں کو آپ کے اقوال قرار دے کر آپ کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ دراصل احادیث ہیں، ظہیر کا ان کو اس محل پر پیش کرنا بالکل غلط و بے معنی ہے۔ اس طرح کے ڈھکو سلے مار کر کسی سنّی کو شیعہ ثابت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی وہابی کو کہہ دے کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے اور دلیل یہ دے کہ تیری شکل اپنے باپ سے نہیں ملتی۔

ظہیر صاحب کی ناقص عربی

جناب احمد رضا نے شیعہ کے اماموں پر مبنی سلسلہ بیعت کو بھی رواج دیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں ایک عربی عبارت وضع کی ہے جس سے ان کی عربی زبان سے واقفیت کے تمام دعووں کی حقیقت بھی عیاں ہوجاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اللّٰھم صلّ وسلّم علی وبارك علی سیّدنا مولانا محمّد المصطفی رفیع المکان المرتضی علی الشان الذی رجیل من امّته خیر من رجال من السّالفین و حسین من زمرته احسن من کذا و کذا حسنا من السّابقین السّیّد السّجاد زین العابدین باقر علوم الانبیاء والمرسلین ساقی الکوثر و مالك تسنیم و جعفر الّذی یطلب موسی الکلیم رضا ربّه بالصّلاۃ علیه"58

عربی زبان کا ادنیٰ علم رکھنے والا بھی اس عبارت کی عجمیت رکاکت اور بے مقصدیت کا اندازہ کرسکتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ساڑھے تین برس کی عمر میں فصیح عربی بولا کرتا تھا کس قدر عجیب لگتا ہے؟ "حسین من زمرته احسن من و کذا و کذا حسنا من السّابقین" کیسی بے معنی ترکیب ہے۔ "یطلب موسی الکلیم رضا ربّه بالصّلاۃ علیه" میں موسیٰ الکلیم سے مراد کون ہیں؟ اگر مراد موسیٰ کاظم ہیں تو کلیم سے کیا معنی؟ اور اگر مراد نبی و رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) امام جعفر صادق پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ بہرحال یہ عبارت مجموعہ رکاکت بھی ہے اور مجموعہ خرافات بھی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رضا بریلوی صاحب نے اس نص میں شیعہ کے اماموں کو ایک

خاص ترتیب سے ذکر کر کے مسلمانوں کو رفض وتشیع سے قریب لانے کی سعی کی ہے۔

اس اعتراض کا خوبصورت تفصیلی جواب عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے جو مختصراً پیشِ خدمت ہے: ''مارہرہ شریف کے بزرگ سید شاہ اسماعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی تشریف فرما تھے۔ میں نے مولانا عبد المجید بدایونی کا شجرہ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے۔ وہ فرماتے ہیں اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسوّدہ کئے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصّع و مسجّع درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ تحریر فرمایا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوار رضا صفحہ 28 تا 30 میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں 21 محرم بروز جمعہ 1306ھ کو تحریر فرمایا۔ بلاشبہ عربی زبان پر اما احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے۔ لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔ جب کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے۔ اصل عبارت یہ تھی ''خیر من رجال من السالفین'' اسے یوں نقل کر دیا ''خیر من الرجال السالفین'' یعنی رجال پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد من خذف کر دیا۔ رجال پر تنوین تعظیم کے لئے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ (وہابیوں نے اب اس عربی غلطی کو عبد الحکیم شرف قادری صاحب کی نشاندہی پر ٹھیک کر لیا ہے، انس) پھر کئی جگہ قومہ بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا۔ مثلاً کذا وکذا، حسنا کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسیٰ الکلیم کے درمیان۔ جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہئے تھا، جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آ جاتا تو یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بتا دیا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس درود شریف کا ترجمہ ملاحظہ ہو تردد جاتا رہے گا۔

''اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما ہمارے آقا ومولا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منتخب بلند مرتبے والے، پسندیدہ عالی شان

والے پر۔ جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حُسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔ سردار بہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء ومرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ہیں۔شجرہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بے ادبی تھا۔ اس لئے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں: ''جن کے گروہ کا چھوٹا سا حُسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔''

سبحان اللہ! کیا پاس ادب ہے اور کیا حسنِ بیان! چونکہ اس عبارت کا مطلب (ظہیر صاحب) نہیں سمجھے، اس لئے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں: ''پتہ نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟'' مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں ''باقر علوم الانبیاء'' کا کیا مطلب ہے؟ اتنی واضح عبارت کا معنیٰ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی، گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا جا چکا ہے، اسے دیکھنے سے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لئے کہتے ہیں "لانه بقرالعلم ای شقه و فتحه فعرف اصله و تمکن فیه" کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے۔ ''باقر علوم الانبیاء'' کا معنیٰ ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں "وما معنی بالصلوٰۃ علیہ؟" بالصلاۃ علیہ کا معنیٰ کیا ہے؟ پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔ ''وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

(البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ 161، مکتبہ قادریہ لاہور)

پتہ چلا کہ ظہیر صاحب کی اپنی عربی کمزور ہے اور وہ اعتراض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی پر کر رہے ہیں۔ اور ظہیر صاحب کی اپنی عربی دانی پر ان کے اپنے بھی گواہ ہیں، وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی ظہیر صاحب کی عربی پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی

باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔"

(ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، صفحہ6، شمارہ3 اگست 1984ء)

اعلیٰ حضرت پر بلاوجہ تکفیر کرنے کا الزام

﴿ جناب بریلوی صاحب نے برصغیر کے اہل سنت اکابرین کی تکفیر کی اور فتوی دیا کہ ان کی مساجد کا حکم عام گھروں جیسا ہے انہیں خدا کا گھر تصور نہ کیا جائے۔ ﴾

ظہیر صاحب نے البریلویۃ میں یہ بہتان لگایا تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا بھر کے اہل سنت کی تکفیر کی۔ مترجم صاحب نے چالاکی سے اس بہتان کو کچھ کم کیا اور برصغیر کا لفظ اپنے پاس سے اضافہ کردیا۔ یہ تو ان کی دیانت کا حال ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بلاوجہ کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا بلکہ فتاوی رضویہ میں کئی مقامات پر بخاری و مسلم کی اس حدیث پاک کو نقل کیا کہ جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو کفر اس کی طرف لوٹے گا۔ درحقیقت وہابی خود اپنے سوا پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں اور ان کا شرک شرک کا نعرہ ان کی کتب اور ہر جاہل وہابی سے پڑھنے، سننے کو ملتا ہے، جس وہابی کو استنجا کرنے کا طریقہ پتہ نہیں وہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز اکابر اہلسنت کی تکفیر نہیں کی، آپ نے کفریہ اور گستاخانہ عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی ہے۔ ایک جزئیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کو پڑھ کر قاری خود اندازہ لگالے کہ آپ نے کس کو کس وجہ سے کافر کہا ہے چنانچہ فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: ''وہابی ہو یا رافضی جو بد مذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص و دخل بشری کا اقرار، تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت سوال کا عکس ہو یعنی سنی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے "کما حققنا فی المقالة المسفرة عن احکام البدعة والمکفرة" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالة المسفرة عن احکام البدعة والمکفرة" میں تحقیق کی ہے۔) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے "احکامهم مثل احکام المرتدین" ان کے احکام مرتدین والے ہیں ـ ـ ـ اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالیٰ کہ وہ عقائد رکھتے ہیں انہیں امام و پیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری و درمختار وشفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے "واللفظ للشفاء مختصراً اجمع العلماء ان من شك فی کفره وعذابه فقد کفر "شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علما کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر

وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگر چہ اس کے پیشوایان طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگر چہ بد مذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے۔) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ " الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ" میں ہے اور بقدر کافی رسالہ " سل السیوف الھندیہ علی کفریات باباالنجدیۃ'' میں مذکور۔ اور اگر چہ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدہ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیاء کے متعلق صد ہا باتوں میں ادنی ادنی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جا بجا حکم شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے ان کے دفاتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں؟ کیا ان کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں؟ کیا ہر سنی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے "اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقاد ھم مشرکون " ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔

فقیر نے رسالہ " النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وفظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وامام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیاہراسی وامام ابن سمعانی وامام اجل امام الحرمین وصاحبان خلاصہ وایضاح وجامع الرموز وبحر الرائق ونہر الفائق وتنویر الابصار ودرمختار وفتاوی خیریہ وغمز العیون وجواہر الاخلاطی ومنیہ وسراجیہ ومصفی وجواہر وتاتارخانیہ ومجمع وکشف وعالمگیریہ ومولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالیٰ، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ

جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے، وذخیرہ وبزازیہ وفصول عمادی وفتاوٰی قاضی خاں وجامع الفصولین وفتح لیۃ المفتین وجامع الرموز وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ ونہر الفائق ودرمختار ومجمع الانہر واحکام علی الدرر وحدیقہ ندیہ وعالمگیری وردالمختار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: ''المختار للفتوی '' (فتوی کے لیے مختار ہے۔) شرح تنویر میں فرمایا ''بہ یفتی '' اس پر فتوٰی دیا جاتا ہے ----

تو فقہائے کرام کے قول کے مطلق وحکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ سے مستفاد صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہا میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ایما امرء قال لاخیہ کافرا فقد باء بھا احدھما ، زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت الیہ)) جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے ''لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ و لیس کذلک الا حار علیہ'' جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوی ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیاء وعلماء کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی نے انہیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے ''یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم ''خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ ''لا جرم الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیۃ'' میں فرمایا ''ھؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین '' یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد 11، صفحہ 377 ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے تمام اہل سنت کو کافر نہیں کہا بلکہ کافر کو ہی کافر کہا ہے۔ جن مولویوں کو کافر کہا ہے ان کے کفر کو ثابت کر کے حرمین شریفین کے علمائے کرام سے تصدیق بھی کروائی ہے۔ اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ

اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت صدر الا فاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہابیہ کا اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب اور افتراء خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان مفسدوں کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن وحدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ نصوص نقل فرمائے، جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہیں دیا اور نہ کبھی وہ جواب دے سکتے ہیں۔ ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے جس کا اعتراف خود مولوی اشرف علی تھانوی نے ''**بسط البنان**'' میں کیا ہے۔''

(مقدمہ فتاویٰ صدر الافاضل، صفحہ 85، شبیر برادرز، لاہور)

امام باڑہ کی ابجدی ترتیب

﴿ اسی طرح انہوں نے اہل سنت کے ساتھ مجالست ومناکحت کو حرام قرار دیا اور جہاں تک شیعہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے اماموں کے باڑوں کے ابجدی ترتیب سے نام تجویز کرتے رہے۔59 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کی صحبت ونکاح کو بھی ناجائز وحرام فرمایا ہے لیکن وہابیوں کو وہ عبارات نظر نہیں آتیں۔ امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنے کا جواب دیتے ہوئے عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ 1286ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چودہ سال تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔ آپ نے برجستہ فرمایا: بدر رفض (1286ھ) نام رکھ لیں۔ اس نے کہا امام باڑہ گزشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا ''دار رفض'' (1285ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء 1284ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا درِ رفض مناسب رہے گا۔

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے ان کی خواہش کے مطابق فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجویز کیا جو شیعہ کے لئے قابل قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ اسی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 165، مکتبہ قادریہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے ساتھ مجالست ومناکحت کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ جو گستاخوں اور گمراہوں کے ساتھ تعلقات کو حرام قرار دیا ہے، جو آپ کی کتب سے عیاں ہے۔

بارہ امام

﴿ احمد رضا صاحب پر رفض وتشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے شیعہ کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے۔60 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اماموں کے متعلق کونسے مبالغہ آمیز قصیدے لکھے ہیں، ذرا وہابی دکھائیں تو سہی؟ آپ نے تو بارہ اماموں پر کلام کرتے ہوئے شیعوں کے عقیدہ کا رد کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''امامت اگر بمعنی مقتدی فی الدین ہونے کے ہے تو بلاشبہہ ان کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدی فی الدین ہیں اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں عبد الملک وعبد الرب، انہیں امامین کہتے ہیں، تو بلاشبہہ یہ سب حضرات خود غوث ہوئے۔ اور اگر امامت بمعنی خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی وبس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے جس کو فرمایا ﴿إِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔) وہ امامت کسی غیر نبی کے لئے نہیں مانی جاسکتی۔ ﴿ أَطِیْعُوا اللّٰهَ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔) ہر غیر نبی کی امامت اولی الامر منکم تک ہے جسے فرمایا ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا﴾ (اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔) مگر ﴿أَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کے مرتبے تک نہیں ہو سکتی اس حد پر ماننا جیسے روافض مانتے ہیں صریح ضلالت و بے دینی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تو بلاشبہہ یہ حضرات مجتہدین وائمہ مجتہدین تھے اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ430، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت میں کہاں بارہ اماموں کی شان میں غلو کیا گیا ہے؟ بلکہ شیعوں کے عقیدے کا رد کیا ہے کہ جو اماموں کی اطاعت کو رسولوں کی اطاعت کا درجہ دیتے ہیں۔ پھر صراحت کے ساتھ آپ نے خلافت عامہ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ واضح کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد خلافت حضرت علی المرتضیٰ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملی اور اب امام مہدی کو ملے گی۔

حوالہ جات (البریلویہ)

46 حیات اعلیٰ حضرت، ص۲

47 حدائق بخشش، جلد ۳، ص ۲۳

48 فتاویٰ بریلویہ ص ۱۴

49 الامن والعلی، مصنفہ احمد رضا بریلوی، ص ۵۸

50 ختم نبوت، از احمد رضا، ص ۹۸

51 ملفوظات، ص ۱۱۵

52 الامن والعلی، ص ۱۲، ۱۳

53 فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۱۸۷

54 خالص الاعتقاد، از احمد رضا، ص ۴۸

55 ایضاً، ص ۴۸

56 حیاۃ الموات درج شدہ فتاویٰ رضویہ، از احمد رضا بریلوی، جلد ۴، ص ۲۴۹

57 رسالہ بدر الانوار، ص ۵۷

عربی غلطیاں

58 انوار رضا ص ۲۷۔

فصاحت عربی سے ناواقفی۔ جناب احمد رضا کی یہ عبارت بےمعنیٰ ترکیبوں اور عجمیت زدہ جملوں کا مجموعہ ہے مگر عبدالحکیم قادری صاحب کو اصرار ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہیں دلیل سے خالی اصرار کا تو کوئی جواب نہیں اگر انہیں اصرار ہے تو سو بار رہے، ہمیں اس پر کوئی انکار نہیں۔ ان کے اصرار سے یہ شکستہ عبارت درست تو نہیں ہو جائے گی۔ مگر ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ ایک صاحب نے مصنف رحمہ اللہ علیہ کی عربی کتاب میں سے بزعم خویش چند غلطیاں نکال کر اپنی جہالت کا ثبوت جس طرح دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے اپنی عجمیت زدہ ذہنیت سے جب ''البریلویہ'' کا مطالعہ کیا تو انہیں کچھ عبارتیں ایسی نظر آئیں جو ان کی تحقیق کے مطابق عربی قواعد کے اعتبار سے غیر صحیح تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے ان غلطیوں کی تصحیح بھی کی ہوئی تھی اور یہی تصحیح ان کی جہالت کا راز کھولنے کا سبب بن گئی۔

ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان کی تصحیح میں کس قدر تغلیط ہے۔ ہم ذیل میں ان کی چند تصحیحات نقل

کرتے ہیں۔ تا کہ قارئین ان کی علمی تحقیقی کاوش سے استفادہ فرما سکیں۔

الحجم الصغیر: موصوف لکھتے ہیں کہ یہ لفظ غلط ہے اس کی بجائے القطع الصغیر ہونا چاہیے تھا۔ جناب کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے۔ موصوف کا گمان یہ ہوا کہ چونکہ حجم تو اردو میں مستعمل ہے لہٰذا عربی کا لفظ نہیں ہوسکتا۔ المنجد مادہ ح ج م میں الحجم کا معنی مقدار الحجم سے کیا گیا ہے۔ موصوف کو چاہئے کہ وہ اپنی معلومات درست کرلیں۔

المواضیع: اس کی تصحیح جناب نے المواضع سے کی ہے۔ پوری عبارت ہے "فلاجل ذلك تضاربت اقوالهم في هذا الخصوص (اى الموضوع) مثل المواضيع (جمع الموضوع) الاخرى" موصوف نے اسے ''موضع'' کی جمع سمجھ لیا اور اس کی تصحیح ''مواضع'' سے کردی، جو بجائے خود ایک غلطی ہے۔

نظرۃ تقدیر واحترام: تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''نظرۃ تعظیم واحترام'' گویا جناب نے اپنی علمیت کے زور پر یہ سمجھا کہ یہ عربی کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ عربی لغت کی تمام کتب نے اس لفظ کو ادا کیا ہے۔ اور اس کا معنی ''الحرمتہ والوقار'' سے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو المنجد، ص 245 وغیرہ مادہ القدر

بين السنة: موصوف کو یہ علم نہیں کہ لفظ "السنه" کہہ کر اہلسنت کا مفہوم بھی ادا کیا جاتا ہے۔ مولف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشیعه والسنه" میں "السنه" سے مراد اہلسنت ہیں۔ عربی زبان سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی اس معنی سے نا آشنا نہیں۔ اس کی تصحیح "اهل السنـه" سے کرنا اس لفظ کے استعمال سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

ان بیوس: فرماتے ہیں کہ یہ عجمی لفظ ہے، اس لیے عربی میں اس کا استعمال نا درست ہے۔ موصوف کو اگر عربی ادب سے ذرا سی بھی واقفیت ہوتی تو شاید یہ بات لکھ کر علمی حلقوں میں جگ ہنسائی کا باعث نہ بنتے۔ کیونکہ عربی زبان میں اس کا استعمال عام رائج ہے۔ ملاحظہ ہو المنجد، مادہ، ب و س "باسہ' بوسا۔

قبله ترك التكايا: لکھتے ہیں: یہ عجمی لفظ ہے، حالانکہ یہ "اتکا" سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے "اسند ظهره الى شئى" ملاحظہ ہو المنجد مادہ وک ا۔

رسید: ان کا اعتراض ہے: یہ لفظ عربی زبان میں مستعمل نہیں۔ حالانکہ عرب مما لک میں "وصـــــــل الامتعه" کا استعمال عام رائج ہے۔ اسے رصید بھی لکھا جاتا ہے۔ المنجد میں ہے۔ انظر مادہ ر ص د۔

اصدروافرمانا: المنجد مادہ ف رم۔'' الفرمان (جمع) فرامین ای عهد السلطان للولاۃ''وہ الفاظ وکلمات جوعربی کے ساتھ ساتھ دوسری لغات میں بھی استعمال ہوتے ہیں،ان کا استعمال غلط نہیں ہے۔ان کی تغلیط جہالت کی واضح دلیل ہے۔

کتب فیہا لاال البیت: شیعہ کے نزدیک آل بیت اوراہل بیت کامفہوم ایک ہی ہے''البریلویہ'' کی اس عبارت میں آل بیت کا استعمال ہی صحیح ہے۔کیونکہ اس احمد رضا صاحب نے شیعوں کی ترجمانی کی ہے۔

ومن جاء: ان کی تصحیح'' الیٰ من جاء'' سے کی ہے۔یہاں الیٰ کا استعمال اس لیےنہیں کیا گیا کہ پہلی الیٰ پرعطف ہے۔اس لیے دوبارہ استعمال ضروری نہ رہا۔

علاوہ ازیں کچھ غلطیاں ایسی درج ہیں جو کتابت وطباعت کی ہیں۔مثلاً ''کبیب النمل'' کہ اصل میں ہے''کدبیب النمل''تانیپ کی غلطی سے وہ حذف ہوگئی ہے۔اسی طرح القراءت میں ءکی جگہ ۃ غلطی سے ٹائپ ہوگیا ہے۔ ''مناصرۃ للاستمار'' کہ اصل میں'' مناصرۃ للاستعمار ''یا امترقاق کی بجائے استرقاق وغیرہ۔بہرحال غلطیوں کی یہ فہرست قادری صاحب کی عربی زبان پرعدم قدرت کی بین اور واضح دلیل ہے۔ بریلویت کے حاملین کی علمیت پہلے ہی مشکوک تھی،قادری صاحب نے اس پرمہر ثبت کردی ہے۔(ثاقب)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نےظہیر صاحب کی 43 عربی غلطیاں نکالیں۔مترجم صاحب نے چندلفظوں پرکلام کرکے باقی کو چھوڑ کر یہ ثابت کردیا کہ باقی غلطیاں جونکالی ہیں وہ درست ہیں۔پھر ان غلطیوں کوصحیح کرنے کی انتہائی غلط کوشش کی ہے۔اگرشرف قادری رحمۃ اللہ علیہ حیات ہوتے تو مترجم صاحب کی تفصیلاً تمام باتوں کا جواب دیتے۔راقم الحروف اپنے علم کے مطابق مترجم صاحب کا اغلاط کوصحیح کرنے کی کوشش کوغلط ثابت کرتا ہے:۔

☆علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''یبوس ''کوعجمی لفظ ٹھہرایا تھا اورمترجم صاحب نے یبوس کوعربی کا لفظ ثابت کیا جبکہ یہ عربی کا لفظ نہیں چنانچہ المعجم الوسیط میں اس لفظ کے ساتھ بریکٹ میں صراحت کے ساتھ واضح کیا ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے چنانچہ لکھا ہے''باسہ۔بوسا،بوسہ لینا۔(فارسی معرب)۔''

(المعجم الوسیط، صفحہ 91،مکتبہ رحمانیہ،لاہور)

عربی لغت میں لفظ یبوس خشکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔لسان العرب،تاج العروس میں اس کی صراحت ہے

تفسیر طبری میں ہے"(فاضرب لهم طريقا فی البحر يبسا) يقول:فاتخذ لهم فی البحر طريقا يابسا،واليبس واليبس:يجمع أيباس، تقول:وقفوا فی أيباس من الأرض،واليبس المخفف:يجمع يبوس"

(جامع البیان فی تاویل القرآن، جلد18، صفحہ343، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

☆علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''رسید'' کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے اور مترجم صاحب نے اسے عربی ثابت کیا جبکہ رسید ہرگز عربی کا لفظ نہیں، یہ کسی بھی مستند عربی لغت میں نظر سے نہیں گزرا۔ اگر اہل عرب میں اب یہ استعمال بھی ہوتا ہے تو یہ عربی ہونے کی دلیل نہیں ۔رسید فارسی کا لفظ ہے چنانچہ جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون میں یہ فارسی میں استعمال ہوا ہے:۔

سر وجود ذات بإنسان رسيد وماند   جون وحی آسمان كه بقرآن رسيد وماند

(جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون، جلد1، صفحہ134، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کثیر کتب میں لفظ ''رسید'' فارسی زبان کے ساتھ استعمال ہوا ہے ۔تفسیر روح البیان میں کئی جگہ فارسی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔ایک جگہ ہے:۔خود بزركی عرش باشد بس مديد ليك صورت كيست جون معنی رسيد

(روح البیان، جلد1، صفحہ404، دار الفکر، بیروت)

☆لفظ''فرمانا'' کو بھی مترجم صاحب نے عربی کہا جبکہ جیسا علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بالکل درست تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے۔عربی لغت کی معتبر کتب لسان العرب وغیرہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ۔بلکہ المعجم الوسیط میں بھی لفظ فرمان موجود نہیں ۔البتہ بعد کی جدید کتب جیسے منجد وغیرہ میں غیر عربی سے اسے عربی میں شمار کیا گیا ہے ۔لغت کی ان جدید کتب سے بالکل واضح ہے کہ یہ ترکوں کی حکومت میں عربی میں داخل ہوا چنانچہ احمد مختار عبد الحمید عمر (المتوفی 1424ھ) کی جدید عربی لغت کتاب "معجم اللغة العربية المعاصرة"میں ہے:"ف ر م ا ن فرمان (مفرد) ج فرمانات وفرامينُ:۔

1۔قرار أو حكم كان يصدره الباب العالی (السُّلطان) إبّان الحكم التركیّ

2۔ مرسوم "أصدر فرمانًا بزيادة ساعات العمل"

(معجم اللغۃ العربیہ لمعاصرۃ)

کتاب ''تکملة المعاجم العربية'' میں لفظ ''فرمان'' کا ذکر اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے چنانچہ لکھا ہے "خاتم للتخليد: هو خاتم يختم به ملك الفرس البراءة أي الفرمان حين يهب اقطاعه"

(تكملة المعاجم العربية، ج8، ص4، صفحه163، وزارة الثقافة والإعلام، الجمهورية العراقية)

☆ لفظ "التكايا" کو جو مترجم صاحب نے عربی میں شمار کیا۔ میری کافی کوشش کی باوجود یہ ثابت نہیں ہو پایا کہ یہ عربی کا لفظ ہے۔

علامہ شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر صاحب کی 43 غلطیاں انتہائی مہذب انداز میں نکالیں۔ مترجم صاحب نے چند غلطیاں نکالیں اور اس پر اتنی اچھل کود کی ہے۔ غلطی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اپنے مولوی کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کی اتنی بے تکی کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ خود مزید غلطیاں ہو جائیں۔

59 ملاحظہ ہو یا داعلیٰ حضرت، ص۲۹

60 ملاحظہ ہو حدائق بخشش، از احمد رضا، مختلف صفحات

فصل: ذریعہ معاش

اعلیٰ حضرت زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟

جناب احمد رضا صاحب کے ذریعہ معاش کے متعلق مختلف روایات آئیں ہیں۔ بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ وہ زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور گھر کے اخراجات کے لئے انہیں سالانہ رقم مل جاتی تھی جس سے وہ گزر بسر کرتے۔61

بعض اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی اور وہ دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے کیونکہ ان کے پاس ڈاک کے ٹکٹ خریدنے کے لیے بھی رقم موجود نہ ہوتی۔62

کبھی کہا جاتا کہ انہیں دست غیب سے بکثرت مال و دولت ملتا تھا۔ ظفر الدین بہاری راوی ہیں کہ جناب بریلوی کے پاس ایک مقفل کنجی صندوقچی تھی جسے وہ بوقت ضرورت ہی کھولتے تھے۔ اور جب اسے کھولتے تو مکمل طور پر نہیں کھولتے تھے اس میں ہاتھ ڈالتے اور مال، زیور اور کپڑے جو چاہتے نکال لیتے تھے۔63

جناب بریلوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے احباب اور دوسرے لوگوں میں بکثرت زیورات اور دوسری چیزیں تقسیم کرتے تھے اور یہ سارا کچھ وہ اس چھوٹی سی صندوقچی سے نکالتے۔ ہمیں حیرت ہوتی کہ نامعلوم اتنی اشیاء اس میں کہاں سے آتی ہیں۔64

ان کے مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ''دستِ غیب'' کا صندوقچی وغیرہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا جو انہیں اپنے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کرنے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے امداد دیتا تھا۔65

میری رائے یہ ہے کہ ان کی آمدن کا بڑا ذریعہ لوگوں کی طرف سے ملنے والے تحائف اور امامت کی تنخواہ تھی۔ جس طرح ہمارے ہاں عام رواج ہے کہ دیہاتوں میں اپنے علماء کی خدمت صدقات وخیرات سے کی جاتی ہے اور عموماً یہی ان کا ذریعہ معاش ہوتا ہے۔ ان کے ایک پیروکار بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک روز ان کے پاس خرچ کے لیے ایک دمڑی نہ تھی۔ آپ ساری رات بے چین رہے۔ صبح ہوئی تو کسی تاجر کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے 51 روپے بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیے۔''67

ایک مرتبہ ڈاک کا ٹکٹ خریدنے کے لیے ان کے پاس کچھ رقم نہیں تھی تو ایک مرید نے انہیں دوسو

روپے کی رقم ارسال کی۔68

باقی جہاں تک زمینداری اور صندوقچی وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا خاندان زراعت وغیرہ سے متعلق تھا۔ باقی کرامتوں کے نام پر صندوقچی وغیرہ کے افسانے بھی مریدوں کی نظر میں تقدیس و احترام کا مقام دینے کے لیے وضع کیے گئے ہیں یہ سب بے سروپا باتیں ہیں۔ ﴾

ظہیر صاحب کا یہ سارا بیان تضاد سے بھرا ہوا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ انگریز امداد کرتے تھے پھر کہا جاتا ہے یہ سب بے سروپا باتیں ہیں، کبھی کہا جاتا ہے کہ لوگ امداد کرتے تھے۔ درحقیقت ظہیر صاحب نے پیچھے جھوٹ و بہتان باندھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو کمتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زمیندار سے نکال کر عام مولوی جو لوگوں کی نذر و نیاز پر گزر بسر کرتا ہے وہ ثابت کیا ہے۔ مسجد کی امامت کی تنخواہ پر زندگی گزارنا کوئی عیب نہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک زمیندار کو دھکے سے غیر زمیندار ظاہر کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاندانی زمیندار تھے۔ جناب سید الطاف علی بریلوی جنہوں نے بچپن میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی، وہ فرماتے ہیں: "مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے، معقول زمینداری تھی، جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان صاحب کرتے تھے۔ مولانا اور ان کے اہل خاندان کے محلّہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے، بلکہ پورا محلّہ ایک طرح سے ان کا تھا۔"

جناب منور حسین سیف الاسلام جو نوعمری میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے: "یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی حضرات تھے، سب پرانے خاندانی زمیندار تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے باغات تھے۔ شہر بریلی میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے مکانات تھے۔ جن کا کرایہ آتا تھا، مگر مجھ کو کرایہ وصول کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ غریبوں، بیواؤں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔" مولوی عبد العزیز خاں بریلوی لکھتے ہیں: "اس خاندان کی دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی تھی۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 175، مکتبہ قادریہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت کا کسی سے پیسے نہ مانگنا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سخی آدمی تھے، غریبوں کی امداد کرتے تھے اور اگر کوئی فتویٰ کے عوض تحفہ دیتا تو آپ نہ لیتے تھے۔ لوگوں کے سوالوں کے جواب بذریعہ ڈاک اپنی جیب سے بھیجتے تھے۔ ظہیر صاحب کا کہنا کہ ان کے پاس بعض اوقات کچھ نہیں ہوتا تھا تو ایسی صورت حال پیدا ہونا زمیندار ہونے کے منافی نہیں۔ کئی مرتبہ زمینوں سے پیسہ آنے میں تاخیر ہو ہی جاتی

ہے ۔بڑے بڑے زمیندار قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔یہی صورت حال بعض اوقات ہوتی تھی کہ آپ کو زمینوں سے پیسے دیر سے آتے تھے ۔لیکن ہرگز اعلیٰ حضرت گزربسر کے لئے اپنے چاہنے والوں سے پیسے نہیں مانگتے تھے ۔مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا ،جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے ،اس لئے غیر معمولی تاخیر ہوئی ۔میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے ۔لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں ۔میں نے سو یا دوسو کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی ۔جسے مولانا صاحب نے وصول کرلیا اور رسید بھی آ گئی ۔کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا منی آرڈر آیا ۔جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی ۔والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے ،باقی زنان خانے میں بھیج دیئے ۔آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے اور گاؤں (یعنی زمینوں)سے رقم آئی نہیں تھی اور میں اپنی ضروریات کے لئے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں ۔حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے ۔اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرہ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے ۔چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ184، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت کے شہزادے حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زمیندارانہ سیرت کے متعلق حافظ ملت حضرت علامہ محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "آپ کو شہسواری کا بھی شوق تھا ،آپ کی زمینداری میں اچھی نسل کے گھوڑے موجود تھے ۔"

(فتاوی حامدیہ، صفحہ72، شبیر برادرز، لاہور)

صندوقچی والے مسئلہ کی نسبت جو ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے بیٹے کی طرف کی ہے وہ غلط ہے ۔وہ بیان آپ کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ۔ممکن ہے کہ انہوں نے اس صندوقچی سے نکال کر خیرات کرنے کو کرامت پر محمول کیا ہو، جبکہ ہوسکتا ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود اس صندوقچی میں رکھتے ہوں ۔اگر اسے کرامت بھی سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں ،البتہ جو کرامت کے منکر ہیں ان کے لئے ایسی باتیں قصے کہانیاں ہی ہیں ۔

حوالہ جات (البریلویہ)

61 انوار رضا ص ۳٦۰
62 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۸
63 اعلیٰ حضرت بستوی ص ۵۷، انوار رضا، ص ۵۷
64 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۷
65 اس کا تفصیلاً ذکر آگے آ رہا ہے۔
66 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵٦
67 ایضاً، ص ۵٦
68 ایضاً، ص ۵۸

فصل: عادات اور طرزِ گفتگو

﴿ بریلوی اعلیٰ حضرت پان کثرت سے استعمال کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان المبارک میں وہ افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا کرتے۔69

اسی طرح حقہ بھی پیتے تھے۔70

دوسری کھانے پینے کی اشیاء پر حقہ کو ترجیح دیتے۔ ہمارے ہاں دیہاتیوں اور بازاری قسم کے لوگوں کی طرح آنے جانے والے مہمان کی تواضع بھی حقے سے کرتے۔71

مزے کی بات ہے کہ بریلوی اعلیٰ حضرت سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تا کہ شیطان بھی میرے ساتھ شریک ہو جائے۔''72 ﴾

حقہ اور پان کا شرعی حکم

حقہ اور پان بلا شبہ جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پان بیشک حلال ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان سے پہلے اولیاء کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی اس میں چونے کا جواز کتاب ''نصاب الاحتساب'' میں مصرح ہے۔ حقہ کا جواز غمز العیون وشرح ہدیہ ابن العماد و کتاب الصلح بین الاخوان و درمختار و طحطاوی و ردالمحتار وغیرہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے۔ حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا ظلم شدید بلکہ ضلال بعید ہے وہ اسے حکم شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے اور اللہ پر افتراء کرنے والا عذاب شدید کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْکَذِبَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے جھوٹ لگاؤ۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہو سکتے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 556، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دراصل حقہ اور پان اس زمانے میں عام رائج تھا، زمیندار و عزت دار لوگ اس کا استعمال کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ

اللہ علیہ اپنے دور میں حقہ رائج ہونے کے متعلق کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علمائے عظام حرمین محترمین زادھما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر میں اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع وناجائز کہنا احوال قلیان سے بےخبری پر مبنی۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 25، صفحہ 81، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی مکہ مدینہ میں بھی حقہ پینا رائج تھا۔ اسی طرح پان رائج تھا بلکہ یہاں تک کہ ختم شریف میں کھانے کے ساتھ پان کا اہتمام ہوتا تھا چنانچہ ایک جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں: ''اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے، یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 666، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو پان یا حقہ نوش فرماتے تھے وہ موجودہ آوارہ لوگوں کی طرح نہ تھا کہ کثرت پان سے منہ خراب اور بدبو اتنی کہ پاس کھڑا نہ ہوا جائے بلکہ آپ خاندانی معزز لوگوں کی طرح مہذب انداز میں اس کا استعمال فرماتے تھے۔ ایک جگہ تمباکو اور حقہ کا فرق اور حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تمباکو اور حقہ کا ایک حکم ہے، جیسا وہ حرام ہے یہ بھی حرام ہے اور جیسا وہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو باکراہت ورنہ بلا کراہت۔ فقط ایک فرق ہے جو لوگ غیر خوشبودار تمباکو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے۔ اس طرح تمباکو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے بخلاف حقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہو جاتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 555، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک جگہ آپ نے حقہ کے جواز پر پورا رسالہ بنام ''حُقّة المرجان لمهم حكم الدخان'' (مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں) لکھا۔ اس رسالے میں آپ نے کثیر دلائل سے اسے جائز ثابت کیا۔ اس رسالے کا مختصر مواد پیش خدمت ہے: ''فقیر نے اس باب میں زیادہ بےباکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوی باطل پر دلیل نہیں

پاتے نا چار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں۔ میں نے انکی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ "من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء" جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا۔ اور دوسری حدیث یوں تراشی "من شرب الدخان فکانما زنی بامّہ فی الکعبۃ" جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔﴿انّا للہ وانّا الیہ راجعون﴾ (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔) جہل بھی کیا بد بلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ و دانستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان اٹھایا اور حدیث متواتر ((من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار)) پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے) کا اصلاً دھیان نہ لایا۔۔۔ علامہ عبد الغنی بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں "من البدع العادیۃ استعمال التتن و القھوۃ الشائع ذکرھما فی ھذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انہ لا وجہ لحرمتھما ولا لکراھتھما فی الاستعمال" بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔۔۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس ودماغ میں فتور لاتے اور دیدہ ودل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔۔۔ اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو بے کلی کئے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہہ حلال ہے اور اسے کھا کر جب تک بو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع، مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کلی سے بھی بکلی زائل نہ ہو تو قرب جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ ترک جماعت و ترک سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخول مسجد کا موجب ہوگا اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف مؤدی ہو ممنوع و ناروا ہے۔۔۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد 25، صفحہ 81۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقے کے جواز کو بھی ثابت کیا اور اس کے احکام بھی بتائے کہ منہ سے بدبو دور کر کے مسجد میں جائے اور نماز کے وقت کے قریب حقہ نہ پیئے جبکہ منہ سے بدبو دیر سے دور ہوتی ہو۔ ظہیر صاحب نے پان، حقے

کا ذکر بطور اعتراض تو کیا ہے لیکن اس کے نا جائز ہونے کو ثابت نہیں کیا۔ ثابت بھی کیسے کر سکتے ہیں جب قرآن وحدیث اور فقہ میں یہ نا جائز ہی نہیں۔ بلکہ دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر وہابی مولویوں نے حقے کو جائز کہا ہے۔ وہابیوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب حقہ جائز ہے تو پھر اس کے پینے والے پر اس طرح اعتراض نا جائز ہے۔ جہاں تک حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے کا تعلق ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو بغیر بسم اللہ کھائے پئے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے اور بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایسوں کو مغربین فرمایا جو انسان وشیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔ اگر کھانے کی ابتداء میں بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے تو فوراً "بسم اللہ علی اولہ وآخرہ" شیطان اسی وقت قے کر دیتا ہے اور بفضلہٖ میں بھوکا ہی مارتا ہوں یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور جب چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف۔ ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔ وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہے ہو تو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) شیطان ہر وقت تمہاری گھات میں ہے اس سے غافل کسی وقت نہ ہو۔''

(الملفوظات، حصہ 2، صفحہ 227، شبیر برادرز، لاہور)

قدم بوسی کا شرعی حکم

﴿ لوگوں کے پاؤں چومنے کی عادت بھی تھی۔ ان کے ایک معتقد راوی ہیں کہ: ''آپ حضرت اشرفی میاں کے پاؤں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔''73

جب کوئی صاحب حج کر کے واپس آجاتے تو ایک روایت کے مطابق فوراً اس کے پاؤں چوم لیتے۔74 ﴾

پاؤں چومنے پر اعتراض بھی عجیب ہے کہ قدم بوسی جب احادیث وفقہ سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا گویا احادیث پر اعتراض کرنا ہے۔ ابوداؤد، شعب الایمان اور شرح السنۃ للبغوی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفد عبدالقیس میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں "لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا، فنقبل ید النبی صلی الله علیه وسلم ورجله" ترجمہ: جب ہم مدینہ پاک پہنچے تو اپنی سواریوں

سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دینے لگے۔

(سنن أبی داود، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الرجل، جلد4، صفحہ357، المکتبۃ العصریۃ بیروت)

فتاوی رضویہ میں امام احمد رضا خان اس کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پیر کا اپنے مریدوں سے ہاتھ چومو انا بایں معنی کہ وہ چومنا چاہیں تو یہ منع نہیں کرتا بلکہ ہاتھ بڑھا دیتا ہے کوئی حرج نہیں رکھتا بلکہ اگر قدم چومنا چاہیں اور یہ منع نہ کرے جب بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے "طلب من عالم اوزاهد ان يدفع اليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله اجابه و قيل لا " کسی عالم یا کسی زاہد (پرہیز گار) سے کسی نیازمند نے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پاؤں اس کے حوالے کردے اور ان پر اسے تسلط اور قابو پانے کا اختیار دے تا کہ وہ انہیں بوسہ دے تو عالم اور زاہد اس کی درخواست قبول فرمائے، (یعنی پاؤں چومنے کی اجازت دے) اور (ایک ضعیف روایت میں) کہا گیا کہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔

ردالمحتار میں ہے "لما اخرجه الحاکم ان رجلااتى النبى صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم فاذن له فقبل رجليه" کیونکہ محدث حاکم نے اس روایت کی تخریج فرمائی ہے کہ ایک صاحب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے (انہوں نے آپ کے پاؤں چومنے کی درخواست کی) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے آپ کے قدم چومے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ339، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت بزرگ اور حاجی کا پاؤں محبت میں چوم لیتے تھے لیکن اپنا پاؤں کسی کو چومنے نہیں دیتے تھے۔ آپ کی سیرت میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی محبّ نے آپ کے قدموں کا اچانک بوسہ لیا تو آپ اس پر نا خوش ہوئے۔ باقی وہابیوں کا قدم بوسی پر اعتراض کرنا بجا ہے کہ قدم بوسی بطور ادب ہے اور ان کے ہاں تو ادب شرک ہوتا ہے۔

حوالہ جات (البریلویہ)

69 انوار رضا ص ۲۵۶

70 ﴿ کتنی عجیب بات ہے دوسروں کو معمولی باتوں پر کافر قرار دینے والا خود کیسے حقہ نوشی کو جائز سمجھتا ہے اور اس کا مرتکب ہے؟ ﴾

مترجم صاحب کتنی عجیب بات ہے کہ آپ بغیر دلیل حقہ کو نا جائز کہہ رہے ہو۔ نام آپ نے اپنے فرقے کا لوگوں کو متاثر

کرنے کے لئے اہل حدیث رکھا ہے لیکن شرک، بدعت، حلال وحرام کے فتوے اپنی عقل سے دیتے ہو۔ کچھوا، کوا کھانا جائز کہہ دیتے ہو اور ختم کے کھانے کو مثل خنزیر قرار دیتے ہو۔ وہ بھی قرآن وحدیث کی کسی دلیل کے بغیر۔ مزا تو تب ہے کہ آپ تحریفات کی بجائے قرآن وسنت سے حقہ اور پان کو نا جائز ثابت کرو۔ معمولی باتوں پر شرک کے فتوے تو آپ لگاتے ہو۔

71 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۶۷

72 ملفوظات

73 اذکار حبیت رضا، طبع مجلس رضا، لاہور، ص ۲۴

74 انوار رضا ص ۳۰۶

فصل: اسلوب بیان

﴿ اپنے سے معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کے خلاف سخت زبان استعمال کیا کرتے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ بڑے فحش اور غلیظ لفظ بولتے۔ مخالف کو کتا، خنزیر، کافر، سرکش، فاجر، مرتد اور اس طرح کے دوسرے سخت اور غلیظ کلمات کی بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ بے محابا و بے دریغ یہ کلمات ادا کر جاتے۔ ان کی کوئی کتاب اس انداز گفتگو اور اخلاقیات سے بھری ہوئی طرز تحریر سے خالی نہیں ہے۔ ﴾

گمراہوں کو خبیث مردود کہنا

پیچھے بیان کیا گیا کہ گمراہ اور گستاخوں کو احادیث و مستند کتب میں کافر، کتا، خنزیر، فاسق، فاجر، ملعون کہا گیا ہے۔ خارجیوں کے متعلق ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے "عن ابن أبی أوفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((الخوارج كلاب النار))" حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خارجی جہنم کے کتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، باب فی ذكر الخوارج، جلد1، صفحه 61، دار إحياء الكتب العربية)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنتظم فی تاریخ الامم والملوک" میں مانی اور یونس بن فروہ کو زندیق کہا۔ پھر آگے ایک جگہ ان الفاظ کی ہیڈنگ بنائی "أحمد بن يحيى بن إسحاق أبو الحسين الريوندی الملحد الزنديق" امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام" میں لکھا "وإسحاق بن محمد بن أبان النخعی الأحمر الزنديق الإلحادی" پھر آگے یوں لکھتے ہیں "أبو جعفر بن أبی العزاقر الشلمغانی الزنديق" امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ طبری کی ساتویں جلد میں کئی مقامات پر صاحب الزنج کو فاسق و خبیث لکھا ہے۔ ایک شخص کے متعلق یوں لکھتے ہیں "جعفر بن أحمد خال ابن الخبيث الملعون" ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ "الكامل فی التاريخ" میں لکھتے ہیں "جعفر بن إبراهيم المعروف بالسجان وكان من ثقات الخبيث" امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام" میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ان الفاظ کے ساتھ خبیث کہا "قلت أخبرت أحمد بن حنبل فقال قاتله الله، الخبيث" طبرانی اوسط کی حدیث پاک ہے "عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال أتيت النبی صلى الله عليه وسلم

وترکت أبي يلحقني، فقال: ((ليطلعن الآن رجل لعين، فخفت أن يكون أبي، فلم أزل خارجا وداخلا حتی طلع الحكم بن أبي العاص)) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے پیچھے اپنے والد کو چھوڑ آیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ابھی ایک لعنتی شخص آئے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں میں ڈرا کے میرے پیچھے میرے والد صاحب تھے کہیں وہ نہ آئیں، ابھی کوئی آیا گیا نہیں تھا کہ (گستاخ کافر) حکم بن ابی العاص آیا۔

(المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه محمد، جلد7، صفحہ 160، دار الحرمين، القاهرة)

معلوم ہوا اسلاف بھی اپنے دور کے گمراہوں کو بسبب ان کے عقائد زندیق، ملعون، کافر، خبیث وغیرہ کہتے اور لکھتے تھے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے بھی اس طرح کے الفاظ گمراہ و گستاخوں کے ساتھ استعمال کئے ہیں جو کہتے تھے کہ نبی مر کر مٹی ہو گئے، انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، نماز میں بیل گدھے کے خیال سے نبی کا خیال لانا بدتر ہے، حضور کے بعد کوئی اور نبی بھی آسکتا ہے، اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ اعلیٰ حضرت نے تو کئی مقامات پر مسلمانوں کو گالی دینا ناجائز لکھا چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''بلا وجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((بحسب امری من الشران يحقر اخاه المسلم كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه)) آدمی کے برا ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون آبرو مال۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ((سباب المسلم فسوق)) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 127، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندی، وہابیوں کے نزدیک رب تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے

ان کی شیریں لب کا ذکر گزشتہ صفحات میں حاشیہ کے اندر گزر چکا ہے۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر ان کی مختلف عبارتوں میں سے ایک قطعہ نقل کرتے ہیں جس سے ان کے اسلوب بیان کی تصویر قارئین کے سامنے آ جائے گی۔ وہ دیوبندیوں کے خدا کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا بھی کرائے، ورنہ دیوبند کی چکلے والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا۔ (75) پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو۔ اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو۔ یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن بھی

مانی پڑے گی۔'' 76 نستغفر اللہ۔

اندازہ لگائیں اس طرح کا انداز تحریر کسی عالم دین کو زیب دیتا ہے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ تجدید دین کا دعویٰ۔مجدد دین کے لیے اس قسم کی گفتگو کا اختیار کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ انہیں عالم دین کہنے پر اصرار ہو تو ضرور کہئے مگر مجدد کہتے ہوئے تھوڑی سی جھجک ضرور محسوس کرلیا کریں۔

ظہیر صاحب نے اپنی سابقہ عادت کی طرح یہاں بھی بغیر سیاق وسباق عبارات پیش کی ہیں۔حقیقت وتفصیل یوں ہے کہ دیوبندیوں کے بڑے مولویوں نے بغیر دلیل شرعی کے ایک خود ساختہ باطل عقیدہ بنالیا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اور اس پر یہ دلیل پیش کی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کئی رسالوں میں تفصیلی ردّ فرمایا کہ جھوٹ ایک عیب ہے جو رب تعالیٰ کیلئے محال ہے اور محال فعل تحت قدرت نہیں ہوتا ورنہ تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے جیسا ایک اور خدا بنا سکتا ہے، اپنا خدا ہونا سلب (ختم) کرسکتا ہے وغیرہ چنانچہ "سُبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح "(کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ومنزہ ہے۔) میں فرماتے ہیں: یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے،ایھا المسلمون ا قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو بھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھودینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہیں منجملہ محالات عدم باری عز وجل ہے تو اس پر قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا" تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا" (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عز اسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہوجانا ہے، اللہ انصاف۔۔۔۔(اعلیٰ حضرت اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اب بتوفیق اللہ تعالیٰ نصوص ائمہ وکلمات علماء نقل کرتا ہوں: شرح مقاصد کے مبحث

کلام میں ہے "الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللّٰہ تعالی محال "جھوٹ باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ۔۔۔ شرح عقائد نسفی میں ہے "کــذب کــلام اللّٰہ تعالی محال" کلام الٰہی کا کذب محال ہے ۔

طوالع الانوار کی فرع متعلق بمبحث کلام میں ہے "الـکـذب نـقـص والنقص علی اللّٰہ تعالی محال "جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ۔مواقف کی بحث کلام میں ہے "انـہ تـعـالی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عند المعتزلہ فلان الـکـذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللّٰہ محال اجماعا" یعنی اہلسنت ومعتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے ،معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے ۔۔۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں "یستـحـیـل عـلـیـہ تـعـالی سمات النقص کالجھل والـکـذب " جتنی نشانیاں عیب کی ہیں ، جیسے جہل وکذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں ۔۔۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے "﴿ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا﴾ انـکـار ان یـکـون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لان نقص وھـو عـلـی اللّٰہ تـعـالی محال " اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کے سچے ہونے کا انکار ہے کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ۔۔۔ شرح عقائد جلالی میں ہے "الـکـذب نـقـص والنقص علیہ محال فلایکون من الممکنات ولاتشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالی کالجھل والعجز "جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ،تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں ، نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج ۔مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں "الکذب علیہ تعالی محال "اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے ۔۔۔

افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبا چچا اور علما باپ اور طریقۃ دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نا مور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالیٰ ﴿فَـلَـنْ یُـخْـلِفَ الـلّٰـہُ عَھْـدَہٗ﴾ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا ۔یوں تصریح کی "خبر او تعالی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصانی ست عظیم کہ ہرگز بصفات

اوراہ نمی یابد در حق او تعالیٰ کہ مبراز جمیع عیوب ونقائص ست خلاف خبر مطلقا نقصان ست" اللہ تعالیٰ کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پا سکتا اللہ تعالیٰ کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 15، صفحہ 322، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

المختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر مستند دلائل سے اس اعتقاد کا رد فرمایا کہ رب جھوٹ بول سکتا ہے۔ پھر ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو بطور زجر فرمایا: ''اگر دہلوی ملا کی یہ دلیل بچی ہوتو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہو جائیں، وجہ سنئے جب یہ اقرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کیلئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہمبستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملا جی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعا جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جن کے باعث انہیں مانتے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملا جی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی نا قابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم میں کوئی نساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا، بہرحال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعا ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ﴾ تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے پوجنے والا ہوں۔

تو قطعا دو خدا کا امکان ہوا اگرچہ منافی گیر ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن ہوتو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کو انتہا نہیں "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" خامسا: ملائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کر لے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلا لے، خاک پر لیٹے، کانٹوں

پرلوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کامولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کرسکتا ہوگا، ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں) غرض خدائی سے ہرطرح ہاتھ دھوبیٹھنا ہے نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں کرسکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں محتاج ہو محتاج خدا نہیں۔ ملوث ہوا ملوث خدا نہیں۔ تو شمس وامس کی طرح اظہر واز ہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول اہترحقیقۃ انکارخدا کی طرف منجر ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ "والعیاذباللّٰہ من اضل الشیطن" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

مگرسبحان ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیرشر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ وارادہ الٰہیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب پر قادر ہونا اس کی شان قدوس کے لائق و درخور۔ "**تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، وسبحن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدا کثیرا**" اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔۔۔۔۔۔''

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ 367 ۔۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اللہ عزوجل کی شان میں ایسے کلمات کہنے والوں کو بطور زجر ایسے کلمات کہے تھے۔ اس طرح کے کلمات تو اسلاف سے ثابت ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ بن مسعود کو کہا "امصص بیظر اللات" ترجمہ: لات کی ظر چوس۔

(صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد ۔۔۔ جلد3، صفحہ193، دار طوق النجاۃ)

یہ جملہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس گستاخ کافر کو بطور زجر کہا تھا، اگر کسی کافر یا گستاخ کو اس کے کفر و گستاخی کی وجہ سے اس طرح کے سخت جملے کہنے ناجائز وحرام اور فحش کوئی ہوتے تو کیا ابوبکر صدیق جیسی ہستی سے اس کا ارتکاب ہوتا، کیا وہابی ابوبکر صدیق کو بھی فحش گو کہیں گے؟ نعوذباللہ۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''وفیہ جواز النطق بما یستبشع من الألفاظ لإرادۃ زجر'' یعنی جو منہ پھٹ ہوا سے اس قسم کے الفاظ بطور زجر کہنا جائز

ہے۔

(فتح الباری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع أہل الحرب وکتابۃ الشروط، جلد5، صفحہ340، دار المعرفہ بیروت)

﴿ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ یہ بریلوی صاحب ایک مرتبہ کسی کے ہاں تعلیم کی غرض سے گئے۔ مدرس نے پوچھا کہ آپ کا شغل کیا ہے؟ کہنے لگے: "وہابیوں کی گمراہی اور ان کے کفر کا پول کھولتا ہوں۔" مدرس کہنے لگے: "یہ انداز درست نہیں۔" تو جناب بریلوی صاحب وہاں سے واپس لوٹ آئے (77) اور ان سے پڑھنے سے انکار کردیا۔ کیونکہ انہوں نے احمد رضا صاحب کو موحدین کی تکفیر و تفسیق سے روکا تھا۔ ﴾

پیچھے ظہیر صاحب نے کہا تھا کہ مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پڑھانے سے انکار کردیا تھا اور یہاں اپنا پچھلا جھوٹ خود ثابت کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے پڑھنے سے انکار کردیا۔ پھر پہلے کی طرح یہاں بھی ہیرا پھیری اور جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔ مولانا عبد الحق نے یوں فرمایا تھا: "اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔" اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیانِ سنت کی توہین و تحقیر سمجھی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ 249، کرمانیز انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت کی علمیت

﴿ جہاں تک ان کی لغت کا تعلق ہے تو وہ نہایت پیچیدہ قسم کی عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ بے معنی الفاظ و تراکیب استعمال کرکے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ انہیں علوم و معارف میں بہت گہری دسترس حاصل ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں اس عالم دین کو جو اپنا مافی الضمیر کھول کر بیان نہ کرسکے اور جس کی بات سمجھ میں نہ آئے اسے بڑے پائے کا عالم دین تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں کہ: "اعلیٰ حضرت کی بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان علم کا سمندر ہو۔"78 ﴾

جب انسان اپنے مخالف کو تعصب کی آنکھ سے دیکھے تو اس کی خوبیاں بھی خامیاں لگتی ہیں۔ ظہیر صاحب کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ جب ان کو اعلیٰ حضرت کی عربی سمجھ نہیں آتی تو اسے اپنی کم علمی نہیں سمجھتے بلکہ الٹا اعتراض کردیتے ہیں کہ وہ پیچیدہ عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال پیچھے عربی شجرہ میں گزر چکی ہے کہ جس کی ظہیر صاحب کو سمجھ نہیں آئی تھی۔ اعلیٰ

حضرت کی علمیت وادب کو وہابی مولویوں سمیت کئی بڑے بڑے ادیبوں، شاعروں، پروفیسروں نے مانا ہے۔ دیوبندی مودودی لکھتا ہے: ''مولانا احمد رضا خاں کے علم وفضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 188، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں: ''میرا خیال یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم ونثر، دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔''

(حیاتِ رضا، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 191، مکتبہ قادریہ لاہور)

ادھر ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنی عبارتوں میں بے معنی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ادھر وہابی ترجمان ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں لکھا ہے: ''فاضل بریلوی نے ترجمہ اور ترجمانی کی درمیانی راہ اختیار کی اور ان کی تمام تر توجہ اس امر پر رہی کہ قرآن مجید کے ان بعض الفاظ جو عربی اور اردو زبان میں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کا ایسا ترجمہ کیا جائے کہ غیر مسلم ان پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کی نوبت ہی نہ آئے بلاشبہ بعض الفاظ کے ترجمہ کی حد تک وہ (فاضل بریلوی) کامیاب بھی رہے۔''

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، 22ستمبر 1989ء، ماخوذ از رضائے مصطفےٰ، دسمبر 1989ء)

وہابی ترجمان المنبر لائل پور لکھتا ہے: ''مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ (قرآن، کنز الایمان) کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔''

(المنبر لائل پور، 6 صفر المظفر 1386ھ، ماخوذ از رضائے مصطفےٰ، فروری 1976ء)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی مہارت ولفاظی کا اعتراف آج دنیا میں ہو رہا ہے۔ دنیا کے مختلف جامعات میں اعلیٰ حضرت کی علمی، ادبی اور دینی خدمات پر بے شمار مقالات ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر رقم کئے گئے۔ عربی اشعار کی تجمیع وتدوین کے لئے جامعۃ الازھر کے فاضل استاد حازم محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ پاکستان تشریف لائے اور آپ نے یہاں قیام پذیر ہو کر نہایت محنت شاقہ سے اور شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف القادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ومشائخ کے تعاون سے قبلہ اعلیٰ حضرت کے عربی اشعار کو مجتمع کر کے کم وبیش سات سو بچانوے ابیات پر مشتمل ''بساتین الغفران'' کے نام سے دیوان

مرتب کیا۔ یہ دیوان پہلی بار بین الاقوامی رضا اکیڈمی، لاہور اور ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے اشتراک سے 1997ء میں شائع کیا گیا۔ آپ کے اس دیوان کا مطالعہ کرنے سے آپ کی عربی زبان و ادب پر گرفت اور وسیع مطالعہ کے ساتھ ساتھ آپ کے ایک طبّاع شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آپ بلا شک وشبہ عربی شاعری کے اسلوب، ردیف وقوافی اور علمِ عروض کے ماہر اور کہنہ مشق شاعر کی حیثیت سے اپنا امتیازی مقام متعین فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی فصاحت وروانی

﴿ ان کی زبان میں فصاحت وروانی نہیں تھی۔ اس بنا پر تقریر سے گریز کرتے تھے صرف خود ساختہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اپنے پیر آل رسول شاہ کے عرس کے موقعہ پر چند کلمات کہہ دیتے۔79 ﴾

ظہیر صاحب کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ وہ فصاحت وروانی نہ ہونے کے سبب تقریر سے گریز کرتے تھے۔ دراصل آپ تحریری مصروفیت کی بنا پر زیادہ تقریروں سے گریز کرتے تھے اور سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت وجماعت۔ دوسرا مجلس میلاد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو حضور کی طرف سے ہر سال 12 ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی اعلیٰ حضرت کا آبائی مکان ہے، منعقد ہوتی تھی۔ تیسرا وعظ 18 ذی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس حضرت سید شاہ آل رسول مارہری رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر فرماتے تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ356، کمشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ان تین موقع پر خصوصی طور پر تقریر ہوتی تھی ورنہ عید جمعہ اور دیگر مواقع پر نہایت شیریں، فصاحت والی اور موثر تقریر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ جناب مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن وعظ فرمانے میں بہت احتراز فرماتے تھے۔ ایک بار جامع مسجد سیتا پور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کردیا، لوگ رک گئے۔ مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا مگر جناب مولانا عبد القادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا! لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرمادیجئے۔ سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کرکے سورۃ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ354، کمشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جامع حالات حضرت ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش

آیا اور غالبا یہ واقعہ سیتا پور سے پہلے کا ہے۔ حضرت مولانا عبد القیوم بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم اعلیٰ حضرت، موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا۔ انہوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ سب حضرات سنن ونوافل کے بعد تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔ جب اعلیٰ حضرت سنن ونوافل سے فارغ ہوئے، دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق وشوق بیٹھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔ مولانا عبد القیوم صاحب نے فرمایا تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پر اثر زبردست وعظ فرمایا۔ مولانا عبد القیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسی پُر از معلومات، پر اثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کر سکتا۔ یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ354، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جناب ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''والد نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے بریلی کی جامع مسجد نور محلہ میں تشریف لے جاتے اور میں بھی اکثر آپ کے ساتھ ہوتا، اکثر وبیشتر ہمیں دوسری، تیسری صف میں بیٹھنے کا موقع مل جاتا۔ اسی مسجد میں حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے۔ منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ وسفید رنگ کے مالک تھے۔ داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔ آواز ازحد شیریں اور گداز تھی۔ آپ کا وعظ نہایت موثر ہوتا تھا۔ میں اگرچہ بچہ تھا مگر اس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لئے کوئی کشش ضرور تھی۔ اکثر مجھ پر انہماک سا طاری ہو جاتا اور حاضرین کی کیفیت تو اس سے بڑھ کر ہوتی تھی۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ خاصا طویل اور مفصل ہوتا ہوگا، مگر وہاں خطبہ جمعہ حاضرین کی سہولت کے لئے اکثر مختصر فرما دیتے۔''

(مقالات یوم رضا، حصہ3، صفحہ8، رضا اکیڈمی، لاہور)

بدایوں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والضحیٰ پر چھ گھنٹے وعظ فرمایا۔ اور بھی کئے ایسی واقعات ہیں جن کو بطور

دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر سب کو چھوڑ دیں اور ظہیر صاحب والی ہی بات لے لیں کہ آپ سال میں دو مرتبہ تقریر کیا کرتے تھے تو قارئین خود سوچیں کیا ان دو خاص موقعوں پر کوئی ایسا شخص تقریر کر سکتا ہے جس کو تقریر ہی نہیں کرنا آتی؟ حیات اعلیٰ حضرت میں آپ کی چند تقریریں تحریر ہیں ان کو پڑھ کر قاری اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ کیسی تقریر کرتے تھے۔

حوالہ جات (البریلویہ)

75 سبحان السبوح، از احمد رضا بریلوی، ص ۱۴۲

76 ایضاً

77 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری

78 انوار رضا ص ۲۸۶

79 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری رضوی

فصل: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات

ان کی تصنیفات کے بیان سے قبل ہم قارئین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ بریلوی قوم کو مبالغہ آرائی کی بہت زیادہ عادت ہے اور مبالغہ آرائی کرتے وقت غلط بیانی سے کام لینا ان کی سرشت میں داخل ہے۔ تصنیفات کے سلسلہ میں بھی انہوں نے بے جا غلو سے کام لیا ہے اور حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کی سینکڑوں تصنیفات گنوا دی ہیں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان کے متضاد اقوال کا نمونہ درج ذیل ہے:۔ ان کے ایک راوی کہتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات 200 کے قریب تھیں۔80

ایک روایت ہے کہ 250 کے قریب تھیں۔81

ایک روایت ہے 350 کے قریب تھیں۔82

ایک روایت ہے 450 کے لگ بھگ تھیں۔83

ایک اور صاحب کہتے ہیں 500 سے بھی متجاوز تھیں۔84

بعض کا کہنا ہے 600 سے بھی زائد تھیں۔ ایک اور صاحب ان تمام سے آگے بڑھ گئے اور کہا کہ ایک ہزار سے بھی تجاوز کر گئی تھیں۔85

حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اس میں بھی مبالغہ ہو۔۔۔۔۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:۔

جناب بریلوی صاحب نے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ وہ فتویٰ نویسی اور عقیدہ توحید کے حاملین کے خلاف تکفیر و تفسیق میں مشغول رہے۔ لوگ ان سے سوالات کرتے اور وہ اپنے متعدد معاونین کی مدد سے جوابات تیار کرتے اور انہیں کتب و رسائل کی شکل دے کر شائع کروا دیا جاتا۔ بسا اوقات بعض کتب دستیاب نہ ہونے کے باعث سوالات کو دوسرے شہروں میں بھیج دیا جاتا تاکہ وہاں موجود کتابوں سے ان کے جوابات کو مرتب کیا جا سکے۔ جناب بریلوی ان فتاویٰ کو بغیر تنقیح کے شائع کرواتے۔ اسی وجہ سے ان کے اندر ابہام اور پیچیدگی رہ جاتی اور قارئین کی سمجھ میں نہ آتے۔ جناب بریلوی مختلف اصحاب کے تحریر کردہ فتاویٰ کا کوئی تاریخی نام رکھتے چنانچہ اسے ان کی طرف منسوب کر دیا جاتا۔

جناب بریلوی کا قلم سوالات کے ان جوابات میں خوب روانی سے چلتا، جن میں توحید و سنت کی مخالفت اور باطل نظریات وعقائد کی نشر واشاعت ہوتی۔ چند مخصوص مسائل مثلاً علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر، تصرفات وکرامات اور اس قسم کے دوسرے خرافی امور کے علاوہ باقی مسائل میں جناب بریلوی کا قلم سلاست و روانی سے محروم نظر آتا ہے۔ یہ کہنا کہ ان کی کتب ایک ہزار سے بھی زائد ہیں انتہائی مضحکہ خیز قول ہے۔

ان کی مشہور تصنیف جسے کتاب کہا جا سکتا ہے فتاویٰ رضویہ ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں۔
فتاویٰ رضویہ کی آٹھ جلدیں ہیں ہر ایک جلد مختلف فتاویٰ پر مبنی چھوٹے چھوٹے رسائل پر مشتمل ہے۔

بریلوی حضرات نے اپنے قائد ومؤسس کی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے لیے اس میں مندرج رسائل کو مستقل تصانیف ظاہر کیا ہے۔ نمونے کے طور پر ہم فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں مندرج رسائل کو شمار کرتے ہیں۔ اس میں 31 رسائل موجود ہیں جنہیں کتب ظاہر کیا گیا ہے ---- ان کے اسماء درج ذیل ہیں:۔ حسن التعمم، باب العقائد، قوانین العلماء، الجد السعید، مجلی الشمعۃ، تبیان الوضوء، الدقۃ والتبیان، النہی الاکید، الظفر لقول زفر، المطر السعید، لمع الاحکام، المعلم الطراز، نبہ القوم، اجلی الاعلام، الاحکام والعلل، الجود الحلو، تنویر القندیل، آخر مسائل، النمیقۃ الانقی، رجب الساحۃ، ہبۃ الحبیر، مسائل اخر، فضل البشر، بارق النور، ارتفاع الحجب، الطرس المعدل، الطلبۃ البدیعۃ، برکات الاسماء، عطاء النبی، النور والنورق، سمع الندر۔ چند سو صفحات پر مشتمل ایک جلد میں موجود 31 رسائل کو بریلوی حضرات نے اپنے اعلیٰ حضرت کی 31 تصنیفات ظاہر کیا ہے۔ 86

یہ کہہ دینا کہ فلاں شخص نے ایک ہزار دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں سہل ہے مگر اسے ثابت کرنا آسان نہیں۔ بریلوی حضرات بھی اسی مخمصے کا شکار نظر آتے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت فرما رہے ہیں کہ ان کی کتابوں کی تعداد 200 کے قریب ہے۔ 87

ان کے ایک صاحبزادے کہہ رہے ہیں کہ (88) 400 کے لگ بھگ ہیں۔ 89

ان کے ایک خلیفہ ظفر الدین بہاری رضوی جب ان تصنیفات کو شمار کرنے بیٹھے تو 350 رسالوں سے زیادہ نہ گنوا سکے۔ 90

ایک اور صاحب نے 548 تک تصنیفات شمار کیں۔ 91 اب ذرا یہ لطیفہ بھی سن لیجئے کہ انہوں نے

کس طرح یہ تعداد پوری کی ہے۔ انوار رضا میں ان کی جو تصانیف شمار کی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ قارئین پر کثرت تصانیف کے دعوے کا سربستہ راز منکشف ہوسکے۔ حاشیہ صحیح بخاری۔ حاشیہ صحیح مسلم۔ حاشیہ النسائی۔ حاشیہ ابن ماجہ۔ حاشیہ التقریب۔ حاشیہ مسند امام اعظم۔ حاشیہ مسند احمد۔ حاشیہ الطحاوی۔ حاشیہ خصائص کبری۔ حاشیہ کنز العمال۔ حاشیہ کتاب الاسماء والصفات۔ حاشیہ الاصابہ۔ حاشیہ موضوعات کبیر۔ حاشیہ شمس بازغہ۔ حاشیہ عمدۃ القاری۔ حاشیہ فتح الباری۔ حاشیہ نصب الرایہ۔ حاشیہ فیض القدیر۔ حاشیہ اشعۃ اللمعات۔ حاشیہ مجمع بحار الانوار۔ حاشیہ تہذیب التہذیب۔ حاشیہ مسامرہ ومسایرہ۔ حاشیہ تحفۃ الاخوان۔ حاشیہ مفتاح السعادۃ۔ حاشیہ کشف الغمہ۔ حاشیہ میزان الشریعۃ۔ حاشیہ الہدایہ۔ حاشیہ بحر الرائق۔ حاشیہ منیۃ المصلی۔ حاشیہ رسائل شامی۔ حاشیہ الطحاوی۔ حاشیہ فتاوی خانیہ۔ حاشیہ فتاوی خیراتیہ۔ حاشیہ فتاوی عزیزیہ۔ حاشیہ شرح شفا۔ حاشیہ کشف الظنون۔ حاشیہ تاج العروس۔ حاشیہ الدر المکنون۔ حاشیہ اصول الہندسہ۔ حاشیہ سنن الترمذی۔ حاشیہ تیسیر شرح جامع الصغیر۔ حاشیہ کتاب الاثار۔ حاشیہ سنن دارمی۔ حاشیہ ترغیب والترہیب۔ حاشیہ نیل الاوطار۔ حاشیہ تذکرۃ الحفاظ۔ حاشیہ ارشاد الساری۔ حاشیہ مرعاۃ المفاتیح۔ حاشیہ میزان الاعتدال۔ حاشیہ العلل المتناہیہ۔ حاشیہ فقہ اکبر۔ حاشیہ کتاب الخراج۔ حاشیہ بدائع الصنائع۔ حاشیہ کتاب الانوار۔ حاشیہ فتاوی عالمگیری۔ حاشیہ فتاوی بزازیہ۔ حاشیہ شرح زرقانی۔ حاشیہ میزان الافکار۔ حاشیہ شرح چغمینی۔

یعنی وہ تمام کتب جو احمد رضا صاحب کے پاس تھیں اور ان کے زیر مطالعہ رہتیں اور انہوں نے ان کتب کے چند صفحات پر تعلیقاً کچھ تحریر کیا ان کتابوں کو بھی اعلیٰ حضرت صاحب کی تصنیفات شمار کیا گیا ہے۔ اس طرح تو کسی شخص کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تصنیفات ہزاروں ہیں۔ میری لائبریری میں پندرہ ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔ فرقوں سے متعلقہ ہزاروں کتب میرے زیر مطالعہ رہ چکی ہیں۔ خود البریلویہ کی تصنیف کے لیے میں نے 300 سے زائد کتب ورسائل کا مطالعہ کیا ہے اور تقریباً ہر کتاب کے حاشیہ پر تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ اس حساب سے میری تصنیفات ہزاروں سے متجاوز ہوجاتی ہیں۔

اگر معاملہ یہی ہوتو اس میں فخر کی بات کون سی ہے؟ آخر میں پھر ہم اس سلسلے میں بریلوی حضرات کے متضاد اقوال کو دہراتے ہیں۔ خود احمد رضا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی کتب کی تعداد 200 ہے۔ 92

ان کے ایک خلیفہ کا ارشاد ہے 350 ہے۔ 93

بیٹے کا قول 400 ہے۔94
انوار رضا کے مصنف کہتے ہیں 548 ہے۔95
بہاری صاحب کا کہنا ہے 600 ہے۔96
ایک صاحب کا فرمان ہے کہ ایک ہزار ہے۔97
اعلیٰ حضرت کی تمام وہ کتب و رسائل جو آج تک چھپی ہیں ان کی تعداد 125 سے زائد نہیں۔98
اور یہ وہی ہیں جن کے مجموعے کا نام فتاویٰ رضویہ ہے۔ یہاں ہم بریلوی حضرات کی ایک اور کذب بیانی نقل کرتے ہیں۔ مفتی برہان الحق قادری کہتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت کے مجدد ہونے کی شہادت آپ کا مجموعہ فتاوی ہے جو بڑی تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں ایک ہزار صفحات سے زائد ہیں۔''99
اس بات سے قطع نظر کہ ان فتاوی کی علمی وقعت کیا ہے ہم ان کی کذب بیانی کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں:۔
اولاً: یہ کہنا کہ اس کی بارہ جلدیں ہیں سراسر غلط ہے۔ اس کی صرف آٹھ جلدیں ہیں۔
ثانیاً: بڑی تقطیع کی صرف ایک جلد ہے۔ تمام جلدوں کے متعلق کہنا کہ وہ بڑی تقطیع کی ہیں یہ بھی واضح جھوٹ ہے۔
ثالثاً: ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔ بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔ بہر حال ایک ہزار صفحات کسی جلد کے بھی نہیں ہیں۔
ہم نے تصنیفات کے موضوع کو اس قدر تفصیل سے اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ بریلوی حضرات جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تعریف و توصیف میں کس قدر مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔ ؎

ظہیر صاحب نے اہل سنت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور خود ظہیر نے جو تصانیف کے متعلق مبالغہ کیا ہے اس کے لئے لفظ مبالغہ بھی چھوٹا ہے۔ بڑے آرام سے کہہ دیا کہ: ''ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اس میں بھی مبالغہ ہو'' جبکہ موجودہ وقت میں اعلیٰ حضرت کی مبسوط

چھپی ہوئی کتابیں دس سے کئی زیادہ ہیں۔جس کا پتہ مترجم صاحب کو بھی ہوگا لیکن انہوں نے ترجمہ کرتے وقت اس کو مخفی رکھا۔فتاوی رضویہ کے متعلق کہا: "ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔" پتہ نہیں ظہیر صاحب نے کس کتاب کو فتاوی رضویہ سمجھ رکھا ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1286ھ سے 1340ھ تک لاکھوں فتوے لکھے۔لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جا سکا، جو نقل کر لئے گئے تھے ان کا نام "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" رکھا گیا۔فتاویٰ رضویہ (جدید) کی 30 جلدیں ہیں جن کے کل صفحات 21656، کل سوالات وجوابات 6847 اور کل رسائل 206 ہیں۔مفتی ظفر الدین قادری اپنے وقت کے فتاوی رضویہ کے صفحات و سائز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "فقیر کے پیش نظر فتاوی متقدمین ومتاخرین سب ہیں۔متقدمین میں فتاوی ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے جسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے کچھ نسبت دی جا سکتی ہے۔ورنہ اِس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے فتاوی کو اعلیٰ حضرت کے فتاوی سے کوئی بھی نسبت ہو۔یہ تو باعتبار کمیت ہے کہ اوروں کے فتاوی چھوٹے چھوٹے اوراق پر ڈیڑھ سو، دوسو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے فتاوی تقطیع کلاں، ہدایہ وترمذی سائز پر 12 جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے اور باعتبار کیفیت ونفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاوی کا کوئی جوڑ نہیں۔فتاوی جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔یہ جلد 880 صفحات پر ختم ہے۔اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔اس میں بظاہر 114 فتوی اور حقیقۃً ہزارہا مسائل ہیں۔اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق وتنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ325، کشمیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور)

یہی بارہ جلدیں تخریج وتراجم کے ساتھ رضا فاؤنڈیشن والوں نے 30 جلدوں میں چھاپیں ہیں جن میں ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے۔پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک کتاب کی تعریف کیا ہے؟ درحقیقت کسی موضوع پر لکھی جانے والی علمی اور تحقیقی تحریر تصنیف میں شمار ہوتی ہے اگرچہ چند صفحات پر مشتمل ہو۔جہاں تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل کا تعلق ہے تو آج فتاوی رضویہ عام ہے اور اس میں رسائل بھی موجود ہیں خود قارئین ان رسائل کے صفحات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی تعداد میں جو مختلف رائے ہیں یہ ہر ایک کی اپنی تحقیق ہے۔کئی ایسے علماء گزرے ہیں جن کی تصانیف کی تعداد میں اختلاف ہے بلکہ ایسا اختلاف تو احادیث کو روایت کرنے والے صحابہ وتابعین کی روایت کردہ احادیث کی

تعداد میں بھی ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر سے لے کر آخری وقت تک مسلسل تصنیفی کام کرتے رہے۔ کئی کتابیں لکھیں، کئی حاشیہ لکھے، بعد میں آنے والوں کو جو کتاب، جو حاشیہ ملا اس نے اسی حساب سے اس کی گنتی کرلی۔ خود اعلیٰ حضرت نے "الدولۃ المکیۃ" میں اپنی تصانیف کی تعداد دوسو سے زائد بیان کی۔ آپ کے شہزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے حاشیہ میں اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ نے صرف وہابیہ کے رد میں دوسو سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ بدنصیبی یہ کہ آپ کی کتابیں صرف مخطوطہ کی شکل ہی میں رہ گئیں اور کئی خرد برد ہوگئیں۔ آج بھی وقتاً فوقتاً ان کتابوں کو چھاپا جارہا ہے۔ ابھی حال ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتاوی شامی، فتاوی ہندیہ اور بخاری شریف پر حاشیہ چھپا ہے۔ وہابی ان کے صفحات دیکھ لیں کہ ایک دو ہیں یا زیادہ ہیں؟ فتاوی شامی پر جو حاشیہ بنام "جد الممتار" تحریک **"دعوت اسلامی"** نے چھاپا ہے وہ فی الحال چار جلدوں پر ہے جس کی ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے بقیہ دو جلدیں بھی ان شاء اللہ چھپ جائیں گی۔ فواتح الرحموت پر جو حاشیہ لکھا وہ مخطوطہ کی شکل میں عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس محفوظ ہے جس کے صفحات کی تعداد 418 ہے۔

الغرض ظہیر کا یہ کہنا غلط ہے کہ ایک دو صفحات کے حاشیہ ہوتے تھے۔ بالفرض اگر چند صفحات کے بھی حاشیہ ہوں تو کیا وہ تصنیف میں شمار نہیں ہوتے؟ کیا وہابیوں کے پاس اس کے متعلق کوئی حدیث ہے کہ اتنے صفحات ہوں گے تو تصنیف ہے ورنہ نہیں؟ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بنام "اشارۃ المصبحہ" ہے جو ساڑھے تین صفحات پر مشتمل ہے۔ فتاوی شاہ رفیع الدین کے نو رسائل صرف 40 صفحات پر مشتمل ہیں۔ اسماعیل دہلوی کی کتاب "یک روزی" صرف 32 صفحات پر مشتمل ہے۔ تصانیف کی تعداد چھوڑیں ابھی جتنا اعلیٰ حضرت کا مواد کتابی شکل میں موجود ہے وہ تمام باطل عقائد کے رد اور فقہ کے علاوہ دیگر موضوعات کے لئے بہت ہے۔ ساری زندگی وہابی لگے رہیں ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ پھر جو نقص نکالا گیا کہ ان فتاوی میں بھی کئی غلطیاں اور پیچیدگیاں ہیں، ذرا وہابی ان غلطیوں اور پیچیدگیوں کی بھی وضاحت کردیں۔ خالی کہہ دینا آسان ہے ثابت کرنا بہت مشکل ہے اور وہابیوں کے لئے تو ناممکن ہے۔

دوسروں کی تحریر اپنے نام پر جاری کرنے کا الزام

یہ بات قابل ذکر ہے کہ فتاوی نویسی میں جناب احمد رضا اکیلے نہ تھے بلکہ ان کے متعدد معاونین بھی

تھے۔ ان کے پاس استفتاء کی شکل میں سوال آتے تو وہ ان کا جواب اپنے معاونین کے ذمے لگا دیتے۔ جناب بریلوی اپنے معاونین کو دوسرے شہروں میں بھی بھیجتے۔100

ظفر الدین بہاری نے اپنے اعلیٰ حضرت کا ایک خط بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جو اس موضوع کو سمجھنے میں کافی ممد ومعاون ثابت ہوسکتا ہے۔ جناب احمد رضا صاحب اپنے کسی ایک معاصر کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں: ''تفسیر روح المعانی کون سی کتاب ہے اور یہ آلوسی بغدادی کون ہیں؟ اگر ان کے حالات زندگی آپ کے پاس ہوں تو مجھے ارسال کریں۔ نیز مجھے ''المدارک'' کی بعض عبارتیں بھی درکار ہیں۔101

کسی اور مسئلے کا ذکر کر کے ایک اور خط میں لکھتے ہیں: ''مجھے درج ذیل کتب کی فلاں مسئلے کے متعلق پوری عبارتیں درکار ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہوں تو بہت بہتر ورنہ پٹنہ جا کر ان کتابوں سے عبارتیں نقل کر کے ارسال کردیں۔ کتب درج ذیل ہیں: فتاوی تاتارخانیہ۔ زاد المعاد۔ عقد الفرید۔ نزہۃ المجالس۔ تاج العروس۔ قاموس۔ خالق زمخشری۔ مغرب مطرزی۔ نہایہ ابن الاثیر۔ مجمع البحار۔ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ ارشاد الساری۔ شرح مسلم نووی۔ شرح شمائل ترمذی۔ السراج المنیر۔ شرح جامع الصغیر۔''102

بہر حال گزشتہ تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب احمد رضا تنہا فتوی نویسی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے بہت سے معاونین بھی تھے جو مختلف سوالات کا جواب دیتے۔ اور ان کے اعلیٰ حضرت انہیں اپنی طرف منسوب کرلیتے۔ ؏

یہ بھی غلط بغیر دلیل ہے اور اس پر جو ایک دو حوالے دے کر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے۔ بعض اوقات کسی سے کوئی مواد لینا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ یہ مصنف ہی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت خود اپنے ہاتھوں سے تصانیف وفتاوی لکھا کرتے تھے اور معاونین اس تحریر کی نقلیں بناتے تھے۔ اس کا ثبوت حضرت مفتی ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے ہوتا ہے: ''علمائے کرام جس درجہ علم وفضل میں کامل ہوتے ہیں نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لئے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت پتہ نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کرسکے بتادیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا، اس وقت جو لفظ مناسب

معلوم ہوا بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علماء واساتذہ زمان کو دیکھا مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات سے تھا جس درجہ علم وفضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کے لئے عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ **"فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین"** علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لئے بھیجنا تھا اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاوٰی رضویہ کی قلمی مجار میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے۔ جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور ودوائر اس قدر مستقیم ومساوی ودیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سرمو فرق نہ ہو۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ327، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز،لاہور)

جو فتویٰ لکھتا تھا اعلیٰ حضرت اسی کے نام سے فتویٰ جاری کرتے تھے۔ **ملفوظات** میں ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے متعلق فرمایا: ''ایک صاحب یہیں فتویٰ نویسی کرتے تھے، وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔ ایک روز ان سے کہا گیا: ''مولانا یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں، مناسب یہ ہے کہ آپ بعد نماز عصر اپنے لکھے ہوئے فتوؤں پر اصلاح لے لیا کریں۔'' انہوں نے کہا کہ: ''اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے غلط لکھا اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔'' اس بندہ خدا کے نام افریقہ اور امریکہ تک سے استفتاء آتے (یعنی وہاں سے لوگ فتوے پوچھتے) تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا تو لوگ انہیں کے نام استفتاء بھیجتے۔''

(الملفوظات، حصہ1، صفحہ143، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح ہوا کہ جوفتوی لکھتا تھا اس کے نام سے جاری ہوتا تھا اعلیٰ حضرت ان کی تربیت کرتے تھے۔دوسرا یہ کہ وہابیوں میں بندہ دو چار حدیثیں پڑھ کرڈائریکٹ ٹیڈی مجتہد بنتا ہے۔جبکہ فتوی نویسی میں یہ ہوتا ہے کہ جب تک فتوی لکھنے والے میں مہارت نہ آئے وہ مفتی کے پاس ایک معاون کی حیثیت سے ہوتا ہے اور مفتی اس کے فتوی کو چیک کرکے،اس کی اصلاح کرکے اپنے نام سے جاری کرتا ہے۔خودظہیر صاحب دوسروں کی لکھی کتابوں کواپنے نام سے جاری کرتے تھے۔یہ بات وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب نے کہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:''میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جوخودظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھرظہیران کا نام دیئےبغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کرکے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔کیا دنیا اس پرتعجب نہ کرے گی کہ جوشخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی میں اس کے نام سے شائع ہوں۔''

(ہفت روز اہل حدیث،لاہور، صفحہ63،ا گست 1984ء)

خدا کی قدرت دیکھیں!جوشخص اعلیٰ حضرت پر اس قسم کے الزام لگا کرلوگوں کی نظر میں انہیں کمتر کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کا اپنا حال یہ ہے کہ اس کے ہم عقیدہ لوگ اس کی اصلیت لوگوں کو بتاتے ہیں۔اس وقت ظہیر پر ابوداؤد شریف کی یہ حدیث پاک منطبق ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((ما من امرء یخذل امرأ مسلما فی موضع ت حرمته وینتقص فیه من عرضه، إلا خذله الله فی موطن یحب فیه نصرته)) جو کسی مسلمان کو اس جگہ ذلیل کرے جہاں اس کی عزت کی جاتی ہے اللہ عزوجل اسے اس جگہ ذلیل کرے گا جہاں اسکو اللہ عزوجل کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

(سنن أبی داود، کتاب الادب،باب من رد عن مسلم غیبة، جلد4، صفحہ271،المکتبة العصریة، بیروت)

حوالہ جات(البریلویہ)

80 مقدمہ الدولة المکیہ،مصنفہ احمد رضا بریلوی،مطبوعہ لاہور

81 ایضاً

82 المجمل المعدد لتالیفات المجدد، ازظفر الدین بہاری

83 ایضاً

84 حیات البریلوی،ص ۱۳

85 من ھو احمد رضا، ص ۲۵

86 ملاحظہ ہو المجمل المعدد لتالیفات المجدد

87 الدولۃ المکیہ، ص ۱۰

88 یعنی چند صفحات پر مشتمل چھوٹے رسالے

89 الدولۃ المکیہ، ص ۱۱

90 ملاحظہ ہو المجمل المعدد

91 انوار رضا، ص ۳۲۵

92 الدولۃ المکیہ، ص ۱

93 المجمل المعدد

94 الدولۃ المکیہ ۳۲۳

95 الدولۃ المکیہ ۳۲۳

96 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۳

97 ضمیمہ المعتقد المنتقد ایضاً من ھو احمد رضا، ص ۲۵

98 انوار رضا، ص ۳۲۵

99 اعلیٰ حضرت بریلوی، از بستوی، ص ۱۸۰

100 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۴۴

101 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۶۶

102 ایضاً، ص ۲۸۱

فصل: وہابیوں کا مسلمانوں پر جہاد اور انگریز غلامی

ظہیر صاحب نے یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد کا مخالف اور انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، جبکہ صورتحال اس کے برعکس ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

جناب بریلوی کا دور استعمار کا دور تھا مسلمان آزمائش میں مبتلا تھے ان کا عہد اقتدار ختم ہو چکا تھا، انگریز مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے علماء کو تختۂ دار پر لٹکایا جا رہا تھا مسلمان عوام ظلم وتشدد کا نشانہ بن رہے تھی اور ان کی جائیدادیں ضبط کی جا رہی تھیں، انہیں کالا پانی اور دوسرے عقوبت خانوں میں مختلف سزائیں دی جا رہی تھیں، ان کی شان وشوکت اور رعب ودبدبہ ختم ہو چکا تھا۔ انگریز مسلمان امت کے وجود کو برصغیر کی سرزمین سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ اس دور میں اگر کوئی گروہ ان کے خلاف صدا بلند کر رہا تھا اور پوری ہمت وشجاعت کے ساتھ جذبہ جہاد سے سرشار ان کا مقابلہ کر رہا تھا تو وہ وہابیوں کا گروہ تھا۔ 103

انہوں نے علم جہاد بلند کیا اپنی جائیدادیں ضبط کروائیں، کالا پانی کی سزائیں برداشت کیں، دار ورسن کی عقوبتوں سے دوچار ہوئے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، مگر انگریزی استعمار کو تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوئے۔
اس دور کے وہابی چاہتے تھے کہ برصغیر میں مسلمان سیاسی واقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں۔

اس وقت ضرورت تھی اتفاق واتحاد کی، مل جل کر جدوجہد کرنے کی، ایک پرچم تلے متحد ہو کر انگریزی استعمار کو ختم کرنے کی۔ مگر استعمار یہ نہ چاہتا تھا۔ وہ انہیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو باہم دست وگریبان دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اسے چند افراد درکار تھے جو اس کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں، انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دیں اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کی قوت وشوکت کو کمزور کر دیں۔ اس مقصد کے لئے انگریز نے مختلف اشخاص کو منتخب کیا، جن میں مرزا غلام احمد قادیانی 104

اور جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خان بریلوی صاحب سرفہرست تھے۔ 105
مرزا غلام احمد قادیانی کی سرگرمیاں تو کسی سے مخفی نہیں مگر جہاں تک احمد رضا صاحب کا تعلق ہے ان کا معاملہ ذرا محتاج وضاحت ہے۔ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے استعمار کے مخالفین وہابی حضرات کو سب وشتم

اور طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا۔ ان وہابیوں کو جو انگریز کے خلاف محاذ آراء تھے اور ان کے خلاف جہاد میں مصروف تھے انگریز کی طرف سے ان کی بستیوں پر بلڈوزر چلائے گئے۔106 صرف بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی کی سزا دی گئی۔107 [107]

ایک ہوتا ہے جھوٹ اور ایک ہوتی ہے جھوٹ، ظہیر نے ان دونوں کو اپنایا اور جھوٹ میں خوب جھوٹ کو اختیار کیا۔ کتنے دھڑلے سے ظہیر نے کہہ دیا کہ وہابیوں نے آزادی کے لئے بڑی کوششیں کی ہیں، جانیں اور جائیدادیں قربان کی ہیں۔ یہاں تک کہہ دیا کہ بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی دی گئی۔ وہابیوں کی موجودہ دور میں تعداد کا اندازہ لگالیں کہ جب کئی لاکھ ریال وہابی تبلیغ کے لئے خرچ ہو چکے ہیں کسی ایک شہر میں وہابی علماء کی تعداد ایک لاکھ نہ ہوگی۔ بلکہ پورے پاکستان میں ایک لاکھ وہابی عالم شاید نہ ہوں گے۔ ایک لاکھ علماء کی تعداد لکھ کر آخر میں وہابی مولویوں کے چار پانچ نام لکھے ہیں جن میں سوائے ایک کے کوئی مشہور ہی نہیں۔ اہل سنت پر مبالغہ کا الزام لگاتے ہیں جبکہ ظہیر صاحب نے خود مبالغہ آرائی کی ٹانگیں توڑ دی ہیں۔ درحقیقت وہابیوں کا کفار سے جہاد کرنا حدیث پاک کے منافی ہے۔ ان کا خود ساختہ جہاد مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجی وہابیوں کے متعلق یہ غیبی خبر (جس غیب کے علم کے وہابی منکر ہیں) سنائی ((يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان)) اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ 137، دار طوق النجاۃ)

اس غیبی خبر کی تصدیق صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اب تک ہو رہی ہے۔ خارجیوں نے ہر دور میں مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا۔ تاریخ طبری میں ہے "وكانت الخوارج يلقى بعضهم بعضا، ويتذاكرون مكان إخوانهم بالنهروان ويرون أن في الإقامة الغبن والوكف، وأن في جهاد أهل القبلة الفضل والأجر" ترجمہ: خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں (جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ میں مارے گئے تھے) کو یاد کیا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ بیٹھے رہنے میں ظلم وخیانت ہے اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر وفضیلت ہے۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، سنہ اثنین و اربعین، جلد5، صفحہ 174، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

پاکستان کے وزیر داخلہ عبد الرحمن ملک نے صراحت کے ساتھ وہابی جہادی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیا ہے۔ لہذا وہابیوں کا یہ کہنا کہ آزادی کی جد وجہد میں صرف وہابیوں نے حصہ لیا ہے کالا، نیلا، پیلا جھوٹ ہے۔ تاریخ یہی کہتی ہے کہ وہابیوں

کا جہاد مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب فتنہ دجال ہوگا اس وقت بھی یہ دجال کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((یخرج فی آخر الزمان قوم کان ھذا منھم یقرؤون القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ سیماھم التحلیق لایزالو یخرج اخرھم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموھم ھم شرالخلق والخلیقۃ))یا آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، یہ بھی ان میں سے ہے، جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ انکا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہے۔

(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، جلد7، صفحہ119، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

انگریز مصنف ہنٹر نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب Indian Muslims میں کہا ہے: ''ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔108

جنگ آزادی 1857ء کے بعد وہابیوں کے تمام اکابرین کو پھانسی کی سزا دی گئی۔109

1863ء کا عرصہ ان کے لیے نہایت دشوار تھا۔ اس عرصے میں انگریز کی طرف سے ان پر جو مظالم ڈھائے گئے ہندوستان کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔ وہابی علماء میں سے جن کو قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا، ان میں مولانا جعفر تھانیسری، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالغفار، مولانا یحییٰ علی صادق پوری، مولانا احمد اللہ اور شیخ الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہم سرفہرست ہیں۔ وہابی مجاہدین کی جائیداویں ضبط کرنے کا حکم جاری کردیا گیا۔110

وہابیوں کے مکانوں کو مسمار کردیا گیا اور ان کے خاندانوں کی قبروں تک کو اکھیڑ دیا گیا۔111

ان کی بلڈنگوں پر بلڈوزر چلادیے گئے۔ 112

وہابی علماء کو گرفتار کر کے انہیں مختلف سزائیں دی گئیں۔ اس ضمن میں شیخ الکل سید نذیر حسین محدث

دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی گرفتاری کا واقعہ بہت مشہور ہے۔113

ان وہابیوں کے خلاف زبان استعمال کرنے کے لیے اور ''فرق تسد'' یعنی لڑاؤ اور حکومت کرو، کی مشہور انگریزی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لیے استعمار نے جناب احمد رضا صاحب کو استعمال کیا تاکہ وہ مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا بیج بو کر ان کے اتحاد کو ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کر دیں۔ اور عین اس وقت جب کہ انگریز کے مخالفین ان کی حکومت سے نبرد آزما تھے اور جہاد میں مصروف تھے جناب احمد رضا نے ان جملہ مسلم راہنمایان کا نام لے کر ان کی تکفیر کی جنہوں نے آزادی کی تحریک کے کسی شعبے میں بھی حصہ لیا۔114 ﴾

ظہیر صاحب نے بغیر مستند دلائل کے اتنی کوشش یہ ثابت کرنے میں لگا دی کہ آزادی کی کوشش صرف وہابیوں نے کی ہے پھر انگریز مصنف ہنٹر کا یہ قول لکھ دیا ''ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔'' پہلی بات تو یہ ہے ہنٹر نے یہ کہا ہی نہیں۔ انڈین مسلم کا جو حوالہ ظہیر صاحب نے دیا ہے اس میں یہ لکھا ہی نہیں ہوا۔ میں نے کافی ڈھونڈا مجھے یہ عبارت نہیں ملی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بقول وہابی مولوی عبد الرحمٰن مدنی صاحب کے ظہیر صاحب کو انگلش نہیں آتی تھی پھر انہوں نے یہ انگلش کی کتاب کیسے پڑھ لی؟ ہوسکتا ہے سنی سنائی بات لکھ دی ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ انگریز ہنٹر وہ شخص ہے جس نے وہابی مولویوں کی اُن کتابوں کی اشاعت کی جو مسلمانوں میں انتشار و فتنے کا باعث تھیں جیسے تقویۃ الایمان وغیرہ۔ سر سید احمد خاں جو عقائد کے اعتبار سے نیچریت کی طرف مائل تھے اس کتاب کے بارے میں حقیقت بیان کرتے ہیں: ''جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں سے ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے چناچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالے جلد 12، 1825 میں چھپا۔''

(مقالاتِ سرسید، جلد 9، صفحہ 17)

یعنی ہنٹر تو خود وہابیت کو پھیلانے والا تھا پھر یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ ہمیں وہابیوں سے ڈر ہے؟ وہابی تو خود ان کے رحم و کرم پر تھے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ظہیر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سب مسلمان سوئے ہوئے تھے صرف چند مٹھی بھر وہابی جدوجہد کر رہے تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے جو اپنی جان و مال آزادی کی تحریک میں قربان کی وہ ایک افسانہ ہے۔ وہابی ذرا یہ تو بتائیں کہ وہابیوں نے کتنے انگریز مارے؟ کتنے شہر فتح کئے؟ کیا پاکستان وہابیوں نے بزورِ شمشیر کے آزاد کیا تھا؟ اگر ہم اپنے سنی علماء کی

کتابوں سے وہابیوں کی اس دور کی کرتوت لکھیں گے تو ہوسکتا ہے کسی کے دل میں آئے کہ یہ الزام تراشی ہے۔ اس لئے آئیں ہم آپ کو وہابیوں کی اصل تصویر انہی کی کتب سے دکھاتے ہیں:۔

انگریزوں کے خلاف جہاد پر وہابی علماء کے فتوے

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ نذیر حسین دہلوی انگریزوں کے خلاف جہاد میں سرفہرست تھے، جبکہ خود نذیر حسین دہلوی اپنے فتاوٰی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز کہتے ہیں چنانچہ جہاد کی شرائط کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''پس جب یہ بات بیان ہوچکی تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں تو کیونکر جہاد ہوگا، ہرگز نہیں۔ علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں۔ سرکار (انگریزوں) سے عہد کیا ہوا ہے۔ پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں؟ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔۔۔تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا۔''

(فتاوٰی نذیریہ جلد3، صفحہ284 مطبوعہ، لاہور)

ایک غلط فہمی کی بنا پر برٹش گورنمنٹ نے نذیر حسین کو پکڑ لیا بعد میں جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ اپنا وفادار ہے اور چھوڑ دیا۔وہ جو غلط فہمی کی بنا پر چند دن جیل جانا پڑا وہابیوں کے نزدیک یہ وہ صعوبتیں تھیں جو شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے برداشت کیں۔

بہت بڑے وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے وہ برٹش گورنمنٹ سے اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''کسی قوم کی ترقی دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے اور موجودۃ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعاۃ اور اس کے حضور عقیدت وانقیاد اور ارکان سلطنت سے رابطہ محبت واتحاد، اسبابِ دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التاثیر سبب ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ7، جلد9، صفحہ194)

اگلے صفحے پر لکھتے ہیں: ''ان کا اور ان کے حریفوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم (وہابی) کے خادم ووکیل ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو یہ تعجب انگیز خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے صرف یہی ایک فرقہ اہل حدیث ہے جو اس سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو بلحاظ امن وآزادی اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور

سلطنت میں پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔''

(اشاعۃ السنہ،شمارہ7، جلد9، صفحہ195)

وہابی علماء کا برٹش وفادار رہنے کی ترغیب

پھر آگے محمد حسین بٹالوی اپنے وہابیوں کو انگریزوں کا غلام بنے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس تمہید کو پڑھ کر امید ہے ہمارے اخوان اہل حدیث خصوصا ان کے اکابر ورہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے۔ بلکہ خود بھی ''اشاعۃ السنۃ'' کی تقلید اختیار کر کے جا بجا اسی قسم کی کاروائیاں شروع کر دیں گے۔ واعظین و مدرسین اپنی مجالس وعظ و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قولا و عملا گورنمنٹ پر اپنے سچے اور وفادارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔''

(اشاعۃ السنہ،شمارہ7، جلد9، صفحہ196)

دربھنگہ کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں: ''حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں سرکار سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت (وہابی) علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔''

(اشاعۃ السنہ،شمارہ2، جلد10، صفحہ36، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ،صفحہ57۔ 377،مکتبہ قادریہ،لاہور)

وہابیوں پر انگریزوں کی کرم نوازیاں

وہابیوں کو اس انگریز نوازی کے بدلے میں جاگیریں بھی ملی تھیں۔ خود مولوی حسین بٹالوی اپنی وصیت میں لکھتا ہے: ''اراضی جو اللہ تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ہے۔''

(اشاعۃ السنہ،شمارہ9، جلد19،صفحہ277،ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ،صفحہ57۔ 377،مکتبہ قادریہ،لاہور)

نذیر حسین دہلوی کے شاگرد مولوی تلطف حسین نے ایک موقع پر کہا: ''ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں گے کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے۔''

(الحیاۃ بعد المماۃ،صفحہ162،ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ،صفحہ400،مکتبہ قادریہ،لاہور)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابیوں کے بڑے مولویوں میں سے ہیں ان کے ساتھ ملکہ بھوپال نے نکاح کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ملکہ نے انہی کے ساتھ کیوں نکاح کیا؟ ظاہر یہی ہے کہ حسن بھوپالی صاحب انگریزوں کے معیار پر پورا اترتے

ہوں گے۔ جب انگریزوں نے انہیں نوازا تو اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج وعزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفرازی حاصل ہوئی اور خلعتِ گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ وفیل وچنو وپالکی وشمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔ بعد چندے خطاب نوابی وامیر الملکی دو الا جاہی 17 فیر شانگ سے سر بلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔''

(ترجمان وہابیہ صفحہ 28، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ، لاہور)

وہابیوں کے اکابر مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی صاحب اپنے لیکچر میں کہتے ہیں: ''انگریزوں کی حکومت اگر حکومت صالحہ نہ ہوتی، تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرض اسلامی ہوتا۔ فکیف جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے۔ اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔''

(مولوی نذیر احمد دہلوی، صفحہ 156، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ثناء اللہ امرتسری جو وہابیوں کا امام ہے ان کی انگریزوں سے وفاداری بھی دیکھ لیں۔ غلام رسول مہر اہل حدیث لکھتا ہے: ''1922 میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری بھی شریک تھے۔ وہ اہل حدیث کانفرنس کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے ہمیں کانفرنس کے اغراض ومقاصد دیئے، تو ان میں پہلی شق یہ تھی **"حکومت برطانیہ سے وفاداری"** ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے۔ ہم ترک موالات کئے بیٹھے ہیں، تو وہ سخت غصے میں آ گئے، لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوا دی۔''

(از اداپ سہر، صفحہ 236، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 424، مکتبہ قادریہ، لاہور)

یہ اس کے ان وہابی مولویوں کا حال ہے جو ان کے اکابر تھے۔ ظہیر صاحب نے اپنے مولویوں کو مجاہد ثابت کر کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا۔ جبکہ خود ان وہابی مولویوں کی کتب میں ان کا انگریزوں کا غلام ہونا ثابت ہے۔ اسے کہتے آنکھوں میں مٹی ڈالنا! ظہیر صاحب کتاب ایسے لکھ رہے ہیں جیسے پڑھنے والے بے وقوف ہیں، ان کے پاس یہ کتابیں ہی نہیں جن سے ظہیر صاحب غلط ملط حوالے دے رہے ہیں۔ شاید ظہیر بھول گیا کہ پندرہویں صدی کے قارئین بغیر حوالہ کے مطمئن نہیں ہوتے۔

اعلیٰ حضرت کی انگریزوں سے نفرت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزوں سے نفرت کا حال ملاحظہ فرمائیں:۔ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: ''یہاں عیسائیوں خصوصا انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں ۔حدیث میں ہے ((لاتؤاکلوھم ولاتشاربوھم)) ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ان کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے اور ان کا باورچی اگر چہ مسلمان ہو نا پاک گوشت پکاتا ہے ((ومن یرتع حول الحمی یوشک ان یقع فیہ)) اعلم "جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 651، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصاً انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصا ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے، آیا یہ نوکری جائز ہے یا حرام یا کفر ہے؟ بیّنو اتو جروا''

اگر اعلیٰ حضرت معاذ اللہ انگریزوں کے غلام ہوتے تو فورا کہتے کہ یہ نوکری جائز ہے ۔لیکن آپ نے یوں جواب دیا: ''مسلمان تو مسلمان، بلاوجہ شرعی کسی کافر، ذمّی یا مستامن کے قتل کی نوکری، کافر تو کافر، کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعا حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمّی پر ظلم مسلمان پہ ظلم سے اشد ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 23، صفحہ 597، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہندوؤں اور انگریزوں سے نفرت کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں ۔صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان وصبیان کفار کے بارے میں فرمایا ((ھم منھم)) وہ انہیں میں سے ہیں ۔ ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے ان کی عورتوں بچوں کسی کو مستثنیٰ نہ فرمایا حکم عام دیا۔۔۔ معراج الدرایہ میں ہے "صلتہ لایکون برا شرعا ولذالم یجز التطوع الیہ" حربی سے نیک سلوک شرعا کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 458، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لئے بگھی پر گن

کیرج فیکٹری کی طرف نکلے،فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے کوارٹروں کی طرف جارہی تھی ،انہیں دیکھ کرحضرت نے فرمایا:کم بخت بالکل بندر ہیں۔''

(اکرام امام احمد رضا،صفحہ 91،مجلس رضا،لاہور)

آپ کے متعلق یوں بھی لکھا ہے کہ آپ بطور نفرت ڈاک ٹکٹ پر موجود انگریزی تصویر کو الٹ لگاتے تھے۔وہابیوں کو چیلنج ہے کہ سب مل کر کوشش کرلیں کوئی ایک بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ایسی نہیں لاسکتے کہ جس میں انہوں نے انگریز حکومت کی تعریف کی ہو، کہیں یہ کہا ہو کہ مجھے انگریز اتنا مہینہ دیتے ہیں ،ہرگز کوئی دلیل نہ ملے گی،جبکہ خود وہابی مولویوں سے ایسی باتیں مل جائیں گی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔تحریک آزادی کے موقع پر جب کئی مسلمان گاندھی کو اپنا لیڈر بنائے ہوئے تھے اور کئی انگریزوں کی خوشنودی چاہتے تھے اس موقع پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید وغلامی،خوشنودی نصاریٰ تو کی اب کہ ان سے بگڑی اس سے بدر جہا بڑھ کرخوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی، سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا اور وللہ الحمد۔ سنئے !ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو،نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا ورسول نہ تنبیہ وآگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد ومدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف وتغییر سے کایا پلٹ کرڈالے شعار اسلام بند کئے،شعار کفر پسند کئے ،مشرکوں کو امام وہادی بنایا، ان سے ودادو اتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین، ان کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 479،رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک بدیہی بات ہے کہ جو شخص انگریزوں کا ایجنٹ ہو اسے انگریز جاگیروں سے بھی نوازتے ہیں اور یہ جاگیریں لوگوں سے ڈھکی چھپی نہیں رہتی ہیں۔ایک طرف تو ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عام دیہاتی مولوی کی طرح لوگوں کے چندوں پر گزارا کرتے تھے اور دوسری طرف انگریزوں کا ساتھی بھی ثابت کررہے ہیں۔ان وہابیوں سے کوئی پوچھے کہ انگریزوں کی غلامی

پر اعلیٰ حضرت کو انعام کیا ملا تھا؟ آج وہابیوں کو جو باہر کے ممالک سے امداد ملتی ہے وہ سب کو نظر آتی ہے کہ وہابی مرکز تعمیر ہو رہے ہیں، وہابی مولویوں کے پاس اعلیٰ گاڑیاں اور کثیر سکیورٹی گارڈ ہیں۔

بریلویوں کو برٹش غلام ثابت کرنے پر پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

وہ جماعتیں جنہوں نے تحریک آزادی ہند میں حصہ لیا ان میں وہابی تحریک کے علاوہ جمعیت علمائے ہند، مجلس احرار، تحریک خلافت، مسلم لیگ، نیلی پوش مسلمانوں میں سے اور آزاد ہند فوج خاص ہندوؤں میں سے اور گاندھی کی کانگرس قابل ذکر ہیں۔ جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر و تفسیق کی۔ ان کے خلاف سب وشتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر و مرتد ہونے کے فتوے جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔ جناب احمد رضا کی سرپرستی میں بریلوی زعماء نے مسلمانوں کو ان تحریکوں سے دور رہنے کی تلقین کی اور جہاد کی سخت مخالفت کی۔ چونکہ شرعاً جہاد آزادی کا دارومدار ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر تھا اور اکابرین ملت اسلامیہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے چکے تھے، احمد رضا خاں صاحب نے اس بنا پر جہاد کو منہدم کرنے کے لیے یہ فتوی دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اور اس کے لیے بیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ''اعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' یعنی اکابرین کو ہندوستان کے دارالاسلام ہونے سے آگاہ کرنا تحریر کیا۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے اس رسالے کے شروع میں جس چیز پر زور دیا وہ یہ تھا کہ وہابی کافر مرتد ہیں۔ انہیں جزیہ لے کر بھی معاف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نہ انہیں پناہ دینا جائز، نہ ان سے نکاح کرنا، نہ ان کا ذبیحہ جائز، نہ ان کی نماز جنازہ جائز، نہ ان سے میل جول رکھنا جائز، نہ ان سے لین دین جائز، بلکہ ان کی عورتوں کو غلام بنایا جائے اور ان کے خلاف سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ اور آخر میں لکھتے ہیں ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ یعنی خدا انہیں غارت کرے وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں۔ 115

یہ رسالہ جناب احمد رضا کی اصلیت کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے ان کے مکروہ عزائم

کھل کر سامنے آجاتے ہیں کہ وہ کس طرح مجاہدین کی مخالفت کر کے انگریز استعمار کی حمایت وتائید کررہے تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دشمنان دین وملت کا دست بازو بن چکے تھے۔ جس وقت دنیا بھر کے مسلمان ترکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر انگریزوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کررہے تھے اور مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ اور دوسرے اکابرین کی زیر قیادت خلافت اسلامیہ کے تحفظ و بقاء کے لیے انگریزوں سے جنگ لڑرہے تھے، عین اس وقت جناب احمد رضا انگریزوں کے مفاد میں جانے والی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔

بلاشبہ تحریک خلافت انگریزوں کو ان کی بدعہدی پر سزا دینے کے لیے نہایت موثر ثابت ہورہی تھی۔ تمام مسلمان ایک پرچم تلے جمع ہوچکے تھے۔ علماء وعوام اس تحریک کی حمایت کررہے تھے۔ خود ایک بریلوی مصنف اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''1918ء میں جنگ عظیم ختم ہوئی، جرمنی اور اس کے ساتھیوں ترکی آسٹریا وغیرہ کو شکست ہوئی، ترکوں سے آزادی ہند کے متعلق ایک معاہدہ طے پایا، لیکن انگریزوں نے بدعہدی اور وعدہ خلافی کی، جس سے مسلمانوں کو سخت دھچکا لگا، چنانچہ وہ بپھر گئے اور ان کے خلاف ہوگئے۔ اہل سیاست اس فکر میں تھے کہ کسی ترکیب سے انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سزا دی جائے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ خلافت اسلامیہ کا تحفظ فرائض وواجبات میں سے ہے۔ بس پھر کیا تھا ایک طوفان کھڑا ہوگیا۔'' 116

اور حقیقتاً تحریک خلافت انگریزوں کے خلاف ایک موثر ہتھیار ثابت ہورہی تھی۔ مسلمان انگریزوں کے خلاف متحد ہوچکے تھے۔ قریب تھا کہ یہ تحریک انگریزی سلطنت کے خاتمہ کا باعث بن جاتی۔ اس امر کی وضاحت اہل حدیث جید عالم دین امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔ 117

مگر بریلوی مکتب فکر کے امام ومجدد نے انگریزوں کے خلاف چلنے والی اس تحریک کے اثرات ونتائج کو بھانپتے ہوئے انگریزوں سے دوستی کا ثبوت دیا اور تحریک خلافت کو نقصان پہنچانے کے لیے ایک دوسرا رسالہ ''دوام العیش'' کے نام سے تالیف کیا۔ جس میں انہوں نے واضح کیا کہ چونکہ خلافت شرعیہ کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے، اس لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ترکوں کی حمایت ضروری نہیں، کیونکہ وہ قریشی نہیں ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے انگریزوں کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کی بھرپور مخالفت کی اور انگریزی استعمار کی مضبوطی کا باعث بنے۔ احمد رضا خاں صاحب تحریک خلافت کے مسلم زعماء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ خلافت کا نام لو۔ عوام بپھریں خوب چندہ

ملے اور گنگا و جمنا کی مقدس سرزمینیں آزاد ہوں۔'' 118

جناب احمد رضا نے تحریک ترک موالات کی بھی شدید مخالفت کی۔ کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ یہ تحریک انگریز کے زوال کا باعث بن سکتی ہے۔ تحریک ترک موالات کا مقصود یہ تھا کہ انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ انہیں ٹیکس وغیرہ کی ادائیگی نہ کی جائے اس کے تحت چلنے والے سرکاری محکموں میں ملازمت نہ کی جائے، غرضیکہ ان کی حکومت کو یکسر مسترد کردیا جائے تاکہ وہ مجبور ہو کر ہندوستان کی سرزمین سے نکل جائیں۔ اس مقصد کے لیے تمام مسلمانوں نے 1920ء میں متحد ہو کر جدوجہد شروع کردی۔ جس سے انگریز حکومت کے خلاف ایک فتنہ کھڑا ہوگیا اور وہ متزلزل ہونے لگی۔ اس تحریک کو گاندھی کے علاوہ جناب احمد رضا نے بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اور ایک رسالہ تحریر کرکے اس کی سختی سے ممانعت کی اور اس تحریک کے سرکردہ راہنماؤں کے خلاف کفر کے فتوے صادر کیے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے تحریر کئے گئے رسالے (والمحجتہ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنۃ) میں اعتراف کرتے ہیں۔ اس تحریک کا ہدف انگریز سے آزادی کا حصول ہے۔ 119

نیز اس رسالے میں جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں: ''ہم مسلمانانِ ہند پر جہاد فرض نہیں ہے۔ (120) اور جو اس کی فرضیت کا قائل ہے وہ مسلمانوں کا مخالف ہے اور انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔'' 121

نیز لکھتے ہیں: ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جہاد سے استدلال کرنا جائز نہیں کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی تھی اور حاکم وقت پر اس وقت تک جہاد فرض نہیں، جب تک اس میں کفار کے مقابلے کی طاقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم پر جہاد کیسے فرض ہوسکتا ہے کیونکہ ہم انگریز کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔'' 122

مسلمانوں کو جہاد و قتال نیز انگریز سے محاذ آرائی سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ یعنی اے ایماندارو! تم اپنے آپ کے ذمہ دار ہو۔ کسی دوسرے شخص کا گمراہ ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوسکتا بشرطیکہ تم خود ہدایت پر گامزن ہو۔ 123

یعنی ہر مسلمان انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرے، اجتماعی جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں اور اپنے رسالہ کے آخر میں ان تمام راہنماؤں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، جو انگریزی استعمار کے مخالف اور تحریک ترک موالات کے

حامی تھے۔124

جناب احمد رضا نے جہاد کے منہدم کرنے کا فتوی اپنے رسالے "دوام العیش" میں بھی دیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔''125

بہر حال احمد رضا صاحب کے متعلق مشہور ہوگیا تھا کہ وہ استعمار کے ایجنٹ ہیں اور ہر اس تحریک کے مخالف ہیں جو انگریزوں کے خلاف چلائی جاتی ہے۔ بریلوی اعلیٰ حضرت کے ایک پیروکار لکھتے ہیں: ''مسلمان احمد رضا سے بدظن ہو گئے تھے۔''126

ایک اور مصنف لکھتا ہے: ''مسئلہ خلافت سے ان کو اختلاف تھا۔ انتقال کے قریب ان کے خلاف مسلمانوں میں بہت چرچا ہوگیا تھا اور ان کے مرید اور معتقد اختلاف خلافت کے سبب ان سے برگشتہ ہو گئے تھے۔''127

بہر حال عین اس وقت، جب کہ مسلمانوں کو متحد ہو کر انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد کرنے کی ضرورت تھی، جناب احمد رضا خاں صاحب انگریزوں کے مفاد کے لیے کام کر رہے تھے۔

اگر یہ نہ بھی کہا جائے کہ احمد رضا خاں صاحب انگریز کے ایجنٹ تھے تب بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان کی تمام تر سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف اور انگریز کے مفاد میں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے مجاہدین کی تو مخالفت کی مگر انگریز کے حامی و موید رہے۔ مستشرق فرانسس رابنس نے جناب احمد رضا صاحب کے متعلق لکھا ہے: ''احمد رضا بریلوی انگریزی حکومت کے حامی رہے۔ انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں بھی انگریزی حکومت کی حمایت کی۔ اسی طرح وہ تحریک خلافت میں 1921ء میں وہ انگریز کے حامی تھے۔ نیز انہوں نے بریلی میں ان علماء کی کانفرنس بھی بلائی جو تحریک ترک موالات کے مخالف تھے۔'' یہ تھے جناب احمد رضا اور ان کی سرگرمیاں۔128

ظہیر صاحب نے تین باتوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ بتایا ہے:۔

(1) تحریک خلافت وغیرہ میں حصہ نہ لینا۔

(2) ہندوستان کو دارالاسلام کہنا اور جہاد کو فرض نہ قرار دینا۔

(3) وہابی مولویوں کی تکفیر کی۔

ان شاء اللہ ہم ان پر سیر حاصل گفتگو کریں گے:۔

بریلویوں کا گاندھی کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت کرنا

(1) اعلیٰ حضرت کے دور میں جو تحریک خلافت تھی اس کا لیڈر گاندھی تھا، اس کی حمایت میں بعض سنی علماء بھی تھے ۔گاندھی کو منبروں پر بٹھایا جا رہا تھا، اس کے متعلق یہ کہا جانے لگا کہ نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔ ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی، اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا۔ میاں عبد الماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے گاندھی اور ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے یہاں تک فتوے جاری کر دیئے کہ مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں کیونکہ ہندو گائے کی عبادت کرتے ہیں اور اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ گاندھی جیسے ایک مشرک کو مسلمانوں کا لیڈر ماننے پر راضی نہ تھے اور وہ گاندھی کی چالوں کو سمجھتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہندو شدت پسندی کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو۔ اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے؟ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندو دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انہیں ''لم یقاتلوکم فی الدین'' میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی؟ محاربہ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کے لئے لڑائی ہوتی ہے، اور ازالہ منکر تین قسم ہے کہ موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 454، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب گاندھی نے مسلمانوں کو مزید خستہ حالی میں لیجانے کی ایک اور چال چلی اور وہ یہ تھی کہ مسلمان انگریزوں کی

نوکریاں چھوڑ دیں تا کہ بعد میں معاشی لحاظ سے کمزور ہوکر بھوکے مرنے لگے اور پھر بھیک مانگنے کے لئے ہمارے پاس آئیں جس کی بدولت ہم انہیں اپنی انگلیوں پر نچائیں یا مجبور ہوکر ہندوستان سے ہجرت کر جائیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور ہندوؤں کی چال سے آگاہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان جلسوں ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سو دوسو نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے تُرکوں کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان؟ غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزار ہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جا رہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار ونامراد جا رہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر وسیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ واقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہو گئے اور ہوں گے۔ اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روز حساب ہی کھلے گا ﴿یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ○فَمَا لَہٗ مِنْ قُوَّۃٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔ کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا؟ اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اتنوں نے تجارتیں اتنوں نے زمینداریاں؟۔۔۔اور بفرض غلط وبفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیرخواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟ حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں، اتحاد وودادا کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو، منافقانہ میل پر پھولے ہو، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے (انگریز کی نوکری) ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ ''خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا انسانہ تھا'' لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال، کل دولتیں، دنیاوی جمیع اعزاز، جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انہیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف وخطر کچا ہی چبا ئیں، یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیرخواہی، یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 532، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت ہرگز آزادی کی جدوجہد کے خلاف نہ تھے بلکہ آپ اس ہندو مسلم اتحاد کے خلاف تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے

مؤید محمد علی جوہر اور شوکت علی جب امام احمد رضا خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک خلافت میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ''مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔'' اس جواب سے علی برادران کچھ ناراض سے ہو گئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کے لئے مکرر ارشاد فرمایا: ''مولانا! میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔''

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، صفحہ 45، ادارہ مسعودیہ کراچی)

اس طرح کے اور کئی دلائل ہیں جس سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ اور کسی سے مخفی نہیں کہ یہی نظریہ آگے چل کر مسلمانوں کی آزاد ریاست کے قیام کا ذریعہ بنا۔ آپ نے انگریز کی غلامی کو چھوڑ کو ہندؤوں کا غلام ہونے سے بچنے کا کہا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زائد کیا جا رہا ہے۔ یہ کون سا دین ہے؟ نصاریٰ کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب "فرمن المطر و وقف تحت المیزاب" چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 432، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب کا کہنا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترک مسلمانوں کے حامی نہ تھے صریح جھوٹ ہے۔ ترکوں کے دشمن خود وہابی تھے اور ان وہابیوں نے ہی ترکوں سے جنگ کر کے مکہ مدینہ پر قبضہ کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترکوں کے خیر خواہ تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''وہابی و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں۔ لہٰذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن۔ اس لئے ان کی حمایت اس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔۔۔

ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور ہیں مخالفت انہیں کیونکر گوارا ہوتی، انہوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعویٰ نہ فرمایا اپنے آپکو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا۔ اس لحاظ مذہب کی برکت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین۔ کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 225، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے جو کہا ''جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر وتفسیق کی۔ ان کے خلاف سب وشتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر ومرتد ہونے کے فتوی جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔''

یہ ظہیر صاحب کا حسب عادت بہتان سے بھرا بیان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ہرگز آزادی کے لئے کوشاں اکابرین کی تکفیر وتفسیق نہیں فرمائی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اولین مجاہدوں میں سے تھے، اعلیٰ حضرت ان کی بے حد تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔ وہابیوں کو چیلنج ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب میں سے کوئی ایک حوالہ ایسا دکھا دیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ جو انگریزوں سے آزادی چاہنے کی کوشش کرتا ہے وہ فاسق وفاجر ہے۔ ہرگز وہابی ایسا ثابت نہیں کر پائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نے آزادی کے لئے ہندو مسلم اتحاد کو قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں ناجائز قرار دیا ہے۔ اس اتحاد کرنے والوں کو بتایا ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہ میں کافر کی تعظیم سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اس اتحاد سے بچو۔ کافر کو اپنا لیڈر بنانے کے رد میں فرماتے ہیں: ''تو جو انہیں ہادی وامام بنائے گا قطعاً قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہ ہلاک پائے گا اور روز قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿یَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ 406، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر کا یہ دوسرا بہتان ہے کہ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے بھی مسلم لیگ کے لیڈروں کو کافر ومرتد کہا۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کے جانشینوں نے ہی مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی انتھک کوشش کی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے گاندھی کو اپنا لیڈر نہ مان کر دوقومی نظریے کی بنیاد رکھ دی تھی۔ آپ کے بعد آپ کے تلامذہ وخلفاء اسی راہ پر چلتے رہے اور انگریزوں کی طرح ہندوؤں کی غلامی کو بھی قبول نہیں کیا 1930ء میں جب شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے الٰہ آباد میں تقسیم ہند کی بات کی تو ہندوؤں نے اس پر بڑی ناراضگی کا اظہار کیا۔ طبقہ علماء میں سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تجویز کی پرزور تائید کی اور فرمایا: ''ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو اس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی

نا انصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت (جمعیۃ العلماء ہند وغیرہ) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔''

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم صفحہ 275، رضا پبلی کیشنز، لاہور)

مارچ 1925ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرس ہوئی جس میں صاحبزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے صدرِ مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ صدارت پڑھا۔ اسی کانفرنس میں ''الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ '' (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، اس کے صدر منتخب کئے گئے۔ قائدین نے شبانہ روز کوشش سے متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں، ایک طرف اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کو منظم کیا تو دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریسی علماء کی چالوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ 1946ء میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ اس فتوی پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کے دستخط تھے، جن میں سرفہرست شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تھے اور دیگر علماء میں سے کوئی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ تھا تو کوئی شاگرد۔ 1946ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اپنے مریدوں اور مسلمانوں کو بہت سخت تاکید کی کہ وہ اپنا ووٹ مسلم لیگ کو دیں۔ 11 دسمبر 1945ء کو روزنامہ ''وحدت'' دہلی میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں فتوی دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔۔۔۔ فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔''

(ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ صفحہ 56،پیلی بھیت، انڈیا)

آج پروفیسر طبقہ اس تاریخ کو مانتا ہے کہ علماء اہل سنت نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پروفیسر نثار احمد چوہدری فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے سنی بریلوی علماء، جوملت اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے،کو یہ توفیق دی کہ وہ تحریک پاکستان اور دوقومی نظریہ کے مسلسل مؤید وحامی رہے۔ مولانا سلیمان اشرف جومولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اس زمانے میں بھی ہندو مسلم اتحاد کو غلط قرار دیتے تھے۔ جب تحریک خلافت کی وجہ سے مسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنالیا تھا، وہ کفر و اسلام کے اتحاد کو خواہ وہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ خارج از امکان قرار دیتے تھے۔''

(تاریخ پاکستان،صفحہ 347، مطبوعہ، لاہور)

علمائے اہلسنت خصوصا امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی ان کوششوں کو دیکھ کر محمد علی جناح صاحب نے کہا: ''میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کو سچا ضرور کرے گا۔''

(مجلہ برگ گل،صفحہ1994، وفاقی اردو کالج، کراچی)

سید اختر حسین علی پوری لکھتے ہیں: ''جب مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی تو قائداعظم نے بمبئی میں پیر جماعت علی شاہ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائداعظم کو مبارک باد کا تار دیا۔ جوابا انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔''

(سیرت امیر ملت، صفحہ 487، علی پور سیداں)

کیسا دور آ گیا ہے کہ لوگوں کو صحیح تاریخ سے اندھا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ وہ سنی علماء جنہوں نے مسلم لیگ کی پوری حمایت کی انہیں غدار کہا جارہا ہے اور خود وہابی جو انگریزوں سے غلامی کا دم بھرتے رہے ہیں وہ مجاہد بن گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے مسلم لیگ کی کوئی حمایت نہیں کی بلکہ اس کی مخالفت کی۔ اخبار ''انقلاب لاہور'' میں دیوبندی مولویوں کا حال یوں لکھا ہے: '' کانگریس جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری

نے مسلم لیگ کو جو گالیاں سنائیں ان کا ذکر اخباروں میں آ چکا ہے۔ ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزید سے تشبیہ دی۔"

(اخبار انقلاب لاہور، 15 مارچ 1939ء)

فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ اسی کتاب کے کسی مناسب مقام پر تفصیلاً لکھا جائے گا کہ کس نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا؟ کس نے کہا تھا کہ پاکستان ایک درندے کی پیدائش ہے؟ پاکستان کو نا پاک ستان کس نے کہا تھا؟

ہندوستان دارالاسلام ہے

(2) ظہیر صاحب نے دوسرا استدلال ایجنٹ ہونے پر یہ کیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور جہاد کو فرض قرار نہیں دیا۔ گویا کہ ظہیر کے نزدیک ہر وہ عالم انگریزوں کا ایجنٹ ہے جو ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے اور جہاد کو فرض قرار نہ دے۔ لواپنے ہی دام میں صیاد آ گیا، آئیں دیکھیں! کون کون وہابی مولوی ظہیر کے بقول انگریزوں کا ایجنٹ بن رہا ہے؟ شاہ اسماعیل دہلوی سے کسی نے دوران تقریر انگریزوں سے جہاد کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: "ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"

(حیات طیبہ صفحہ 294، مکتبہ فاروقی دہلی)

محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: "جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پا لیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان پر برٹش نے تسلط قائم کیا ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائر اسلام کی آزادی رہے، وہ بحکم حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔"

(الاقتصاد، صفحہ 19، وکٹوریہ پریس)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا بیان ہے: "علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرمارواہیں (کتنی عزت سے نام لیا جا رہا ہے۔) اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔ اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے

بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن اومان میں داخل ہوکر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روانہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔'' مزید آگے صفحہ 30 پر لکھتے ہیں:''اسی طرح زمانہ غدر میں جولوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی ،وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔''

(ترجمان وہابیہ صفحہ15، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ405، 407 مکتبہ قادریہ لاہور)

جہاد کی شرائط

یہ عبارتیں اور فتوے وہابیوں کی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں، اب وہابی بتائیں کہ ان کے اکابر کیا تھے مجاہد یا ایجنٹ؟
اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہاد اور دارالاسلام کی تعریف وشرائط ہیں۔اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی روشنی میں فرمایا کہ ہندوستان پر مسلمانوں نے کئی سالوں سے حکومت کی ہے اور آج بھی اس میں مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے، یہاں جمعہ،عیدین کی نماز ہوتی ہے پھر یہ دارالاسلام کیسے نہ رہا؟ جہاد کے متعلق فرمایا کہ جہاد کی شرائط کتب میں موجود ہیں جس میں ایک شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ (یعنی جنگ جیتنے) کا یقین ہو،جبکہ ہندوستان میں اگر ایک ہندو یا ایک انگریز کو قتل کیا جائے گا تو وہ کئی مسلمانوں کو قتل کریں گے۔اس لئے آزادی حاصل کی جائے لیکن قتل وغارت گری کر کے نہیں بلکہ شرعی احکام کو سامنے رکھا جائے چنانچہ فقہ حنفی کی روشنی میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:''ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے میں جوتین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلام کے احکام وشعائر مطلقا جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔اہل اسلام جمعہ وعیدین واذان واقامت ونماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔فرائض،نکاح، رضاع،طلاق،عدۃ، رجعت،مہر،خلع، نفقات، حضانت،نسب،ہبہ،وقف،وصیت،شفعہ وغیرہا،بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرابیضاء کی بناپر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل وحکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود ومجوس ونصاری ہوں

اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت وجبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرما تی ہے والحمد للہ رب العالمین ۔''

(فتاوی رضویہ ، جلد14، صفحہ105، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر قرآن وفقہ حنفی کی روشنی میں جہاد کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطین اسلام وعساکر اسلام اصحاب خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے ،قال اللہ تعالیٰ ﴿ لا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ﴾ اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر ۔۔۔۔مجتبیٰ وجامع الرموز وردالمحتار میں ہے "یجب علی الامام ان یبعث سریۃ الی دارالحرب کل سنۃ مرۃ اومرتین وعلی الرعیۃ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والافلایباح قتالھم " سلطان اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال ایک یا دو بار دارالحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے ۔یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے ۔خصوصاً ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے ۔''

(فتاوی رضویہ ، جلد14، صفحہ446، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤقف کو کئی دلائل سے واضح کیا ہے ۔وہابیوں پر لازم تھا کہ وہ اعلیٰ حضرت کے ان دلائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیتے اور ان دلائل کو غلط ثابت کر کے کہتے کہ اعلیٰ حضرت کا مؤقف غلط ہے ۔جبکہ وہابی ان دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہیں اور زبردستی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے کر خود کو اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مزے کی بات یہ کہ جن وجوہات کی بناء پر اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے رہے ہیں وہ وجوہات ان کے اپنے نام نہاد اکابر کے فتاوی وکتب میں موجود ہیں جس کی چند ایک جھلکیاں ہم نے اوپر بیان کر دیں ۔

ہندوستان کے دارالاسلام ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ الگ ہے اور انگریزوں سے آزادی چاہئے یا نہ چاہئے کا مسئلہ الگ ہے ۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آزادی چاہتے تھے لیکن آپ یہ فرماتے تھے کہ ایک ہندو مسلمانوں کا لیڈر نہ ہو اور دوسرا یہ نہ کہا

جائے کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے کہ اس وقت جہاد کی شرائط پوری نہیں ہیں اور یہ ہندوؤں کی سازش ہے کہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھار کر انگریزوں سے شہید کروا دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت کی اسی حکمت عملی کو محمد علی جناح صاحب اور علماء اہل سنت نے اپنایا اور انگریزوں سے بغیر جنگ وجدل کئے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ وہابی کہتے ہیں ہم نے انگریزوں سے جہاد کر کے پاکستان بنایا ہے، ان سے پوچھا جائے کہ آپ کا سپاہ سالار کون تھا، کس جگہ آپ کی اور انگریزوں کی جنگ ہوئی اور آپ غالب آگئے اور انگریزوں نے کہا جاؤ وہابیوں! اتنی جگہ تمہارا ملک ہے؟ وہابیوں کو اتنا بڑا تاریخی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا سوچنا چاہئے۔

(3) ظہیر صاحب نے جگہ جگہ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ وہابیوں کی تکفیر کرتے تھے۔ لیکن یہ کہیں نہیں لکھتے کہ کیوں کرتے تھے؟ جن باتوں کو اعلیٰ حضرت کفر ٹھہراتے تھے اور اس پر دلائل دیتے تھے، وہابی ان باتوں کو غیر کفر ثابت کریں۔ جب وہابیوں سے اپنے مولویوں کی گستاخیوں پر پردہ نہیں ڈالا جاتا تو مجبوراً میاں مٹھو بن کر کہتے ہیں ہمارے مولویوں کو کافر کہا گیا۔ پھر ان مولویوں کو گستاخوں سے نکال کر مجاہدین میں شامل کر دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ ظاہر کریں کہ ان کی تکفیر مجاہد بننے کے سبب کی گئی ہے اور تکفیر کرنے والے انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ یہ وہابیوں نے خوب ڈرامہ بنایا ہوا ہے۔ پھر ان کی اتنی بھی عقل کام نہیں کرتی کہ جن مولویوں کے جس کفر کو چھپایا جا رہا ہے، وہ آج بھی کتابوں میں موجود ہیں۔ پتہ نہیں وہابی شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم شریعت کی طرح تاریخ میں بھی جو مرضی کہہ دیں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ قارئین خود سوچیں کہ گستاخوں کی گستاخی کے سبب ان پر جو حکم کفر لگتا ہے وہ لگانا انگریز غلامی ہے یا اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گندے عقائد کی تشہیر کر کے مسلمانوں کے دلوں میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم کم کرنا انگریز غلامی ہے؟

وہابیوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

باقی جو ظہیر صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمان اعلیٰ حضرت سے بدظن ہو گئے تھے نرا جھوٹ ہے اور جو عبارت پیش کی کہ جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ وہابی بھولے بھالوں کو اعلیٰ حضرت نے مرتد کہا ہے وہ عبارت یوں ہے: ''ان عبارات سے ظاہر ہو لیا کہ ان مبتدعین منکرین ضروریات دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول ومقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتیٰ بہ ہے۔ بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکم ارتداد ہی جاری کیا جائے گا، نہ ان سے سلطنت اسلام میں معاہدہ دائمہ جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز، نہ جزیہ لینا

جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں ان سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز، نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز، نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 130، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی اس عبارت میں صراحت ہے کہ جو شخص چاہے وہ وہابی ہو یا غیر وہابی اگر وہ ضروریات دین کا منکر ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کرتا ہے، آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، قیامت، جنت دوزخ وغیرہ کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اس عبارت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تمام وہابی کافر ہیں؟ پھر یہ کہاں لکھا ہے کہ وہابیہ عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے؟ یہ تو خود وہابی نام نہاد جہادیوں کا قول ہے کہ بریلویوں سے جہاد جائز ہے اور ان کی عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہرگز اعلیٰ حضرت نے تمام وہابیوں کو کافر و مرتد نہیں کہا بلکہ لکھا ہے جو گستاخ رسول ہے وہ کافر ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ کفر تک نہ پہنچی ہو جب تو نکاح میں ان کا شاہد (گواہ) ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہوں تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کر سکتے ہیں اس کی وکالت صحیح ہو جائے گی اگرچہ اس سے میل جول اختلاط حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 11، صفحہ 218، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں! صراحت کے ساتھ فرمایا کہ جب ان کی گمراہی کفر تک پہنچی ہو۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''یہ فرقے اور اسی طرح دیوبندی و نیچری غرض جو بھی ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت و حیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام، نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انہیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انہیں اپنے سے دور کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" وہ تمہیں نہ گمراہ کریں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 412، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لہٰذا ہر بد مذہب گمراہ ضرور ہے لیکن کافر اس وقت ہوگا جب کسی ضروریات دین کا انکار کرے۔

آخر میں جو ظہیر صاحب نے انگریز رابنس کا قول نقل کیا ہے وہ بھی بغیر دلیل جھوٹ و باطل ہے۔ میری کافی کوشش کے

باوجود رابنس کا یہ قول مجھے ملا نہیں ہے ۔لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر اس نے کچھ ایسا کہا بھی ہوگا تو صرف اتنا ہی کہا ہوگا کہ احمد رضا خان نے تحریک خلافت کی مخالفت کی یہ نہیں لکھا ہوگا کہ احمد رضا ہمارا آدمی تھا ۔بہر حال تلاش جاری ہے جب یہ مل جائے گا تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں ظہیر صاحب کی یہ تحریف بھی لکھ دی جائے گی ۔

حوالہ جات (البریلویہ)

103﴿ وہابی کا لفظ سب سے پہلے اہل حدیث حضرات کے لئے انگریز نے استعمال کیا تا کہ وہ انہیں بدنام کر سکیں وہابی کا لفظ باغی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا ۔بلاشبہ وہابی انگریز کے باغی تھے ۔ ﴾

مترجم صاحب نے اپنی خود ساختہ لغت میں وہابی کا مطلب باغی بنا لیا ہے ۔جبکہ لفظ وہابی ابن عبد الوہاب نجدی کی نسبت سے کہا جاتا ہے ۔انگریزوں کے چندوں سے پلنے والے اب مجاہد بن گئے ہیں ۔

104 اس ثبوت کے لئے ہماری کتاب القادیانیہ ملاحظہ کیجئے ۔

105 اس کے لیے ملاحظہ ہو کتب: بریلوی فتوے، تکفیری افسانے، آئینہ صداقت، مقدمہ الشہاب الثاقب، مقدمہ رسائل چاند پوری، فاضل بریلوی، وغیرہ

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 194)

106 تذکرہ صادق، از عبد الرحیم

107 ملاحظہ ہو کتاب (Wahabi Trils)

108 انڈین مسلم، ص ۳۲

109 تاریخ اہلحدیث کے متعلق ہم ایک مستقل رسالہ تصنیف کریں گے یہ علامہ مرحوم کے مستقبل کے عزائم میں شامل تھا لیکن بہت سے دوسرے منصوبوں کی طرح یہ بھی نامکمل رہ گیا'' ان اللہ فعال لما یرید''

110 وہابی تحریک، ص ۲۹۲

111 تذکرہ صادقہ

112 ایضاً

113 وہابی تحریک، ۳۱۵

114 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب ''بریلویت اور تکفیری افسانے'' علاوہ ازیں ان کتابوں کی طرف رجوع کیجئے: آئینہ صداقت، مقدمہ شہاب ثاقب، مقدمہ رسائل چاند پوری، فاضل بریلوی، از مسعود احمد بریلوی۔

115 ملاحظہ ہو اعلام بان ہندوستان، دارالاسلام ص ۱۹، ۲۰

116 مقدمہ دوام العیش، از مسعود احمد، ص ۱۵

117 ایضاً ص ۱۷

118 دوام العیش، ص ۶۳، مطبوعہ بریلی، ص ۹۵، مطبوعہ لاہور

119 الحسبۃ المؤتمنۃ، از احمد رضا ص ۱۵۵۔

120 مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی یہی فتویٰ تھا۔

121 الحسبۃ المؤتمنۃ، ص ۲۱۰۔

122 الحسبۃ المؤتمنۃ، ص ۲۰۶

123 ملاحظہ ہو خاتمۃ الکتاب، ص ۲۱۱

124 دوام العیش، ص ۴۶

125 مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

126 مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

127 کتابی دنیا مقالہ حسن نظامی، ص ۴، از مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

128 (Indian Muslims) ص ۲۶۴، مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی، ۱۹۷۴ء

فصل: وصالِ اعلیٰ حضرت

میرا دین و مذہب

﴿ جناب بریلوی کی موت ذات الجنب کے مرض سے واقع ہوئی۔ مرتے وقت انہوں نے چند وصیتیں کیں جو ''وصایا شریف'' کے نام سے ایک رسالے میں شائع ہوئیں۔ احمد رضا خاں صاحب نے مرتے وقت کہا: ''میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔'' 129 ﴾

ظہیر صاحب ذکرِ وصال کو اس لئے لائے کہ پوری کتاب میں ان کی سیرت کو جھوٹ و تحریفوں سے داغ دار کرنے کی کوشش مکمل ہو سکے اب وصال کو بھی جھوٹ بول کر ایسا ظاہر کروں کہ لوگ مزید متنفر ہو جائیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ذات الجنب کے مرض سے نہیں بلکہ اسہال کے مرض سے ہوا تھا جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت میں مذکور ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ 94، کمستر انٹرنیشنل، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی وصیت میں فرمایا: ''میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا'' اس پر اعتراض کرتے ہوئے وہابی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دین محمدی کو چھوڑ کر اپنے دین پر چلنے کا کہا۔ انہوں نے کوئی نیا مذہب بنایا تھا جس کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت کی۔ جبکہ وہابیوں کا یہ اعتراض کم علمی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی نیا دین نہیں بنایا تھا بلکہ گمراہ لوگوں کے باطل عقیدے کا رد فرما کر دین محمدی کی تجدید کی تھی اور اس پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا۔ اب وہابیوں کو چیلنج ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے نظریات کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کر کے دکھائیں، اگلے باب میں ظہیر صاحب نے ان عقائد کو غلط ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگایا ہے لیکن کوئی ایسا عقیدہ ثابت نہیں کر سکے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ ''میرے دین و مذہب پر قائم رہنا'' بالکل جائز ہے۔ لفظ دین سے کوئی نئی شریعت مراد ہونا ضروری نہیں کیونکہ لفظ دین کا ایسا استعمال تو حدیث پاک میں ہوا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی بسند حسن حدیث پاک ہے ((**الرجل على دين خليله، فلينظر أحدكم من يخالل**)) ترجمہ: آدمی اپنے خاص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر أن یجالس، جلد4، صفحہ 259، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

یہ حدیث امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فتاویٰ رضویہ میں بھی نقل کی ہے۔ گویا آپ کا یہ فرمانا حدیث پاک کی